امامت

اورائمہ معصومین کی عصمت

فہرست

پیش لفظ : امامت کے بارے میں دو مشخص نظریے ہیں ۔
پہلاباب : امامت آیہ ابتلاء کی روشنی میں
دوسراباب :امامت آیہء مباہلہ کی روشنی میں
تیسراباب: امامت،آیہ اولی الامر کی روشنی میں
چوتھا باب: امامت آیہء ولایت کی روشنی میں
پانچواں باب :آیہء صادقین کی روشنی میں اما مت
چھٹاباب : امامت آیہء تطہیرکی روشنی میں
ساتواں باب :امامت آیہ ” علم الکتاب“ کی روشنی میں

کتاب:**امامت اورائمہ معصومین کی عصمت**

پیش لفظ
امامت کے بارے میں دو مشخص نظریے ہیں

پہلانظریہ:
جمہور،یعنی اہل سنّت کا ہے،جومعتقد ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص کواپنے بعد،اپنے جانشین کے طورپر معرفی نہیں کیاہے اور یہ امت کی ذمہ داری تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کے جانشین کومنتخب کریں۔

دوسرانظریہ :
شیعہ امامیہ کا نظریہ ہے کہ وہ امامت کوخداکی طرف سے منصوب اور معین جانتے ہیں او عقیدہ رکھتے ہیں کہ امامت نبوت ہی کا ایک سلسلہ ہے اور امام کو نصب اورپیغمبرکے مانند معین کر نا خدائے متعال کی ذمہ داری ہے۔
شیعوں کے پاس اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے ،عقل،کتا ب و سنّت کے حوالے سے بہت سے قطعی دلائل موجود ہیں ،جوکلام،تفسیر اور احادیث کی کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں۔
اس مقدمہ میں شیعوں کے عقلی نظریہ کواس مسئلہ کے بارے میں عقل کے حکم کے مطابق واضح کیا گیا ہے۔
اس سلسلہ میں جو اقتباسات پیش کئے گئے ہیں وہ انسان کی فطری تحقیق اورغور وخوض کا نتیجہ ہے:
۱۔ہم جانتے ہیں کہ اسلام ایک لافانی دین ہے ،جو ہرزمانہ کے تمام لوگوں کے لئے نازل ہوا ہے۔
۲۔پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے،اس دین مبین کی تبلیغ اور ترقی کے سلسلہ میں ہر ممکن کو شش کی اور اپنے تمام وسائل سے کام لیا اوراس سلسلہ میں کوئی لمحہ فروگزاشت نہیں کیا اور اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک غیرمعمولی اور ناقابل توصیف ایثاروجانثاری کا مظاہرہ کرتے رہے کی۔چنانچہ یہ مضمون کئی آیات میں بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے ایمان کے لئے اپنی جان کی قربانی دینے کے لئے نکلتے تھے:
)شعراء/۳)
”کیاآپ اپنے نفس کو ہلاکت مینڈال دیں گے اس لئے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لارہے ہیں۔“
)کہف/۶)
”توکیاآپ شدت افسوس سے ان کے پیچھے اپنی جان خطرے مینڈال دیں گے اگریہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائے۔“

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۳۔اس راہ میں بہترین اورباعظمت انسانوں کی ایک بڑی تعدادنے قربانی دے کرشہادت کاجام نوش کیاہے۔
۴۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،انسانوں کی سعادت کے لئے مختلف ابعادمیں جوکچھ مؤثر جانتے تھے ان کے لئے بیان فرماتے تھے،شیعہ اورسنّی کے فقہی فروعات او ر جزئی مسائل کے بارے میں احادیث اوراسلامی فقہ کی کتابوں میں جو کچھ وارد ہوا ہے وہ اس کا بیّن ثبوت ہیں۔
۵۔پیغمبراسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسی حالت مینرحلت فرمائی کہ ابھی اسلام حجاز کے تمام حدودتک بھی نہیں پھیلاتھا،چہ جائے کہ اس پیغام و شریعت کی دنیابھرمیں رسائی ہو تی ۔
۶۔ایسی طاقتیں موجودتھیں کہ جن کی طرف سے اسلام کے وجوداوراس کی تبلیغ و بقاء کے لئے خطرہ کا احساس کیا جاتاتھا،بالخصوص اس لئے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی اورانہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو نہ صرف قبول نہیں کیاتھا،بلکہ ان میں سے بعض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کے مقا بلہ میں نامناسب رد عمل کا اظہاربھی کیا،جیسے کہ ایران کے بادشاہ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط ہی پھاڑ ڈالا۔
۷۔اس قسم کی طاقتوں کا سرکچلنے اور انھینزیر کر نے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعدمسلمانوں کی ایک طاقتور فوج اور قطعی وفیصلہ کن رہبری کی ضرورت تھی۔
۸۔اقتدارپرستی اور جاہ طلبی انسان کے باطنی امور کا ایک ایسامسئلہ ہے ،کہ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے اصحاب بھی مستثنیٰ نہیں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد جمع ہوئے مسلمان ،جوآپ سے بے پناہ عشق ومحبت کرتے تھے،لیکن اس کے باوجود ان میں بھی بہت سے ایسے افراد موجودتھے جن کے وجود کی گہرائیوں میں پوری طرح اسلام نفوذ نہیں کرچکا تھااورا ب بھی جاہلیت کے رسم و رواج نیز،قومی اور خاندانی تعصبات کی حکو مت ان کے وجود پر سایہ فگن تھی اورہر آن یہ خطرہ لاحق تھاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآ وسلم کی رحلت کے بعد خلافت کی لالچ مینوہ ایک دوسرے سے بر سر پیکار ہو جائیں۔چنانچہ بعض احادیث میں انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ اپنے اصحاب سے فرماتے تھے کہ:”میں اپنے بعدتمہارے مشرک ہونے سے نہیں ڈرتاہوں لیکن اس چیز سے ڈرتاہوں کہ تم لوگ امور دنیاکے لئے ایک دوسرے کی رقابت کروگے۔۱“
۹۔ایسے منافقین بھی موجودتھے جو ہمیشہ اسلام ومسلمین کے خلاف سازشوں میں مشغول

۱۔صحیح بخاری،ج۴،باب فی الحوض،ص۱۴۲،دارلمعرفتہ،بیروت

رہتے تھے اور اس سلسلہ میں کوئی لمحہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے،لہٰذا یہ خطرہ موجود تھاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد یہ لوگ اسلامی خلافت میں نفوذ کریں اورشائد ان منافقین کا ایک گروہ ابتداء اسلام ہی سے اسی لالچ کی بناء پردعوت اسلام قبول کئے ہوئے تھا۔
ہم تاریخ میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ قبائل کے بعض سردار،پیغمبراسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے انھیں اسلام کی دعوت دینے پر شرط رکھتے تھے کو آئندہ اسلامی حکومت میں ان کے کردار کو ملحوظ نظر رکھا جائے:
سیرئہ ابن ہشام میں یوں نقل ہواہے:
”پیغمبر اسلام (ص)،بنی عامر کے پاس تشریف لے گئے اور انھیں خدائے عزّو جل کی طرف دعوت دی اور اپنا تعارف کرایا۔ ان میں سے ایک نے آنحضرت (ص)سے یوں کہا:
”أرأیت ان نحن بایعناک علی امرک ثم اظھرک اللّٰہ علی من خالفک ایکون لنا الامر من بعدک؟ قال: الامر الی اللّٰہ یضعہ کیف یشاء“۱
”اگرہم آپ کی بیعت لیں اور آپ کی دعوت پر لبیک کہیں تو کیا آپاپنے مخالفین پرغلبہ حاصل کر نے کے بعداپنی خلا فت کے اختتام پر خلا فت کی بھاگ ڈور ہمیں سپرد کریں گے؟ آنحضرت صلی ا للہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا:اس کااختیارخداکے ہاتھ میں ہے،وہ جسے چاہے اسے اس عہدہ پر مقرر کرے گا۔“

۱۔سیرئہ ابن ہشام،ج۲،ص۴۲۵،داراحیائ التراث العربی بیروت،الروض الانف ،۴،ص۱۳۸،السیرۃالنبویۃ،سید احمدزینی دحلان،ج ۱،ص۲۸۳،داراحیائ التراث العربی ،بیروت۔

۱۰۔یہ قضیہ ثابت شدہ اور مسلّم فطری امر ہے کہ جوبھی چند افراد کے امور کی زمام ہاتھ میں لئے ہو،انھیں سرپرست کے بغیرنہیں چھوڑتاہے،حتی اگراس کے تحت نظر بھیڑبکریاں بھی ہوں ،تووہ انھیں بھی بے سرپرست نہیں چھوڑتاہے۔
جب خلیفہ دوم اپنی زندگی کے آخری لمحات بسر کر رہے تھے تو عبداللہ بن عمرنے ان سے کہا:
”انّ الناس یتحدّثون انّک غیر مستخلف و لو کان لک راعیابل اوراعی غنم ثمّ جاء و ترک رعیتہ رأیت ان قد فرّط و

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

رعیۃالناس اشدّ من رعیہ الابل والغنم ماذا تقول اللّٰہ عزّوجل اذلقیتہ ولم تستخلف علی عبادہ ۱‘‘
’’لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ اپناجانشین مقررنہیں کررہے ہیں جبکہ آپ کے نزدیک اونٹوں نیزبھیڑ،بکریوں کیلئے کوئی نہ کوئی ساربان اورچرواہاہوتااوروہ مویشوں کوچھوڑکرچلاجاتا توآپ اسے قصوروارٹھراتے۔اوریہ بات مسلّم ہے کہ لوگوں کاخیال رکھنااونٹ اوربھیڑکی حفاظت و رکھوالی سے زیادہ اہم ہے۔جب خداکے بندوں کے لئے کسی جانشین کو مقررکئے بغیر آپ اس دنیاسے چلے جائیں گے تو آپ اپنے خدائے متعال کوکیاجواب دیں گے؟‘‘
ام المو منین عائشہ بھی اس قضیہ سے استنادکرتے ہوئے ابن عمرسے کہتی ہیں:
’’یابنیّ بلغ سلامی وقل لہ لاتدع امۃ محمد بلا راع استخلف علیھم ولاتدعھم بعدک ھملاً فانی اخشی علیھم الفتنۃ‘‘۲
’’عمرکومیراسلام کہنااوراس سے کہدیناکہ امت) محمدصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
۱۔الریاضی النضرۃ، ج ۲،ص۳۵۳،دارالندوۃالجدیدۃبیروت،سنن بیہقی ،ج۸،ص۱۴۹، دارالمعرفۃ بیروت،
حلیۃالاولیاء،ج۱ص۴۴،دارالفکر
۲۔الامامۃوالسیا سۃ،ج۱،ص۲۳
کواپنے بعد بے مہار اور سرپرست نہ چھوڑ ے اس لئے کہ میں ان میں فتنہ برپا ہونے سے ڈرتی ہوں۔‘‘
اس کے علاوہ بھی روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرنے اپنے باپ سے کہا:
’’اے کاش!آپ اپنا ایک جانشین مقررکردیتے ...اگر آپ اپنی طرف سے کسی کو قیّم اور سرپرست کے عنوان سے لوگوں کے پاس بھیجتے ہیں تو کیا اس بات کوپسندنہیں کرتے ہیں کسی کواپناجانشین مقررکردیں؟انہوں نے جواب میں کہا:کیوں نہیں؟ابن عمرنے کہا: جب آپ اپنی بھیڑوں کے لئے ایک نگراں اور سر پرست مقررکر تے ہیں توکیا آپ اس بات کو پسندنہیں کرتے اپنی جگہ پرکسی کومقررکردیں؟...‘‘۱
معاویہ بھی یزید کی جانشینی کے سلسلہ میں اس سے استنباط کرتے ہوئے کہتاہے:
’’انیّ ارھب ان داع امۃ محمدی بعدی کا لضأن لاراعی لھا‘‘۲
’’مینڈرتاہوں کہیں ام)محمد (ص))کواپنے بعدچرواہے کے بغیربھیڑبکریوں کی طرح چھوڑدوں۔‘‘
۱۱۔پیغمبراسلام (ص)،جب کبھی سفر پر تشریف لے جاتے تھے تو ہمیشہ اپنی جگہ پر کسی کو جانشین مقرر فرماتے تھے اورکبھی مدینہ کو اپنے جانشین کے بغیر نہیں چھوڑتے تھے سیرت اورتاریخ کی کتابوں مینیہ مطلب بیان ہوا ہے اورجن اشخاص کوآنحضرت (ص) نے اپنا جانشین مقرر فرمایا ہے ،ان کے نام بھی کتا بوں میں درج ہیں ۔
سیرئہ ابن ہشام میں پیغمبر اسلام (ص) کے غزوات بیان کئے گئے ہیں،اس سلسلہ میں آنحضرت (ص) کی طرف سے مدینہ میں مقررکئے گئے آپ کے جانشینوں کی فہرست
۱۔طبقات ابن سعد ،ج۳،ص۳۴۳،دار بیروت للطباعۃ والنشر۔
۲۔تاریخ طبری ،ج۳،جزء۵،ص۱۵۴،مؤسسہ عزالدین للطباعۃ والنشر،الامامۃ والسیاسۃ،ج۱ص۱۸۴ ،منشورات الشریف الرضی
حسب ذیل ذکرکی گئی ہے:
۱۔غزوئہ بواط میں:سائب بن عثمان بن مظعون۱
۲۔غزوئہ عشیرہ میں:اباسلمۃبن عبدالاسد۲
۳۔غزوئہ سفوان یعنی بدراولیٰ میں:زیدبن حادثہ۳
۴۔غزوئہ بدرکبریٰ میں:ابالبابہ۴
۵۔غزوئہ بنی سلیم میں:سباع بن عرفطۃ۵
۶۔غزوئہ سویق میں:عبدالمنذر)ابولبابہ)۶
۷۔غزوئہ ذی امر میں:عثمان بن غفان۷
۸۔غزوئہ فرع میں:ابن ام مکتوم۸
۹۔غزوئہ بنی قینقاع میں:بشیربن عبدالمنذر۹
۱۰۔غزوئہ احدمیں:ابن ام مکتوم۱۰
۱۱۔غزوئہ بنی النضیر میں:ابن ام مکتوم۱۱
۱۲۔غزوئہ ذات الرقاع میں:ابوذرغفاری یاعثمان بن عفان۱۲
۱۳۔غزوئہ بدر،دوم:عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول انصاری۱۳
۱۴۔غزوئہ دومۃالجندل میں:سباع بن عرفطۃ۱۴

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۱۔سیرئہ ابن ہشام،ج۲،ص۲۴۸۔
۲۔سیرئہ ابن ہشام ج،۲،ص۲۵۱
۳۔سیرئہ ابن ہشام ،ج۲،ص۱
۴۔سیرئہ ابن ہشام ج،۲ص۲۶۳و۲۶۴
۵۔ج۳ص۴۹
۶۔ج۳،ص۵۰
۷۔ج۳،ص۴۹
۸۔ج۳،ص۵۰
۹۔ج۳،ص۵۲
۱۰۔ج۳،ص۶۸
۱۱۔ج۳،ص۲۰۰
۱۲۔ج۳،ص۲۱۴
۱۳۔سیرئہ ابن ہشام ج۳،ص۲۲۰
۱۴۔سیرئہ ابن ہشام ج۳،ص۲۲۴
۱۵۔غزوئہ خندق میں:ابن ام مکتوم۱
۱۶۔غزوئہ بنی قریظہ میں:ابن ام مکتوم۲
۱۷۔غزوئہ بنی لحیان میں:ابن ام مکتوم۳
۱۸۔غزوئہ ذی قرقمین:ابن ام مکتوم۴
۱۹۔غزوئہ بنی المصطلق میں:ابوذر غفاری۵
۲۰۔حدیبیہ میں:نمیلۃبن عبداللہ لیثی۶
۲۱۔غزوئہ خیبر میں:نمیلۃابن عبداللہ لیثی۷
۲۲۔فتح مکہ میں:کلثوم بن حصین۸
۲۳۔غزوئہ حنین میں: عتاب بن اسید۹
۲۴۔غزوئہ تبوک میں:محمدبن مسلمۃانصاری یاسباع بن عرفطۃ۱۰
صحیح اورمشہورروایت یہ ہے کہ غزوئہ تبوک میں پیغمبراسلام (ص) نےحضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔اس مطلب کے سلسلہ میں تاریخ اوراحادیث کی دسیوں کتابیں گواہ ہیں۔
۲۵۔حجتہ الوداع میں:ابودجانہ انصاری یاسباع بن عرفطہ۱۱
سریہ وہ جنگیں ہیں کہ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ نفس نفیس خود شرکت نہیں فرمائی ہے ،ایسی جنگوں میں پیغمبر)ص)کسی نہ کسی کوبہ حیثیت کمانڈر مقررفرماتے
۱۔سیرئہ ابن ہشام ،ج ۳،ص۲۳۱
۲۔سیرئہ ابن ہشام،ص۲۴۵
۳۔سیرئہ ابن ہشام،ص۲۹۲
۴۔سیرئہ ابن ہشام ص۳۲۱
۵۔سیرئہ ابن ہشام،ص۳۰۲
۶۔سیرئہ ابن ہشام،ص۳۲۱
۷۔سیرئہ ابن ہشام،ص۳۴۲
۸۔سیرئہ ابن ہشام ،ج۴،ص۴۲
۹۔سیرئہ ابن ہشام،ج۴،ص۹۳
۱۰۔سیرہ ابن ہشام، ج ۴، ص ۸۳
۱۱۔سیرئہ ابن ہشام،ج۴،ص۲۴۸،داراحیائ التراث العربی،بیروت
تھے۔یہاں تک کہ بعض جنگوں میں چندافرادکوکمانڈر کی حیثیت سے مقررفرماتے تھے،تاکہ کسی نا خوشگوارواقعہ پیش آنے کی صورت میں بلافاصلہ ترتیب سے دوسراشخص آگے بڑھ کرکمانڈری سنبھا لے۔جنگ موتہ میں پیغمبر نے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

زیدبن حارثہ کوکمانڈرمقررفرمایاتھاکسی مشکل سے دو چار ہونے کی وجہ سے ان کی جگہ پرجعفربن ابیطالب اوران کے بعدعبداللہ بن رواحہ کو کمانڈر کی حیثیت سے مقرر کیا تھا۔۱
بئرمعونہ میں آنحضرت (ص)نے چالیس افرادکوبھیجااورعبدالمنذربن عمرکوان کاامیر قراردیا۲۔اورداستان رجیع میں فقہ کی تعلیم کے لئے چھ افرادکوبھیجااورمرثدبنابی مرثدعنوی کوان کاسردارقراردیا۳۔
اب،جبکہ مذکورہ مطالب نیزان میں غور و حوض کرنے سے معلوم ہو جاتاہے کہ پیغمبراسلام (ص) کا اصل مقصدامت کی تربیت کرناتھا،چنانچہ قرآن مجیدنے فرمایاہے:
۴
”وہ ان کے نفوذکوپاکیزہ بناتاہے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتاہے۔“
آنحضرت (ص)،اپنی مسافرتوں کے درمیان چاہے وہ جس قدربھی مختصرہوتی تھی،اپناجانشین مقررکرنے میں کوتاہی نہیں فرماتے تھے اورکسی بھی گروہ کوکہیںروانہ کرتے وقت انھیں بے سرپرست نہیں چھوڑتے تھے آپاپنے مستقبل کے بارے میں پوری طرح آگاہ تھے،اس سلسلہ میں اپ کی پیشین گوئیاں موجودہیں،جن کے بارے میں شیعہ واہل سنّت کے بڑے محدثین نے اپنی حدیث کی کتابوں میں ذکرکیاہے۔اس لئے آپ اپنے بعداپنی شریعت پرحملہ آورہونے والے فتنوں سے آگاہ تھے،چنانچہ آپنے اس سلسلہ میں
۱۔سیرئہ ابن ہشام،ص،۵
۲۔سیرئہ ابن ہشام،ج۳، ص۱۹۴
۳۔سیرئہ ابن ہشام،ج۳،ص۱۸۳
۴۔آل عمران/۱۶۴
خودخبردی ہے۔ان سب حقائق کے روشن ہونے کے بعدکیاآپاپنی جانشینی اورخلافت)جوآپکے بعداہم ترین مسئلہ اورآپ کے لئے فکرمندترین موضوع تھا)کے بارے میں کسی قسم کامنصوبہ نہینرکھتے تھے اوراپنے بعدکسی کواپنے جانشین کی حیثیت سے منصوب و معین نہیں کرتے اور پوری طرح سے اس سے غافل وبے خیال رہتے ؟!! کیا ایسا ممکن ہے ؟!
خداوندمتعال نے اپنے پیغمبر (ص) کورسالت کے لئے مبعوث کیا ہے اورآپ کی یوں توصیف کی ہے:
(توبہ/۱۲۸)
”یقیناتمہارے پاس وہ پیغمبرآیاہے کہ جوتمھیں میں سے ہے اوراس پرتمہاری ہرمصیبت شاق ہے وہ تمہاری ہدایت کے بارے میں حرص رکھتاہے اورمؤمنین کے حال پرشفیق اورمہربان ہے“
یہ ایک ایسامسئلہ ہے جسے عقل سلیم اوربیدارضمیرہرگزقبول نہیں کرتاہے اورقرآن وسنت کی قطعی دلالت اس کے برخلاف ہے۔
اس بناء پرشیعہ امامیہ کاعقیدہ یہ ہے کہ پیغمبراسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد ہونے والے امام اورخلیفہ کا اعلان اور انتخاب خدا وند عالم کی جانب سے فرمایاہے اوریہ مسئلہ قرآن مجید اورپیغمبراسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں بیان ہواہے۔
اس کتاب میں قرآن مجیدکی چندایسی آیات پربحث وتحقیق کی گئی ہے جوامامت اورائمہ علیہم السلام کی خصوصیات کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

مذکورہ آیات حسب ذیل ہیں:
۱۔آیہئ ابتلا
۲۔آیہئ مباھلہ
۳۔آیہئ اولی الامر
۴۔آیہئ ولایت
۵۔آیہئ صادقین
۶۔آیہئ تطھیر
۷۔آیہئ علم الکتاب)آیہئ شہادت)
ان آیات میں پہلے،خودآیتوں کے بارے میں بحث وتحقیق کی گئی ہے اور اس کے بعدان سے مربوط احادیث کوبیان کیاگیاہے اوران احادیث سے آیات کی دلالت میں استفادہ کیاگیا ہے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

چونکہ اہم ان مباحث میں اہل سنت سے بھی مخاطب ہیں،اس لئے ان کے علماء اور مفسرین کانظریہ اوران کی احادیث بھی بیان کرکے علمی طورسے ان پر بحث کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں موجود شبہات اوراعتراضات کو بیان کرنے کے بعدان کاجواب دیاگیا ہے۔

امامت اورائمہ معصومین کی عصمت

پہلاباب :
امامت آیہ ابتلاء کی روشنی میں

وإذاابتلیٰ ابرھیم ربّہ بکلمات فأتمّھنّ قال إنّی جاعلک للنّاس إماماً قال ومن ذرّیّتی قال لا ینال عھدی الظالمین (بقرہ/۱۲۴)
''اوراس وقت کویادکروجب خدا نے چندکلمات کے ذریعہ ابراھیم علیہ السلام کاامتحان لیااورانھوںنے پوراکردیاتواس)خدا)نے کہا:ہم تم کولوگوں کا قائداورامام بنارہے ہیں۔)ابراھیم علیہ السلام)نے کہا گیا یہ عہدہ میری ذریت کو بھی ملے گا؟ارشادہواکہ یہ عہدئہ امامت ظالمین تک نہیں پہونچے گا۔''
اس آیہء کریمہ سے دو بنیادی مطلب کی طرف اشارہ ہو تاہے:
۱۔منصب امامت،نبوت ورسالت سے بلندترہے۔
۲۔منصب امامت،ظالموں اورستم گاروں کونہیں ملے گا۔
یہ مطلب تین باتوں پرمشتمل ہے:

پہلی بات:منصب امامت کابلندمرتبہ ہو نا۔
دوسری بات:منصب امامت ظالموں اورستم گاروں کونہیں ملے گا۔
تیسری بات:منصب امامت کازبان امامت سے تعارف۔

پہلی بات

منصب امامت کابلند مرتبہ ہو نا

ہم اس آیہء شریفہ میں دیکھتے ہیں کہ خدائے متعال نے حضرت ابراھیم علیہ السلام سے بڑھاپے کے دوران نبوت رسالت کو سالہا سال گزرنے کے بعدان کی عمرکے آخری مرحلہ میں امتحان لیااور انھوں نے اس امتحان الٰہی کوقبول کیا اورکامیابی کے ساتھ مکمل کردکھا یا امامت کاعہدہ وہ ارتقائی درجہ تھا جواس عظیم ا متحان اورصبروثبات کے بعدانھینعطاکیاگیا۔
آیہء کریمہ سے اس مطلب کو بہتر طریقہ سے واضح کرنے کے لئے،درج ذیل چند بنیادی نکات کی وضاحت ضروری ہے:
۱۔حضرت ابراھیم علیہ السلام کے امتحان اوران کی امامت کے درمیان رابطہ کیسا ہے؟
۲۔اس آیہء کریمہ میں بیان کیاگیاامتحان،کس قسم کا امتحان تھا؟
۳۔کیایہ کہا جاسکتاہے کہ،حضرت ابراھیم علیہ السلام کو عطا کئے گئے عہدہ امامت سے مرادان کا وہی منصب نبوت ورسالت ہی ہے؟
۴۔حضرت ابراھیم علیہ السلام کوعطا کی گئی امامت،کس چیزپردلالت کرتی ہے؟

امتحان اورمنصب امامت کارابطہ
آیہء کریمہ:مینلفظ''إذ''ظرف زمان ہے اوراس کے لئے ایک متعلق کی ضرورت ہے۔''إذ''کامتعلق کیاہے؟
پہلااحتمال یہ ہے کہ''إذ''کامتعلق''اذکر''یادکرو)ہے،جومخذوف اورپوشیدہ ہے،یعنی:اے پیغمبر (ص)!یاداس وقت کو کیجئے جب پروردگارنے ابراھیم علیہ السلام کا چندکلمات کے ذریعہ سے امتحان لیا۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس احتمال کی بنیادپرچنداعتراضات واردہیں:
۱۔مستلزم حذف وتقدیر)متعلق کو مخذوف اور مقدر ماننا)خلاف اصل ہے۔
۲۔"إنی جاعلک للناس إماماً"کا اس کے پہلے والے جملہ سے منقطع ہو نا حرف عطف کے بغیرہونا لازم آتاہے۔
وضاحت:جملہء"قال انّی جاعلک..."کابظاہرسیاق یہ ہے کہ وہ اپنے پہلے والے جملہ سے علٰحیدہ اورمنقطع نہیں ہے اورمعنی ومضمون کے لحاظ سے قبل والے جملہ سے وابستہ ہے،اورچونکہ اس کے لئے حرف عطف ذکرنہیں ہواہے،اس لئے بظاہر اس جملہ کے آنے سے پہلاجملہ مکمل ہوتا ہے،اوران دونوں فقروں کے درمیان ارتباط کلمہ"إذ"کے"قال"سے متعلق ہونے کی بناپرہے۔اسی صورت میں ایہء شریفہ کامعنی یوں ہوتا ہے:"جب ابراھیم علیہ السلام سے ان کے پروردگار نے امتحان لیا،توان سے کہا:میں تم کولوگوں کے لئے امام قرار دیتاہوں۔"اس بناپریہ امتحان حضرت ابراھیم علیہ السلام کو منصب امامت عطا کرنے کے لئے ایک وسیلہ اور ذریعہ تھا۔
آیہء کریمہ کے اس مطلب پر قطعی گواہ کے لئے ایک دوسری آیت ہے کہ اس میں پیغمبروں کے ایک گروہ کے لئے صبروامامت کے درمیان رابطہ بخوبی بیان ہوا ہے:
(سجدہ/۲۴)
"اورہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کوامام اورپیشواقراردیاہے جوہمارے امرسے لوگوں کی ہدایت کرتے ہیں،اس لئے کہ انہوں نے صبرکیاہے اورہماری آیتوں پریقین رکھتے تھے۔"
اس آیہء شریفہ میں ان پیغمبروں کوامامت ملنے کاسبب صبرویقین بیان کیاگیاہے اور یہ رابطہ حضرت ابرھیم علیہ السلام کے امتحان اورامامت کے درمیان رابطہ کوزیربحث آیت میںواضح اورروشن کرتاہے۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کاامتحان
حضرت ابراھیم علیہ السلام کے امتحانات اور ان کی یہ آزمائشیں کن مسائل اور امور سے متلق تھیں کہ جس کا نتیجہ امامت کا عظیم عطیہ قرار پایاتھا۔
آیہء شریفہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ امتحان چند کلمات کے ذریعہ لیا گیا اورحضرت ابراھیم علیہ السلام نے انھیں مکمل کر دکھایا۔بظاہریہ کلمات ایک خاص قسم کے فرائض اوراحکام تھے کہ جن کے ذریعہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کا امتحان لیاگیا۔
قرآن مجیدمیں،حضرت ابراھیم علیہ السلام کی تاریخ کے سلسلہ مینجوچیز"واضح وروشن امتحان"کے عنوان سے بیان ہوئی ہے،وہ ان کا اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کااقدام ہے:۱)بیشک یہ بڑا واضح و روشن متحان ہے)یہ)بیٹے کوذبح کرنے کااقدام)حقیقت میں وہی کھلاامتحان ہے۔یہ امتحان حضرت ابراھیم علیہ السلام کے اپنے پروردگار کے حضورمیں ایثاروقربانی اورمکمل تسلیم ہونے کامظہرتھا۔
اس مطلب کی طرف اشارہ کر نا ضروری ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کایہ امتحان ان کی پیری اور بڑھاپے میں انجام پایاہے اور وہ بھی اس وقت جب ان کا بیٹاجوانی کے مرحلہ میں داخل ہوچکاتھا۔حضرت ابراھیم علیہ السلام اپنی جوانی کا مرحلہ طے کرنے تک صاحب اولادنہیں تھے۔جب بڑھاپے کے مرحلہ میں پہنچے اور اولادسے ناامیدہوئے، توخدائے متعال
۱۔ صا فات/۱۰۶
نے انھیں اسماعیل واسحاق نام کے دو بیٹے عطاکئے اور یہ اس حالت میں تھاکہ جب ان کی نبوت اور رسالت کو سالہاسال گزرچکے تھے۔
کیااس آیت میں امامت سے مرادان کی وہی نبوت ورسالت نہیں ہے؟
خدائے متعال نے جوامامت حضرت ابراھیم علیہ السلام کوعطاکی،کیاوہ،وہی ان کی نبوت ورسالت تھی،جیساکہ بعض مفسرین نے بیان کیا ہے،یایہ امامت کوئی دوسراعہدہ ہے؟
اس سے پہلے بیان کئے گئے مطلب سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ امامت،درج ذیل دودلائل کے پیش نظرحضرت ابراھیم علیہ السلام کے پاس پہلے سے موجودنبوت ورسالت کے علاوہ تھی:
پہلے یہ کہ:یہ آیہء شریفہ اس بات پردلالت کرتی ہے کہ یہ امامت، حضرت ابراھیم علیہ السلام کوبہت سے امتحانات کے بعد عطاکی گئی ہے،کہ ان امتحانات کا ایک واضح وروشن نمونہ ان کااپنے بیٹے کو ذبح کرنے کااقدام تھاجبکہ نبوت ورسالت انھیں پہلے دی جاچکی تھی۔
دوسرے یہ کہ:آیہء کریمہ میں"جاعلک"اسم فاعل ہے اور ادبی لحاظ سے اسم فاعل صرف اسی صورت میں اپنے مابعد پر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

عمل کر سکتا ہے اور کسی اسم کومفعول کے عنوان سے نصب دے سکتا ہے،جب ماضی کے معنی میں نہ ہو،۱بلکہ اسے حال یامستقبل کے معنی میں ہوناچاہئے۔اس بنا پرآیہء شریفہ: مینفاعل''جاعل'' کے دومفعول ہیں)ایک ضمیر''کاف''اوردوسرا''اماماً'')اس لئے ماضی کوملحوظ نظر نہیں قرار دیا جا سکتا۔
۱۔البھجتہ المرضیتہ،مکتبتہ المفید،ج۲،ص۵۔۶

یہ امامت کس چیزپردلالت کرتی ہے؟
ہمیں آیہء شریفہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امامت کا مفہوم پیشوائی اور قیادت ہے اوراس کامعنی نبوت ورسالت سے متفاوت ہے۔امام،وہ ہے جودوسروں کا پیشواہواورانسانوں کے آگے آگے چلے، جسے خدائے متعال نے متعلق طور پر لوگوں کے لئے امام قراردیاہے اورتمام انسانی پہلوؤں سے لوگوں کے لئے اسوہ اور نمونہ بنایاہے لوگوں کو چا ہئے کہ تمام ابعاد حیات میں اس سے ہدایت حاصل کریں اوراس کی اقتداء و پیروی کر یں۔
حضرت ابراھیم علیہ السلام کو یہ مقام)امامت)رسالت ملنے کے سالہا سال بعد تمام بڑے امتحانات الہٰی میں کامیابی حاصل کرنے کے بعدعطاکیاگیا ہے۔اس سے صاف ظاہر ہوتاہے کہ امامت کا مرتبہ اور درجہ نبوت ورسالت کے مساوی نہیں ہے بلکہ ان سے بالا تر ہے۔
اس بحث کا نتیجہ یہ ہوگاکہ:جب یہ ثابت ہواکہ امامت کا درجہ و مرتبہ نبوت سے بالاتر ہے اورنبوت کے لئے قطعی دلائل کی بنیادپرعصمت کی شرط لازمی ہے،پس جوچیز نبوت سے برتر وبلندترہو،بدرجہ اولٰی اس کے لئے بھی عصمت کاشرط ہوناضروری ہوگا۔

دوسری بات:

منصب امامت ظالموں کونہیں ملے گا

یہ آیہء شریفہ عصمت امامت پر دلا لت کرتی ہے کیونکہ آیت کے جملہیعنی:''میراوعدہ)امامت)ظالموں تک نہیں پہونچے گا''سے استفادہ ہوتاہے کہ ظالم مقام امامت تک نہیں پہو نچ سکتا۔
جب خدائے متعال نے فرمایا: ''میں تجھے لوگوں کے لئے امام قرار دیتاہوں'' حضرت ابراھیم علیہ السلام نے عرض کیا:''کیامیری ذریت اور اولادمیں سے بھی کوئی اس مقام تک پہنچے گا؟''پروردگارعالم نے فرمایا:میرا وعدہ ظالموں تک نہیں پہنچے گا۔

اس جملہ سے درج ذیل نکات حاصل ہوتے ہیں:
۱۔امامت وعدئہ الہٰی ہے۔
۲۔یہ وعدہ ظالموں تک نہیں پہونچ سکتا،چونکہ ہر گناہ ظلم شمارہوتاہے،۱ لہٰذاجومعصوم نہیں ہے،وہ گناہوں مینگرفتارہوگا۔
اس بناء پر آیہء شریفہ کی یہ دلالت کہ ہرامام کواپنے عہدہ امامت مینگناہوں سے پاک ہونا چاہئے،واضح اور ناقابل انکار ہے۔
کیا اس جملہ سے یہ استفادہ کیاجاسکتاہے کہ:جن لوگوں نے امامت کے عہدہ پر فائز ہونے سے پہلے اگرکوئی ظلم کیاہووہ امامت کے عہدہ پر فائزہوسکتے ہیں یانہیں؟
۱۔چونکہ ہرگناکبیرہ یاصغیرہ کیفرالہٰی کامستحق ہے،اس لئے گناہ گار گناہ کے ذریعہ اپنے اوپرظلم کرتاہے۔
دوسرے الفاظ میں:مشتق کا عنوان)جسے ظالم)زمانہ حال مینظہور رکھتاہے اوریہ اس شخص پرلاگونہیں ہوتاہے جوپہلے اس صفت سے متصف تھالیکن زمانہ حال میں اس میں وہ صفت نہیں ہے۔اس بناء پر اس آیہء شریفہ کے مطابق،جوخلافت کے عہدہ پرفائزہونے کے دوران ظالم ہو،وہ امامت کے عہدہ پرفائز نہیں ہو سکتالیکن جو پہلے کبھی ظالم تھا،لیکن اس عہدہ پر فائزہونے کے وقت ظالم نہیں ہے،وہ امامت کے عہدہ پرفائزہوسکتاہے۔

اعتراض کے جواب میں دوباتیں
پہلی بات جواس اعتراض کے جواب میں پیش کی گئی ہے وہ ایک عظیم محقق مرحوم حاج شیخ محمدحسین اصفہانی کی ہے کہ جسے مرحوم علامہ سید محمدحسین طباطبائی نے تفسیرالمیزان مینذکرکیاہے:۱
حضرت ابراھیم علیہ السلام کی ذریت چارگروہوں میں تقسیم ہوتی ہے:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۱۔وہ گروہ جو امامت پر فائز ہونے سے پہلے ظالم تھے اوراس مقام پر فائزہونے کے بعدبھی ظالم رہے۔
۲۔وہ گروہ جوامامت کا عہدہ سنبھالنے سے پہلے عادل تھے اورامامت کے عہدہ پر فائزہونے کے بعد ظالم بن گئے۔
۳۔وہ گروہ،جوامامت کے عہدہ پرفائزہونے سے پہلے ظالم تھے اورامامت کا عہدہ سنبھالنے کے بعدعادل ہوگئے۔
۴۔وہ گروہ جوامامت کے عہدہ پرفائزہونے سے پہلے اوراس کے بعددونونزمانوں مینعادل تھےحضرت ابراھیم علیہ السلام اپنی اس عظمت کے پیش نظرپہلے دوگرہوں کے لئے کہ،جوا پنے عہدہ امامت کے دوران ظالم ہوں،ہرگزامامت کی درخواست
۱۔تفسیر المیزان ،ج۱،ص۲۷۷،دارالکتب الاسلامیہ۔
نہیں کریں گے۔ اس بناپر"میری اولادسے؟"کاجملہ صرف تیسرے اورچوتھے گروہ پرصادق آتا ہے،اورخدائے متعال بھی جواب مینفرماتاہے"میراوعدہ ظالموں تک نہیں پہو نچ سکتا۔"اس جملہ کے پیش نظر تیسراگروہ جوپہلے ظالم تھالیکن امامت کا عہدہ سنبھالنے کے دوران عادل ہوگیا،وہ بھی خارج ہوجاتا ہے اوراپنی اولاد کے بارے میں کئے گئے سوال کے جواب مینصرف چوتھے گروہ کو امامت دی جاتی ہے۔
دوسری بات مرحوم طبرسی کی ہے جوتفسیرمجمع البیان میں ذکر ہوئی ،وہ کہتے ہیں:ہم اس بات کوقبول کرتے ہیں کہ جوفی الحال ظالم نہیں ہے اس پر ظالم کاعنوان حقیقت میں اطلاق نہیں ہوتاہے،لیکن یہ بات قابل ذکر ہے کہ جس نے پہلے ظلم کیا ہے،ظلم کرنے کے دوران اس پر ظالم کاعنوان حقیقت میں صادق تھا،مذکورہ آیت ایسے افراد کوبھی مشتمل ہے۔یعنی ایساشخص اب امامت کے لئے شائستہ نہیں ہے اورامامت پرفائزنہیں ہوسکتاہے اور"لا ینال"کا جملہ چونکہ مضارع منفی ہے،اس لحاظ سے اس پردلالت کرتاہے۔
اس بناپر،جس نے زندگی میں ایک لمحہ کے لئے بھی گناہ کیاہے،وہ امامت کے عہدے پرفائزنہیں ہوسکتاہے،چونکہ اس وقت ظالم اور ستم گارہے اورآیہء شریفہ کہتی ہے:"میرا عہدہ ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔"
اس طرح یہ واضح ہوگیا کہ آیہء شریفہ دوجہتوں سے اماموں کی عصمت پرحتی عہدہ امامت پر فائز ہونے سے پہلے بھی دلالت کرتی ہے۔اورامامت کے منصب پرفائز ہونے والاشخص اپنی پوری عمرملکہء عصمت سے وابستہ ہوتاہے۔اوراس طرح یہ بھی واضح ہوگیاکہ امامت ایک الہٰی منصب ہے جو خدائے متعال کی طرف سے عطا کیاجاتاہے،یعنی یہ خدائے متعال کی ایک ایسی نعمت ہے کہ جس کو وہ جوشائستہ و سزا وار جانتا ہے اسی کو عطا کر تا ہے۔

تیسری بات

منصب امامت کازبان امامت سے تعارف

آیہء شریفہ کوبیان کرنے کے بعدمناسب ہے کہ امامت کی حقیقت کے سلسلہ میں ہمارے آٹھویں امام حضرت امام موسی الرضا علیہ السلام کی بیان کی گئی ایک حدیث پیش کیجائے:
أبو محمدالقاسم بن العلاء-رحمہ-رفعہ عن عبدالعزیزبن مسلم قال:کنّامع الرضا-علیہ السلام-بمرو،فاجتمعنافی الجامع یوم الجمعة فی بدء مقدمنا،فأداروا امرالامامتہ وذکرواکثرةاختلاف الناس فیہا.فدخلت علی سیدی-علیہ السلام-فأعلمتہ خوض الناس فیہ،فتبسم-علیہ السلام-ثم قال:یاعبدالعزیزجھل القوم وخذعواعن آرائھم.إن اللّٰہ عزّوجلّ لم یقبض نبیّہ (ص)حتی أکمل لہ الدین وانزل علیہ القرآن فیہ تبیان کلّ شیء، بیّن فیہ الحلال والحرام والحدود والاحکام وجمیع مایحتاج الیہ النّاس کملاً فقال عزّوجلّ۱ وأنزل فی حجة الوداع،وھی آخرعمرہ(ص):< ألیوم أکملت لکم دین وأتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً>۲ وامرالامامةمن تمام الدین.ولم یمض(ص)حتیّ بیّن لامتہ معالم دینھم وأوضع لھم سبیلھم، وترکھم علی قصد سبیلالحق،و اقام لھم علیّا علماً و
۱۔انعام/۳۸
۲۔مائدہ/۳
إماماً و ماترک لھم شیئاً یحتاج إلیہ الامتہ إلاّبیّنہ فمن زعم ان اللّٰہ عزّوجلّ لم یکمل دینہ فقد ردّ کتاب اللّٰہ و من ردّ کتاب اللّٰہ فھو کافر بہ. ھل یعرفون قدر الإمامة و محلّہا من الامّة فیجوز فیھا اختیارھم؟ إنّ الامامة أجلّ قدراً و أعظم شأنا و اعلی مکاناً و أمنع جانباً و ابعد غوراً من أن یبلغھا النّاس بعقولھم أوینالو بآرائھم أویقیموا إماماً باختیارھم.
إنّ الإمامة خص اللّٰہ عزّوجلّ بھا إبراھیم الخلیل - علیہ السلام - بعد النبوة و الخلّة مرتبة ثالثة و فضیلة شرّفہ بھا و أشاد بھا ذکرہ فقال: فقال الخلیل- علیہ السلام سروراًبھا: قال اللّٰہ تعالی:۱ فابطلت ہذہ الآیة إمامة کلّ ظالم إلی یوم القیامة و صارت فی الصفوہ.
ثمّ أکرم اللّٰہ تعالی بأن جعلھا فی ذرّیّتہ اہل الصفوة و الطہارة فقال:۲

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

فلم تزل فی ذرّیّته یرثها بعض عن بعض قرناً فقرناً حتی ورّثها اللّه تعالی النبیّی (ص) فقال جلّ وتعالی:

۱ـبقره/۱۲۴
۲ـانبیاء/۷۳ـ۷۲
ولیّ المؤمنین>۱
فکانت لـه خاصّةفقلّدها (ص)علیاً-علیه السلام-بأمراللّه تعالی علی رسم مافرض اللّه فصارت فی ذرّیّته الأصفیاء الذین آتاهم اللّه العلم والإیمان بقوله تعالی:۲فهی فی ولد علیّ - علیه السلام - خاصّة إلی یوم القیامة،إذ لا نبیّی بعد محمد (ص) فمن أین یختار بؤلائ الجّهال.
إنّ الإمامة هی منزلة الأنبیاء وإرث الأوصیاء.إنّ الإمامة خلافة اللّه وخلافة الرسول (ص) ومقام أمیرالمؤمنین -علیه السلام - وميراث الحسن والحسین -علیها السلام - انّ الإمامة زمام الدّین ونظام المسل مین وصلاح الدنیا وعزّالمؤمنین إنّالإمامةأس الإسلام النامی و فرعه السّامی. بالإمام تمام الصلاة و الزکاة والصیام والحج والجهاد وتوفیرالفیء والصدقات وإمضاء الحدود والأحکام ومنع الثغور والأطراف.الإمام یحلّ حلا ل اللّه ویحرّم حرام اللّه و یقیم حدود اللّه و یذّب عن دین اللّه ویدعو إلی سبیل ربّه بالحکمة الموعظة الحسنة و الحجّة البالغة. الإمام کالشمس الطالعة المجلّلة بنورها للعالم وهی فی الأفق بحیث لاتنالها الأیدی والأبصار.
۱ـ آل عمران/۶۸
۲-روم/۵۶
الإمام البدرالمنیر والسراج الزاهر والنور الساطع والنجم الهادی فی غیاهب الدجی واجواز البلدان والقفار ولجج البحار.الإمام الماء العذب علی الظماء والدالّ علی الهدی والمنجی من الرّدی الإمام النار علی الیفاع الحارّ لمن اصطلی به والد لیل فی المهالک.من فارقه فهالک.
الإمام السحاب الماطروالغیث الهاطل والشمس المضیئةوالسماء الظلیلة والأرض البسیطة والعین الغزیرةوالغدیروالروضة.
الإمام الأنیس الرفیق والوالد الشفیق واالأخ الشقیق والأم البرّة بالولد الصغیر ومفزع العباد فی الدابیة النآد.
الإمام أمین اللّه فی خلقه وحجّته علی عباده وخلیفته فی بلاده والداعی إلی اللّه والذابّ عن حرام اللّه.
الإمام المطهّرمن الذنوب والمبرّأ عن العیوب المخصوص بالعلم الموسوم بالحلم نظام الدّین و عزّالمسلمین وغیظ المنافقین و بوار الکافرین.
الإمام واحد دهره، لا یدانیه أحد ولا یعادله عالم ولایوجد منه بدل ولا له مثل و لا نظیر مخصوص بالفضل کلّه من غیر طلب منه له و لا اکتساب بل اختصاص من المُفضل الوهّاب. فمن ذا الذی یبلغ معرفة الإمام أو یمکنه اختیاره؟!! هیهات هیهات! ضلّت العقول وتاهت الحلوم وحارت الألباب و خسئت العیون و تصاغرت العظماء و تحیّرت الحکماء و تقاصرت الحلماء و حصرت الخطباء و جهلت الألبّاء و کلّت الشعراء وعجزت الأدبائ وعییت البلغاء عن وصف شأن من شأنه أوفضیلة من فضائله وأقرّت بالعجز و التقصیر و کیف یوصف بکلّه أو ینعت بکنهه أو یفهم شیئ من أمره أویوجدمن یقوم مقامه یغنی غناه؟!
لا، کیف وأنّی؟ و هو بحیث النجم من ید المتناولین و وصف الواصفین! فأین الاختیار من هذا؟ و أین العقول عن هذا؟ و أین یوجد مثل هذا؟! أتظنّون ان ّذلک یوجد فی غیرآل الرسول محمد (ص)کذبتهم - واللّه - أنفسهم و منّتهم الأباطیل فارتقوا مرتقاً صعباً دحضاً تزلّ عنه إلی الحضیض أقدامهم. راموا إقامة الإمام بعقول حائرة ناقصة و آرا مضلّة فلم یزدادوا منه إلاّ بُعداً ؟ ولقد راموا صعبا و قالوا إفکاً و ضلّواضلا لاً بعیداً و وقعوا فیالحیرة. إذ ترکوا الإمام عن بصیره ۱
رغبوا عن اختیار اللّه و اختیار رسول اللّه (ص) وأهل بیته إلی اختیارهم و القرآن یناديهمو ربّک یخلق مایشاء و یختار ما کان لهم الخیرة سبحان اللّه و تعالی عماّ یشرکون>۲ وقال عزّوجلّ: < و ما کان لمؤمن و لا مؤمنة إذا قضی اللّه و رسوله أمراً أن یکون لهم الخیرة من أمرهم>۳ الآیة و قال:
۱ـنمل/۲۴
۲ـقصص/۶۸
۳ـاحزاب/۳۶
أم لکم کتاب فیه تدرسون إن ّلکم فیه لمّا تخیّرونأم لکم أیمان علینا بالغة إلی یوم القیامة إنّ لکم لما تحکمون سلهم أیّهم بذلک زعیم أم لهم شرکاء فلیأتوا به شرکائهم إن کانوا صادقین>۴ وقال عزّوجل:۶ أم < قالوا سمعنا و بم لا یسمعون إنّ شرّ الدوابّ عند اللّه الصمّ البکم الذین لا یعقلون و لو علم اللّه فیهم خیراً لأسمعهم و لو أسمعهم لتولّوا و هم معرضون> ۷ أم < قالوا سمعنا و عصینا>۸ بل هو فضل اللّه یؤتیه من یشاء و اللّه ذوالفضل العظیم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

فکیف لہم باختیار الإمام؟! و الإمام عالم لا یجہل وراع لاینکل معدن القدس والطہارۃ و النسک و الزہادۃ و العلم والعبادۃ مخصوص بدعوۃ الرسول (ص) ونسل المطہرۃالبتول لامغمز فیہ فی نسب و لا یدانیہ ذو حسب فی البیت من قریش، و الزروۃ من ہاشم و العترۃ من الرسول (ص) و الرضا من اللہ عزّوجلّ شرف الأشرف و الفرع من عبد مناف نامی العلم کامل الحلم مضطلع بالإمامۃ عالم بالسیاسۃ مفروض الطاعۃ قائم بأمر اللہ عزّوجلّ ناصح لعباداللہ حافظ لدین اللہ۔

إنّا لأنبیاء والأئمۃ ۔ صلوات اللہ علیہم ۔ یوفّہم اللہ و یؤتیہم من مخزون علمہ و حکمہ ما لایؤتیہ غیرہم فیکون علمہم فوق علم

۱۔قلم/۴۱۔۳۶

۲۔محمد/۲۴

۳۔توبہ/۸۷

۴۔انفال/۲۳۔۲۱ ۵۔بقرہ/۹۳

أہل الزمان فی قولہ تعالی:< أفمن یہدی إلی الحقّ أحقّ أن یُتّبع أمّن لایہدّی إلاّ أن یُہدی فمالکم کیف تحکمون>۱ و قولہ تبارک و تعالی۲ و قولہ فی طالوت < إنّ اللہ اصطفاہ علیکم و زادہ بسطۃ فی العلم و الجسم و اللہ یؤتی ملکہ من یشاء و اللہ واسع علیم >۳ و قال لنبیہ (ص) < أنزل علیک الکتاب و الحکمۃ و علّمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیماً >۴ و قال فی الأئمّۃ من أہل بیت نبیّہ و عترتہ و ذریّتہ صلوات اللہ علیہم ۔:

فہل یقدرون علی مثل ہذا فیختارونہ؟ أو یکون مختارہم بہذہ الصفۃ فیقدّمونہ؟ تعدّوا ۔ و بیت اللہ ۔ الحقّ و نبذوا کتاب اللہ

۱۔یونس/۳۵

۲۔بقرہ/۲۶۹۳۔بقرہ۲۴۷۴۔سورئہ نسائ سے اقتباس/۱۱۳

۵۔نساء/ ۵۵۔۵۶

وراء ظہورہم کأنہم لا یعلمون و فی کتاب اللہ الہدی والشفائفنبذوہ و اتّبعوا أہواء ہم فذمّہم اللہ و مقّتہم و أتعسہم فقال جلّ و تعالی:< و من أضلّ ممّن اتّبع ہواہ بغیر ہدی من اللہ إنّ اللہ لایہدی القوم الظالمین>۱ وقال:۲ و قال: < کبُر مقتاً عند اللہ وعند الّذین آمنوا کذلک یطبع اللہ علی کلّ قلب متکبّر جبّار >۳ وصلی اللہ علی النبیّ محمد وآلہ وسلّم تسلیماً کثیراً‘‘۴

. . . عبدالعزیزبن مسلم سے روایت ہے کہ:ہم مسجدمرومیں حضرت امام رضاعلیہ السلام کی خدمت میں تھے۔وہاں پہنچنے کے ابتدائی دنوں میں جمعہ کے دن جامع مسجدمینجمع ہوئے تھے۔حضارنے مسئلہء امامت کے بارے مینگفتگوکی اوراس موضوع کے بارے میں موجود بہت سے اختلافات کو بیان کیاگیا۔

میننے اپنے مولا)امام رضا علیہ السلام)کی خدمت مینلوگوں کی اس گفتگو کے بارے مینوضاحت کی۔حضرت علیہ السلام نے ایک مسکراہٹ کے بعدیونفرمایا:اے عبدالعزیز!ان لوگوننے نادانی کا راستہ اختیارکیاہے اور اپنے نظریات کی جانب دھوکہ میں ہیں۔

خدائے عزّوجل نے اپنے پیغمبر(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)کواس دنیاسے اس وقت تک نہیں اٹھایاجب تک ان کے لئے دین کومکمل نہیں کر لیااورقرآن مجیدکہ،جوہرچیزکوواضح کرنے والی کتاب ہے اورجس میں حلال وحرام،حدوداحکام اورانسان کی تمام ضرورتیں مکمل

۱۔قصص/۵۰

۲۔محمد /۸

۳۔غافر/۳۵

۴۔اصول کافی،مترجم،ج۱،ص۲۸۳،اصول کافی غیرمترجم،ج۱،ص۱۹۸،عیون اخبار الرضا۴،ج۱،ص۲۱۶۔

طورپربیان ہوئی ہیںنازل نہیں کر لی اورفرمایا’’ہم نے کتاب میں کوئی چیزنہیں چھوڑی ہے‘‘)پیغمبراسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)کے حجہ الوداع مینجوآپکی عمرکے آخری ایام میں انجام پایاآیہءنازل فرمائی۔اس طرح دین کوکامل فرمایااورامامت دین کا تکملہ ہے۔)خدا نے)پیغمبراسلام (ص) کوتب تک اس دنیاسے نہیں اٹھالیاجب آپنے امت کے لئے دینی امور واضح کر دیئے حق کاوہ راستہ دکھلادیاجس پران کوچلناتھااورحضرت علی علیہ السلام کواپنے بعد امت کے لئے رہبرکے طورپر پہنچوا دیا،حتی کہ امت کی ضرورت کی کسی چیزکوبیان کئے بغیرنہیں چھوڑا۔پس،ان اوصاف کے پیش نظرجو یہ تصورکرے کہ خدائے متعال نے اپنے دین کومکمل نہیں کیاہے،اس نے خدا کی کتاب سے انکارکیاہے،اورایساآدمی کافرہے۔کیایہ لوگ امت کے در میان امامت کی عظمت وبلندی نیز اس کی کلیدی حیثیت کوجاننے کاشعوررکھتے ہیں تاکہ اس سلسلہ میں کوئی رائے قائم کرسکیں؟بیشک امامت اس سے کہینزیادہ گراں بہا،عظیم الشان،بلندمرتبہ اورعمیق ترہے کہ لوگ اسے اپنی عقلوں سے درک کرینیزاپنی رائے اوراپنے اختیارسے امام منتخب کریں۔

امامت ایک ایساخاص عہدہ ہے جوخدائے متعال کی طرف سے خُلّ نیزنبوت ورسالت کے منصب کے بعدحضرت ابراھیم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

علیہ السلام کو عطاکیاگیا،اوراس سے مذکورہ دو نونعہدوں سے بلنداورافضل قراردیتے ہوئے خدا وند عالم نے فرمایا:یعنی:"میں تجھے لوگوں کے لئے امام قراردیتاہوں"۔حضرت ابراھیم علیہ السلام نے خوش ہوکرکہا:"کیامیری ذریت کوبھی یہ عہدہ ملے گا؟"خدائے متعال نے فرمایا:"میرا وعدہ)امامت)ظالموں تک نہیں پہنچے گا۔" اس آیہء شریفہ نے ہرظالم کے لئے عہدہ امامت کوقیامت تک کے لئے مستردکردیا اوراس)امامت)کوممتازاورمنتخب افراد میں متعین قراردیا-- . . .یہاں تک کہ پیغمبراسلام (ص)نے اسے وراثت میں حاصل کیا . . . آپنے بھی اسے خداکے حکم سے علی علیہ السلام اور ان کی معصوم نسلوں مینقراردیا کہ جو اہل علم و ایمان تھے اوریہ مقام ان کے معصوم فرزندوں مینقیامت تک رہے گا۔پس یہ نا دان کیسے امام کوانتخاب کرسکتے ہیں۔؟!!امامت انبیاء کی عظمت و منزلت اور اولیائے الہٰی کی وراثت ہے۔امامت،خدائے متعال اورپیغمبراسلام (ص) کی جانشین اورامیرالمؤمنین علیہ السلام کی عظمت نیزحسن وحسین علیہماالسلام کی وارثت ہے۔امامت،دین کی زمامداری،مسلمانوں کی حکمت عملی ،دنیا کی بہتری اورمؤمنین کی عزت ہے۔صرف امامت کے ذریعہ نماز،روزہ،حج،زکواۃاورجہادکومکمل طورپرانجام دیاجاسکتاہے اورامام کے ذریعہ حدوداوراحکام الہٰی کا نفاذ ممکن ہے اورسرحدوں کی حفاظت کی جاسکتی ہے۔

یہ امام ہی ہے جوخدا کے حلال کوحلال اوراس کے حرام کوحرام بتاتاہے،خداکے حدود کوجاری کرتاہے،دین خداکادفاع کرتاہے اورلوگوں کوخداکے راستہ کی طرف اپنی حکمت عملی،اچھی نصیحت اورمحکم ومتقن دلا ئل سے دعوت دیتاہے۔

امام ایک آفتاب کے مانند ہے جوطلوع ہوکرپوری دنیا کوروشنی میں غرق کر دیتاہے چو نکہ وہ ایک بلندی پرمستقرہوتاہے لہٰذااس تک لو گوں کی نظریں اور آلودہ ہاتھ نہیں پہنچ سکتے ہیں۔

امام، ماہ تابان ،شمع فروزان، چمکتانوراوردرخشاں ستارہ ہے جو شدیدتاریکیوں شہ راہوں اورگزرگاہوں،شہروں اورگلی کوچوں ، صحراؤں اور سمندروں کے گردابوں میں)جہالت و آزمائش نیز دربدری کے زمانہ میں) لوگوں کی ہدایت کرنے والا ہوتاہے۔

امام،پیاسوں کے لئے ٹھنڈاپانی اورگمراہوں کی ہدایت کے لئے راہنماو ایک دلیل ہے۔

امام،ایک ابر باران ،موسلا دھاربارش،چمکتا ہواسورج،سایہ دارچھت،وسیع وعریض زمین،ابلتاہواچشمہ،نیزجھیل اورگلستان کے مانند ہوتاہے۔

امام،خداکے بندوں کے لئے انتہائی سختیوں میں،ہمدم و مونس، مہربان باپ،برابرکابھائی،غمخوارماں اور خدا کی پناہ گاہ ہوتاہے۔

امام،خداکے بندوں مینخداکاامانتدار،اس کے بندوں پرحجت الہٰی اوراس کے ملک میں اس کاجانشین ہوتاہے۔

امام،خداکی طرف دعوت دینے والااورحریم الہٰی)حدود،مقدرات اوراحکام)کادفاع کرنے والاہوتاہے۔

امام،گناہوں سے پاک ،عیوب اوربرائیوں سے منّزہ ہوتا ہے۔

امام علم میں یگانہ،حلم وبردبادی مینیکتا،نظام، دین نیزمسلمانوں کی عزت،منافقون کے واسطے غضب اورکافروں کے لئے ہلاکت ہے۔

امام،)فضائل اورانسانی اقدارکے حوالے سے)بے مثال ہوتاہے۔کوئی بھی عظمت و بزرگی کے اعتبار سے اس)امام)کے برابرنہیں ہوسکتاہے اورکوئی عالم اس کے مساوی نہیں ہوسکتا ہے اورکسی کو اس کاجانشین اور متبادل قرارنہیں دیاجاسکتاہے۔اورامام وہ ہے کہ،جس کوتلاش وکوشش کے بغیرتمام فضیلتینخداکی طرف سے عطاہوتی ہیں۔

پس،کون ہے جو امام کوپہچان سکتاہے۔ اور اس کو چننے اور منتخب کرنے کی قدرت رکھتا ہے افسوس!افسوس!)اس سلسلہ میں)

عقلیں گم ہیں،نظریںناتواں ہیں،بڑے چھوٹے ہوگئے ہیں،حکماء اورفلاسفہ حیراں و سرگرداں ہیں،اورخطباء،عقلاء،شعراء،ادباء اورمبلغین،خستہ وعاجزہیں،کہ اس)امامت) کی کوئی شان یااس کی فضیلتوں میں سے کسی فضیلت کی توصیف کریں۔یہ مقام کیسے توصیف کے حدودمیں اسکتاہے جبکہ امام ستارہ کے مانند ہے اورانسان کی توصیف کے دائرہ امکان سے دورہے۔

کیاتم لوگ تصور کرتے ہو کہ یہ خصوصیتیں پیغمبر اسلام (ص) کے خاندان کے علاوہ کسی اورمیں موجودہوسکتی ہیں؟! خداکی قسم! ان کی نفسانی خواہشات نے انھیں جھوٹ بولنے پر مجبورکیاہے اورباطل تصورات نے انھیں منحرف کیا ہے۔ انہوننے بلندیوں پر قدم رکھااورآخرکاران کے قدم ڈگمگائے اوروہ پستیوں مینجاگرے ہیں۔انہوننے اپنی گمراہ کن اورپریشان عقلوں سے امام منتخب کرناچاہالیکن دوری،گمراہی اورانحراف کے علاوہ انھیں کچھ حاصل نہیں ہوا۔

انہوننے خدائے متعال،رسول خدا (ص) نیزآپ کے اہل بیت)علیہم السلام) کے انتخاب کے علاوہ خودانتخاب کرنا چاہا،جبکہ قرآن مجید،ان کے لئے یوں فرماتا ہے:"تیرا پروردگارجسے چاہتاہے خلق کرتاہے اورمنتخب کرتاہے،ان کے لئے انتخاب کا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حق نہیں ہے،وہ اس بات سے منزّہ وپاک ہے کہ جس کالوگ اسے شریک قراردیتے ہیں“)خدائے متعال مزیدفرماتاہے:)”اورکسی مؤمن مردیا عورت کواختیار نہیں ہے کہ جب خداورسولخداکسی امر کے بارے مینفیصلہ کردیں تو وہ بھی اپنے امورکے بارے میں صاحب اختیار ہو جائے“

پس وہ کیسے امام کو انتخاب کرسکتے ہینجبکہ امام ایک ایسادانشور ہے جس کے حدود میں نادانی کی کوئی گنجائش نہیں ہےوہ ایک ایساسرپرست ہے،جس میں خوف اورپلٹنے کاسوال ہی پیدانہیں ہوتاوہ تقدس،پاکیزگی،زہدواطاعت،علم و عبادت کامرکزہے،پیغمبر اسلام (ص) کی دعائیں حضرت فاطمہؑ بتول کی پاکیزہ اولادسے مخصوص ہے۔ وہ یہ کہ اس مقدس سلسلہ میں عیب جوئی کی کوئی گنجائش نہیں ہے اورکوئی بھی خاندانی شرف اس کے برابرنہیں ہےوہ خاندان قریش وہاشم اور پیغمبراسلام (ص) کی عترت سے ہیں جو خدا کے پسندیدہ ہیں۔وہ اشراف الاشراف عبد مناف کی اولادسے ہیں۔وہ علم وآگہی کے وارث اور مکمل بردباری کے مالک ہیں۔رہبری میں قدرتمنداورسیاست سے آگاہ ہیں۔خداکے حکم کے مطابق ان کی اطاعت کرنا واجب ہے۔وہ امرخداپرسختی سے قائم،نیزخدائے متعال کے بندوں کے حق مینخیرخواہ اوردین کے محافظ ہیں۔

خدائے متعال نے انبیاء اورائمہ کوتوفیق عطا کی ہے اوراپنے علم وحکمت کے خزانہ سے جوچیزدوسروں کونہیں دی ہے، وہ انھینعطاکی ہے۔اس لحاظ سے ان کی عقل اپنے زمانہ کے لوگوں کی عقلوں سے افضل ہے کہ خدائے متعال نے فرمایاہے:کیا جو حق کی طرف ہدایت کرتاہے و ہ اطاعت کے لئے زیادہ شائستہ و سزاوار ہے یاوہ جوخود راہنمائی کے بغیرراستہ پر گامزن نہیں ہے؟تم لوگوں کوکیا ہواہے؟کیسے حکم کرتے ہو؟خدائے متعال فرماتاہے” جسے حکمت دے دی گئی ہے اس نے بہت سی نیکیاں پالی ہیں۔“طالوت کے بارے مینخدائے عزّوجل کافرمان ہے:انہیں اللہ نے تمہارے لئے منتخب کیاہے اورعلم وجسم مینوسعت عطافرمائی ہے اوراللہ جسے چاہتا ہے اپناملک عطاکرتا ہے کہ وہ صاحب وسعت بھی ہے اورصاحب علم بھی۔

)خدائے متعال نے)اپنے پیغمبر (ص) سے فرمایا:”اوراللہ نے آپ پر کتاب اورحکمت نازل کی ہے اورآپ کوان تمام باتوں کاعلم دے دیا ہے کہ جن کاآپ کوعلم نہ تھا،اورآپ پرخداکابہت بڑافضل ہے“۔اوراہل بیت اطہاراورعترت پیغمبر (ص) کے ائمہ کے بار ے مینفرمایا:”یاوہ ان لوگوں سے حسدکرتے ہینجنھیں خدانے اپنے فضل وکرم سے بہت کچھ عطا کیاہے توپھر ہم نے آل ابراھیم(علیہ السلام)کوکتاب وحکمت اورملک عظیم عطا کیاہے۔پھران میں سے بعض ان پر ایمان لے آئے اوربعض نے انکارکردیااوران کے لئے جہنم کی دھکتی ہوئی آگ ہے۔“

حقیقت مینجب خداوند متعال اپنے کسی بندہ کواپنے بندوں کے امورکی اصلاح کے لئے منتخب کرتاہے،تواس کے سینہ مینوسعت عطا کرتاہے،اس کے دل میں حکمت کے چشمے قراردیتاہے اوراسے ایک ایسے علم سے نواز تاہے کہ اس کے بعدکسی سوال کا جواب دینے مینعاجز نہیں ہوتااورراہ حق سے منحرف نہیں ہوتا ہے۔پس اس)امام)معصوم کو خدائے متعال کی طرف سے توفیق اور تائیدحاصل ہوتی ہے۔ہرقسم کی خطا،لغز ش اورفروگذاشت سے محفوظ ہوتاہے۔خدائے متعال نے اسے ان صفات کا امتیازبخشاہے تاکہ وہ اس کے بندوں پر حجت اور اس کی مخلوقات پرگواہ رہے اوریہ بخشش وکرم خدا کی طرف سے ہے وہ جسے چاہتاعطا کرتا ہے اورخداوند متعال بڑا کریم ہے۔

کیالوگوں مینیہ طاقت ہے کہ اس قسم کے کسی شخص کا انتخاب کریں یاان کا منتخب کردہ نمائندہ اس قسم کا ہو؟بیت اللہ کی قسم! ان لوگوں نے حق سے تجاوزکیا ہے اور نادانی کی صورت میں کتاب خدا سے منہ موڑلیاہے،جبکہ ہدایت اورشفاکتاب خدا میں ہے۔انہوں نے کتاب الہٰی کوچھوڑکراپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کی ہے۔ خدائے متعالی نے بھی ان کی مذمت کی اورانھیں دشمن قراردیتے ہوئے قعر مذلت میں ڈال دیااورفرمایا:”اوراس سے زیادہ گمراہ کون ہے جوہدایت الہی کے علاوہ اپنی خواہشات کااتباع کرلے جبکہ اللہ ظالم قوم کی ہدایت کرنے والا نہیں ہے۔“اورفرمایا:”وہ نا بود اور ھلاک ہو جائیں اوران کے اعمال برباد ہو جائیں۔“اورفرمایا:

”وہ اللہ اورصاحبان ایمان کے نزدیک سخت نفرت کے حقدار ہیں اوراللہ اس طرح ہرمغروراورسرکش انسان کے دل پرمہر لگاتا ہے۔“خدا کی بے شماررحمتیں اور درودوسلام حضرت محمد اوران کے خاندان پر۔

امامت اورائمہ معصومین کی عصمت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دوسرا باب :
امامت آیہء مباہلہ کی روشنی میں

نجران کے عیسائی اوران کاباطل دعویٰ

)آل عمران/۶۱)
”)پیغمبر!)علم کے آجانے کے بعدجو لوگ تم سے)حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں)کٹ حجتی کریں،ان سے کہ دیجئے کہ چلوہم لوگ اپنے اپنے فرزند،اپنی عورتوں اوراپنے اپنے نفسوں کودعوت دیں اورپھرخداکی بارگاہ میں دعا کریں اورجھوٹوں پرخداکی لعنت کریں“
آیہء شریفہ میں گفتگونجران کے عیسائیوں کے بارے میں ہے کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کوخداجانتے تھے اوران کے بغیرباپ کے پیداہونے کی وجہ سے ان کے خدا ہونے کی دلیل تصورکرتے تھے۔اس سے پہلی والی آیت میں ایاہے:
)آل عمران/۵۹)
”بیشک عیسی کی مثال اللہ کے نزدیک آدم جیسی ہے کہ انھیں مٹی سے پیداکیااورپھرکہا کہ ہوجاؤ تو وہ خلق ہوگئے۔“
مذکورہ آیت ان کے دعوے کوباطل کرتی ہے۔یعنی اگرتم لوگ حضرت عیسی بن مریم علیہماالسلام کے بارے میں بغیرباپ کے پیداہونے کے سبب ان کے خدا ہونے کے قائل ہوتوحضرت آدم علیہ لسلام ماں اورباپ دونوں کے بغیرپیداہوئے ہیں،اس لئے وہ زیادہ حقدار وسزاوارہیں کہ تم لوگ ان کی خدائی کے معتقدہوجاؤ۔
اس قطعی برہان کے باوجود انہوں نے حق کوقبول کر نے سے انکارکیااوراپنے اعتقادپرڈٹے رہے۔
بعدوالی آیت میں خدائے متعال نے پیغمبراکرم (ص) سے مخاطب کر کے حکم دیاکہ انھیں مباہلہ کرنے کی دعوت دیں۔
اگرچہ اس آیت)آیہء مباہلہ)کے بارے میں بہت سی بحث ہیں،لیکن جوبات یہاں پرقابل توجہ ہے،وہ اہل بیت علیہم السلام،خاص کرحضرت علی علیہ السلام کے بارے میں چندنکات ہیں،جوآنحضرت (ص) کے ساتھ مباہلہ کے لئے آئے تھے۔
مذکورہ آیہء شریفہ اوراس سے مربوط احادیث کی روشنی میں ہونے والی بحثیں مندرجہ ذیل پانچ محورپر استوارہے:
۱۔پیغمبراکرم (ص) مأمورتھے کہ مباہلہ کے لئے کن لوگوں کواپنے ساتھ لائیں؟
۲۔ان کے میدان مباہلہ میں حاضرہونے کامقصدکیاتھا؟
۳۔آیہء شریفہ کے مطابق عمل کرتے ہوئے آنحضرت (ص) کن افراد کواپنے ساتھ لائے؟
۴۔آیہء مباہلہ میں حضرت علی علیہ السلام کامقام اوریہ کہ آیہء شریفہ میں حضرت علی علیہ السلام کونفس پیغمبر (ص)کہا گیاہے نیزاس سے مربوط حدیثیں۔
۵۔ان سوالات کا جواب کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں پیش کئے جاتے ہیں۔

پہلامحور

آیہء مباہلہ میں پیغمبر (ص) کے ہمراہ

پہلی بحث یہ کہ پیغمبراسلام (ص) کو مباہلہ کے سلسلہ میں اپنے ساتھ لے جانے کے لئے کن افرادکودعوت دینی چاہئے تھی،اس سلسلہ میں ایہء شریفہ میں غوروخوض کے پیش نظردرج ذیل چندمسائل ضروری دکھائی دیتے ہیں:
الف:”ابنائنا“اور”نسائنا“سے مرادکون لوگ ہیں؟
ب:”انفسنا“کامقصودکون ہے؟

ابناء ابن کاجمع ہے یعنی بیٹے،اورچونکہ”ابناء کی“ضمیرمتکلم مع الغیر یعنی ”نا“ کی طرف نسبت دی گئی ہے ۱ اوراس سے مرادخودآنحضرت (ص) ہیں،اس لئے آنحضرت (ص) کوکم ازکم تین افراد،جوان کے بیٹے شمارہوں،کومباہلہ کے لئے اپنے ہمراہ لاناچاہئے۔

”نساء“اسم جمع ہے عورتوں کے معنی میں اورضمیرمتکلم مع الغیر یعنی ”نا“کی طرف اضافت دی گئی ہے۔اس کاتقاضایہ ہے کہ آنحضرت (ص) اپنے گھرانے میں موجود تمام عورتوں(چنانچہ جمع مضاف کی دلالت عموم پرہوتی ہے) یاکم ازکم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تین عورتوں کو)جوکم سے

۱۔اس آیہء شریفہ میں استعمال کئے گئے متکلم مع الغیر والی ضمیریں،معنی کے لحاظ سے یکساں نہیں ہیں۔"ندع"میں پیغمبرصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اورطرف مباہلہ وآنحضرت علیہ السلام یعنی نصاریٰ
مقصودہے،اور"ابناء"،"نساء"و"انفس"اس سے خارج ہیں۔اور"ابنائنا"،"نسائنا"اور"انفسنا"میں خودپیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقصودہیں اورطرف مباہلہ اورابناء،نسائ اور انفس بھی اس سے خارج ہیں۔"نبتھل" میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور طرف مباہلہ اور ابناء،نساء اورانفس سب داخل ہیں۔
کم جمع کی مقدار اور خاصیت ہے)مباہلہ کے لئے اپنے ساتھ لاناچاہئے۔
اس بحث میں قابل ذکرہے،وہ"أبنائناونسائناوأنفسنا"کی دلالت کااقتضاہے اوربعدوالے جوابات محورمیں جومباہلہ کے ھدف اورمقصدپربحث ہوگی وہ بھی اس بحث کاتکملہ ہے۔
لیکن"أبناء"اور"نساء"کے مصادیق کے عنوان سے کتنے اورکون لوگ مباہلہ میں حاضرہوئے،ایک علیحدہ گفتگوہے جس پرتیسرے محورمیں بحث ہوگی۔

انفس،نفس کی جمع ہے اورچونکہ یہلفظ ضمیرمتکلم مع الغیر"نا"(جس سے مقصودخودآنحضرت (ص) کی ذات ہے)کی طرف مضاف ہے،اس لئے اس پر دلالت کرتاہے کہ پیغمبراسلام (ص) کو)جمع کے اقتضاکے مطابق)کم ازکم تین ایسے افراد کومباہلہ کے لئے اپنے ساتھ لاناچاہئے جوآپ کے نفس کے زمرے میں آتے ہوں۔ کیا"أنفسنا"خودپیغمبراکرم (ص)پرقابل انطباق ہے؟
اگر چہ"أنفسنا" میں لفظ نفس کا اطلاق اپنے حقیقی معنی مینصرف رسول اللہ (ص) کے نفس مبارک پرہے،لیکن آیہء شریفہ میں موجود قرائن کے پیش نظر"أنفسنا"میں لفظ نفس کوخودآنحضرت (ص) پراطلاق نہیں کیاجاسکتا ہے اور وہ قرائن حسب ذیل ہیں:
۱۔"أنفسنا"جمع ہے اورہرفرد کے لئے نفس ایک سے زیادہ نہیں ہوتاہے۔
۲۔جملہءآنحضرت (ص) کواس کے حقیقی معنی میں دعوت دینے کاذمہ دارقراردیتا ہے اورحقیقی دعوت کبھی خودانسان سے متعلق نہیں ہوتی ہے،یعنی انسان خودکودعوت دے،یہ معقول نہیں ہے۔
اس بنائ پر،بعض لوگوں نے تصورکیاہے کہ"فطوّعت لہ نفسہ"یا"دعوت نفسی"جیسے استعمال میں"دعوت")دعوت دینا)جیسے افعال نفس سے تعلق پیداکرتے ہیں۔یہ اس نکتہ کے بارے مینغفلت کانتیجہ ہے کہ یہاں پریا تو یہ"نفس"خودانسان اوراس کی ذات کے معنی میں استعمال نہیں ہواہے،یا"دعوت سے مراد "(دعوت دینا)حقیقی نہیں ہے۔بلکہ"فطوّعت لہ نفسہ قتل أخیہ"کی مثال میں نفس کامقصودانسان کی نفسانی خواہشات ہے اوراس جملہ کا معنی یوں ہے "اس کی نفسانی خواہشات نے اس کے لئے اپنے بھائی کوقتل کرناآسان کردیا"اور"دعوت نفسی"کی مثال میں مقصوداپنے آپ کوکام انجام دینے کے لئے مجبوراورآمادہ کرناہے اوریہاں پردعوت دینا اپنے حقیقی معنی میں نہیں ہے کہ جونفس سے متعلق ہو۔
۳۔"ندع"اس جہت سے کہ خودپیغمبراسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرمشتمل ہے اس لئے نفس پردلالت کرتاہے اوریہ ضروری نہیں ہے،کہ دوسروں کودعوت دینے والا خودمباہلہ کا محورہو،اوروہ خودکوبھی دعوت دے دے۔

دوسرامحور:

مباہلہ میں اہل بیت رسول (ص)کے حاضر ہونے کامقصد

پیغمبراسلام (ص) کوکیوں حکم ہوا کہ مباہلہ کر نے کے واسطے اپنے خاندان کوبھی اپنے ساتھ لائیں،جبکہ یہ معلوم تھاکہ مباہلہ دوفریقوں کے درمیان دعویٰ ہے اوراس داستان میں ایک طرف خودپیغمبر (ص) اور دوسری طرف نجران کے عیسائیوں کے نمائندے تھے؟
بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آنحضرت (ص) کے نزدیک ترین رشتہ داروں کے میدان مباہلہ میں حاضر ہونے کامقصدصرف آنحضرت (ص) کی بات سچی ہونے اوران کی دعوت صحیح ہونے کے سلسلہ میں لوگوں کواطمینان ویقین دکھلانا تھا،کیونکہ انسان کے لئے اپنے عزیز ترین اشخاص کو اپنے ساتھ لاناصرف اسی صورت میں معقول ہے کہ انسان اپنی بات اوردعویٰ کے صحیح ہونے پرمکمل یقین رکھتاہو۔اوراس طرح کااطمینان نہ رکھنے کی صورت میں گویا اپنے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہاتھوں سے اپنے عزیزوں کوخطرے میں ڈالناہے اورکوئی بھی عقلمند انسان ایسااقدام نہیں کرسکتا۔
پیغمبر اکرم (ص) کے تمام رشتہ داروں میں سے صرف چنداشخاص کے میدان مباہلہ میں حاضرہونے کے حوالے سے یہ توجیہ صحیح نہیں ہوسکتی ہے،کیونکہ اس صورت میں اس خاندان کامیدان مباہلہ میں حاضرہونااور اس میں شرکت کرنااِن کے لئے کسی قسم کی فضیلت اورقدرمنزلت کاباعث نہیں ہوسکتاہے،جبکہ آیہء شریفہ اوراس کے ضمن میں بیان ہونے والی احادیث میں غوروخوض کرنے سے معلوم یہ ہوتاہے کہ اس ماجرامیں پیغمبراسلام (ص) کے ہمراہ جانے والوں کے لئے ایک بڑی فضیلت ہے۔
اہل سنت کے ایک بڑے عالم علامہ زمخشری کہتے ہیں:
"وفیہ دلیل لاشیئ اقویٰ منہ علی فضلہ اصحاب الکساء"١
"آیہء کریمہ میں اصحاب کساء)علیہم السلام)کی فضیلت پرقوی ترین دلیل موجود ہے"
آلوسی کاروح المعانی میں کہناہے:
"و دلالتہا علی فضل آل اللّٰہ و رسولہ (ص) ممّا لایمتری فیہامؤمن والنصب جازم الایمان"٢
"آیہ کریمہ میں ال پیغمبر (ص)کہ جو آل اللہ ہیں ان کی فضیلت ہے اوررسول اللہ (ص) کی فضیلت،ایسے امور میں سے ہے کہ جن پرکوئی مؤمن شک و شبہ نہیں کر سکتا ہے اور خاندان پیغمبر (ص)سے دشمنی اور عداوت ایمان کونابودکردیتی ہے"
اگرچہ آلوسی نے اس طرح کی بات کہی ہے لیکن اس کے بعد میں آنے والی سطروں میں اس نے ایک عظیم فضیلت کو خاندان پیغمبر (ص) سے موڑ نے کی کوشش کی ہے۔٣
اب ہم دیکھتے ہیں کہ خداوند متعال نے کیوں حکم دیاکہ اہل بیت علہیم السلام پیغمبراکرم (ص) کے ساتھ مباہلہ کر نے کے لئے حاضر ہوں؟اس سوال کے جواب کے لئے ہم پھرسے آیہء شریفہ کی طرف پلٹتے ہیں
آیہء شریفہ میں پہلے پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے'أبناء"،"نسا ء" اور"أنفس"کودعوت دینااورپھردعاکرنااورجھوٹوں پرخداکی لعنت قراردینابیان ہواہے۔
١۔تفسیرالکشاف،ج١،ص٣٧٠،دارالکتاب العربی ،بیروت۔
٢۔روح المعانی،ج٣،ص١٨٩،داریٔ احیائ التراث العربی ،بیروت۔
٣۔اس کے نظریہ پراعتراضات کے حصہ میں تنقید کریں گے۔
آیہء مباہلہ میں اہل بیت رسول)ص)کی فضیلت وعظمت کی بلندی
مفسرین نے کلمہ"ابتہال"کودعامیں تضرع یانفرین اورلعنت بھیجنے کے معنی میں لیاہے اوریہ دونوں معنی ایک دوسرے سے منا فات نہیں رکھتے ہیں اور"ابتہال"کے یہ دونوں معافی ہوسکتے ہیں۔
آیہء شریفہ میں دوچیزیں بیان کی گئی ہیں،ایک ابتھال جو"نبتھل"کی لفظ سے استفادہ ہو تاہے اوردوسرے "ان لوگوں پرخدا کی لعنت قراردیناجواس سلسلہ میں جھوٹے ہیں"کاجملہ اس پردلالت کرتاہے اوران دونوں کلموں میں سے ہرایک کے لئے خارج میں ایک خاص مفہوم اورمصداق ہے دوسرا فقرہ جوجھوٹوں پرخداکی لعنت قراردیناہے پہلے فقرے ابتہال پر"فاء"کے ذریعہ کہ جو تفریع اور سببیت کے معنی میں ہے عطف ہے۔
لہذا،اس بیان کے پیش نظرپیغمبراکرم (ص) اورآپ کے اہل بیت علیہم السلام کا تضرع)رجوع الی اللہ)ہے اورجھوٹوں پرخداکی لعنت اورعقوبت کامرتب ہونا اس کامعلول ہے،اوریہ ایک بلند مقام ہے کہ خداکی طرف سے کافروں کوہلاک کرنااورانھیں سزادیناپیغمبراسلام (ص) اورآپ کے اہل بیت علیہم السلام کے ذریعہ انجام پائے۔یہ مطلب آنحضرت (ص) کے اہل بیت)علیہم السلام)کی ولایت تکوینی کی طرف اشارہ ہے،جوخداوندمتعال کی ولایت کے برابر ہے۔
اگرکہاجائے کہ:میں"فاء"اگرچہ ترتیب کے لئے ہے لیکن ایسے مواقع پر"فاء"کے بعدوالاجملہ اس کے پہلے والے جملہ کے لئے مفسرقرار پاتاہے اور وہ تر تیب کہ جس پر کلمہ "فاء" دلالت کرتا ہے وہ تر تیب ذکری ہے جیسے:
)ہود/٤٥)
"اورنوح نے اپنے پروردگارکو آواز دی کہ پروردگارامیرافرزندمیری اہل سے ہے۔"
یہاں پرجملہء"فقال۔۔"جملہ "فنادیٰ" کوبیان)تفسیر)کرنے والاہے۔جواب یہ ہے:
اولاً:جس پرکلمہ"فاء"دلالت کرتاہے وہ ترتیب وتفریع ہے اوران دونوں کی حقیقت یہ ہے کہ"جن دوجملوں کے درمیان"فاء"نے رابطہ پیداکیاہے،ان دونوں جملوں کا مضمون ہے کہ دوسرے جملہ کامضمون پہلے جملہ پرمترتب ہے"
اوریہ"فاء"کاحقیقی معنی اورتفریع کالازمہ ہے۔یعنی ترتیب ذکری پر"فاء"کی دلالت اس کے خارج میں دومضمون کی ترتیب کے معنی میں نہیں ہے،بلکہ لفظ اور کلام میں ترتیب ہے لہذا اگراس پرکوئی قرینہ مو جودنہ ہوتوکلام کواس پرحمل

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نہیں کر سکتے۔اس صورت میں ایہء شریفہ آنحضرت (ص) کے خاندان کے لئے ایک عظیم مر تبہ پردلالت رہی ہے کیونکہ ان کی دعاپیغمبراسلام (ص) کی دعا کے برابرہے اورمجموعی طور پریہ دعااس واقعہ میں جھوٹ بولنے والوں پر ہلاکت اورعذاب ا لہٰی نازل ہو نے کا باعث ہے۔
دو سرے یہ کہ:جملہء"فنجعل لعنة اللّٰہ"میں مابعد"فاء"جملہء سابق یعنی "نبتھل"کے لئے بیّن اورمفسّرہونے کی صلاحیت نہینرکھتاہے،کیونکہ دعاکرنے والے کا مقصدخداسے طلب کر ناہے نہ جھوٹوں پرلعنت کر نا۔اس صفت کے پیش نظراس کو لعنت قرار دینا)جو ایک تکوینی امر ہے) پہلے پیغمبراسلام (ص)اورآپکے اہل بیت علیہم السلام سے مستندہے اوردوسرے"فاء"تفریع کے ذریعہ ان کی دعاپر متو قف ہے۔گویااس حقیقت کا ادراک خودنجران کے عیسائیوں نے بھی کیاہے۔اس سلسلہ میں ہم فخررازی کی تفسیر مینذکرکئے گئے ایک جملہ پرتوجہ کرتے ہیں:
"...فقال أسقف نجران: یامعشرالنصاریٰ! إنّی لأری وجوہاً لوسألو الله أن یزیل جبلاً من مکانہ لأزالہ بہا فلا تباہلوا فتہلکوا ولایبقی علی وجہ الأرض نصرانّی إلیٰ یوم القیامة۔"١
"نجران کے) عسائی)پادریان نورانی چہروں کودیکھ کرانتہائی متاثرہوئے اور بو لے اے نصرانیو!میں ایسے چہروں کودیکھ رہاہوں کہ اگروہ خدا سے پہاڑ کے اپنی جگہ سے ٹلنے کاٰ مطالبہ کریں تووہ ضرور اپنی جگہ سے کھسک جا ئیں گے۔اس لئے تم ان سے مباہلہ نہ کرنا،ورنہ ہلاک ہوجاؤگے اورزمین پرقیامت تک کوئی عیسائی باقی نہیں بچے گا۔"
غورکرنے سے معلوم ہوتاہے کہ آیہء شریفہ کے مضمون میں درج ذیل اموروا ضح طور پربیان ہوئے ہیں:
١۔پیغمبراکرم (ص)،اپنے اہل بیت علیہم السلام کواپنے ساتھ لے آئے تاکہ وہ آپ کے ساتھ اس فیصلہ کن دعامیں شر یک ہوں اورمباہلہ آنحضرت (ص)اورآپ کے اہل بیت علیہم السلام کی طرف سے مشترک طور پر انجام پائے تاکہ جھوٹوں پرلعنت اورعذاب نازل ہونے میں مؤثرواقع ہو۔
٢۔آنحضرت (ص)اورآپکے اہل بیت (ع)کاایمان و یقین نیز آپ کی رسالت اور دعوت کا مقصد تمام لوگوں کے لئے واضح ہوگیا۔
٣۔اس واقعہ سے آنحضرت (ص) کے اہل بیت علیہم السلام کا بلند مرتبہ نیز اہل بیت کی آنحضرت (ص) سے قربت دنیاوالوں پرواضح ہوگئی۔
اب ہم یہ دکھیں گے کہ پیغمبراسلام)ص)"أبنائنا")اپنے بیٹوں)"نسائنا")اپنی عورتوں)اور"أنفسنا")اپنے نفسوں)میں سے کن کواپنے ساتھ لاتے ہیں؟
١۔التفسیر الکبیر،فخر رازی،ج٨،ص٨٠،داراحیائ التراث العربی۔

تیسرامحور

مباہلہ میں پیغمبر (ص)اپنے ساتھ کس کو لے گئے

شیعہ اور اہل سنّت کااس پراتفاق ہے کہ پیغمبراسلام (ص) مباہلہ کے لئے علی، فاطمہ، حسن اورحسین علیہم السلام کے علاوہ کسی اورکواپنے ساتھ نہیں لائے۔اس سلسلہ میں چندمسائل قابل غورہیں:
الف:وہ احادیث جن میں پیغمبر (ص) کے اہل بیت علیہم السلام کامیدان مباہلہ میں حاضرہونابیان کیاگیاہے۔
ب:ان احادیث کا معتبراورصحیح ہونا۔
ج۔اہل سنّت کی بعض کتابوں مینذکرہوئی قابل توجہ روایتیں۔
مباہلہ میں اہل بیت رسول)ص)کے حاضر ہونے کے بارے میں حدیثیں ١۔اہل سنّت کی حد یثیں:
چونکہ اس کتاب میں زیادہ تر روئے سخن اہل سنّت کی طرف ہے لہٰذااکثرانھیں کے منابع سے احادیث نقل کی جائیں گی۔نمو نہ کے طورپراس حوالے سے چنداحادیث نقل کی جا رہی ہیں:

پہلی حدیث:
صحیح مسلم)١)سنن ترمذی)٢)اورمسنداحمد)٣)مینیہ حدیث نقل ہوئی ہےجس کی متفق اور مسلم لفظیں یہ ہیں:
١۔صحیح مسلم،ج٥،ص٢٣کتاب فضائل الصحابة،باب من فضائل علی بن ابیطالب،ح٣٢،موسسئہ عزالدین للطباعةوالنشر
٢۔سنن ترمذی،ج٥،ص٥۶٥ دارالفکر ٣۔مسنداحمد،ج،١،ص١٨٥،دارصادر،بیروت
"حدثنا قتیبة بن سعید و محمد بن عباد... قالا: حدثنا حاتم)و ہو ابن اسماعیل) عن بکیر بن مسمار، عن عامر بن سعد بن أبی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

وقاص، عن أبيہ، قال: أمر معاويہ بن أبی سفيان سعداً فقال: ما منعک أن تسب أبا التراب؟ فقال: أماّ ما ذکرتُ ثلاثاً قالہنّ لہ رسوالله (ص) فلن أسبّہ۔ لأن تکون لی واحدة منہنّ أحبّ إلیّ من حمرالنعم۔
سمعت رسول لله (ص) يقول لہ لماّ خلّفہ فی بعض مغازيہ فقال لہ علیّ: يا رسول الله، خلّفتنی مع النساء والصبيان؟ فقال لہ رسول الله (ص):أما ترضی أن تکون منّی بمنزلة ہارون من موسی إلاّ انہ لانبوة بعدی؟
و سمعتہ يقول يوم خيبر: لأُعطيّن الراية رجلاً يحبّ الله و رسولہ و يحبّہ الله و رسولہ۔ قال: فتطاولنا لہا۔ فقال: اُدعو الی علياً فأُتی بہ أرمد، فبصق فی عينہ ودفع الراية إليہ،ففتح الله عليہ۔
ولمآنزلت ہذہ الايةدعا
رسول الله-صلی الله عليہ وسلم -علياًوفاطمةوحسناًوحسيناً،
فقال:اللّہمّ ہؤلائ أہلی"۔
"قتيبةبن سعيد اور محمد بن عبادنے ہمارے لئے حديث نقل کی،-- عامربن سعدبن ابی وقاص سے اس نے اپنے باپ)سعد بن ابی وقاص)سے کہ معاويہ نے سعدکوحکم دياورکہا:تمھيں ابوتراب)علی بن ابيطالب عليہ السلام)کودشنام دينے اور برا بھلا کہنے سے کو نسی چيز مانع ہوئی)سعدنے)کہا:مجھے تين چيزيں)تين فضيلتيں)ياديہيں کہ جسے رسول خداصلی الله عليہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے ميں فرمايا ہے،لہذامين انھيں کبھی بھی برابھلا نہيں کہوں گا۔اگرمجھ ميں ان تين فضيلتوں ميں سے صرف ايک پائی جاتی تووہ ميرے لئے سرخ اونٹوں سے محبوب ترہوتی:
۱۔ميں نے پيغمبرخدا (ص) سے سنا ہے ايک جنگ کے دوران انھيں)حضرت علی عليہ السلام)مدينہ ميں اپنی جگہ پررکھاتھااورعلی(عليہ السلام)نے کہا:يارسول الله!کياآپمجھے عورتوں اوربچوں کے ساتھ مدينہ ميں چھوڑرہے ہيں؟)آنحضرت (ص)نے) فرمايا:کياتم اس پرراضی نہيں ہوکہ ميرے ساتھ تمہاری نسبت وہی ہوجو ہارون کی)حضرت)موسی)عليہ السلام)کے ساتھ تھی،صرف يہ کہ ميرے بعد کوئی پيغمبرنہيں ہو گا؟ ۲۔ميں نے)رسول خدا (ص))سے سنا ہے کہ آپ نے روز خيبر علی کے با رے ميں فرمايا:بيشک ميں پرچم اس شخص کے ہاتھ ميں دوں گاجوخدا ورسول (ص)کو دوست رکھتاہے اورخداورسول (ص)اس کو دوست رکھتے ہيں۔)سعدنے کہا):ہم)اس بلندمرتبہ کے لئے)سراٹھاکر ديکھ رہے تھے)کہ آنحضرت (ص) اس امر کے لئے ہميں مقررفرماتے ہينيانہيں؟)اس وقت آنحضرت (ص)نے فرمايا: علی (عليہ السلام) کو ميرے پاس بلاؤ ۔ علی (عليہ السلام) کو ايسی حالات ميں آپکے پاس لايا گيا، جبکہ ان کی آنکھوں ميں دردتھا،آنحضرت (ص)نے اپنا آب دہن ان کی آنکھوں ميں لگا ياورپرچم ان کے ہاتھ ميں تھماديااورخدائے متعال نے ان کے ذريعہ سے مسلمانوں کوفتح عطاکی۔
۳۔جب يہ آيہ شريفہ نازل ہوئی:< قل تعالو اندع أبناء نا و أبنائکم و نسائنا و نسائکم و أنفسنا و أنفسکم۔۔>توپيغمبراکرم (ص)نے علی،فاطمہ،حسن اورحسين) عليہم السلام)کوبلاکرفرمايا:خدايا!يہ ميرے اہل بيت ہيں۔"
اس حديث سے قابل استفادہ نکات:
۱۔حديث ميں جوآخری جملہ آياہے:"اللّہمّ ہٰؤلاء أ ہلی"خدايا!يہ ميرے اہل ہيں،اس بات پردلالت کرتاہے"أبناء""نساء"اور"أنفس"جوآيہء شريفہ ميں ائے ہيں،وہ اس لحاظ سے ہے کہ وہ پيغمبرصلی الله عليہ وآلہ وسلم کے اہل ہيں۔
۲۔"أبناء""نساء"و"أنفس"ميں سے ہرايک جمع مضاف ہيں)جيساکہ پہلے بيان کياگيا)اس کا اقتضايہ ہے کہ آ نحضرت صلی الله عليہ وآلہ وسلم کواپنے خاندان کے تمام بيٹوں،عورتوں اور وہ ذات جو آپ کا نفس کہلاتی تھی،سب کوميدان مباہلہ ميں لائيں،جبکہ آپ نے"أبناء"ميں سے صرف حسن وحسينعليہما السلام کواور"نساء"سے صرف حضرت فاطمہ سلام الله عليہاکواور"أنفس"سے صرف حضرت علی عليہ السلام کواپنے ساتھ لايا۔اس مطلب کے پيش نظرجوآپ نے يہ فرمايا:"خدايا،يہ ميرے اہل ہيں"اس سے معلوم ہوتاہے کہ آنحضرت (ص) کے اہل صرف يہی حضرات ہيں اورآنحضرت (ص) کی بيوياں اس معنی ميں اپکے اہل کے دائرے سے خارج ہيں۔
۳۔"اہل"اور"اہل بيت"کے ايک خاص اصطلاحی معنی ہيں جوپنجتن پاک کہ جن کوآل عباواراصحاب کساء کہاجاتاہے،ان کے علاوہ دوسروں پر اس معنی کااطلاق نہيں ہو تاہے۔يہ مطلب،پيغمبراسلام (ص) کی بہت سی احا ديث سے کہ جو آيہء تطہير کے ذيل ميں ذکر ہوئی ہيں اور اس کے علاوہ دوسری مناسبتوں سے بيان کی ہيں گئی بخوبی استفادہ کيا جاسکتاہے۔

دوسری حديث:
فخررازی نے تفسيرکبيرميں ايہء مباہلہ کے ذيل ميں لکھاہے:
"روی أنّہ - عليہ السلام - لماّ أورد الدلائل علی نصاری نجران،ثمّ إنّہم أصروا علی جہلہم، فقال - عليہ السلام - إنّ الله أمرنی إن

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

لم تقبلوا الحجّة أن أباہلكم۔ فقالوا: يا أبا القاسم، بل نرجع فننظر فى أمرنا ثمّ نأتيک۔
فلمّا رجعوا قالوا للعاقب - وكان ذارأيہم - :يا عبدالمسيح، ماترى؟ فقال: و اللّٰہ لقد عرفتم يا معشر النصارى أنّ محمداً نبىّ مرسل و لقد جاء كم بالكلام الحق فى أمر صاحبكم و اللّٰہ ما باہل قوم نبياً قط فعاش كبيرہم و لا نبت صغيرہم! و لئن فعلتم لكان الا ستئصال ، فإن أبيتم إلاّ الإصرار على دينكم و الإقامة على ما أنتم عليہ فوادعوا الرجل و انصرفوا إلى بلادكم۔ و كان رسول اللّٰہ (ص)خرج وعليہ مرط من شعرأسود، وكان قد احتضن الحسين وأخذ بيد الحسن، و فاطمہ تمشى خلفہ وعلى - عليہ السلام - خلفہا، و ہو يقول:إذا دعوت فأمّنوا فقال أسقف نجران: يا معشر النصارى! إنّى لأرى وجوہاً لو سألوا اللّٰہ أن يزيل جبلاً من مكانہ لأزالہ بہا! فلا تباہلوا فتہلكوا، و لا يبقى على وجہ الأض نصرانىّ إلى يوم القيامة۔ ثمّ قالوا: يا أبا القاسم! رأينا أن لا نباہلک و أن نقرّک على دينک فقال:- صلوات اللّٰہ عليہ - فإذا أبيتم المباہلة فاسلموا يكن لكم ما للمسلمين، و عليكم ما على المسلمين، فأبوا، فقال: فإنىّ أُناجزكم القتال، فقالوا مالنا بحرب العرب طاقة، ولكن نصالک على أن لا تغزونا و لاتردّنا عن ديننا على أن نؤدّى إليک فى كل عام ألفى حلّة:ألفاً فى صفر و ألفافى رجب، و ثلاثين درعاً عادية من حديد، فصالحہم على ذلک۔وقال: والّذى نفسى بيده إنّ الہلاک قد تدلّى على أہل نجران، ولولاعنوالمسخوا قردة و خنازير و لاضطرم عليہم الوادى ناراً ولاستأ صل اللّٰہ نجران وأہلہ حتى الطير على رؤس الشجر و لما حالا لحوال على النصارى كلّہم حتى يہلكوا و روى أنّہ - عليہ السلام -لمّ خرج فى المرط الأسود فجاء الحسن -عليہ السلام - فأدخلہ، ثمّ جائ الحسين -عليہ السلام - فأدخلہ ،ثمّ فاطمة - عليہا السلام - ثمّ على - عليہ السلام - ثمّ قال:واعلم أنّ ہذه الرواية كالمتّفق على صحّتہا بين أہل التّفسير والحديث۔"۱

"جب پیغمبراسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں پردلائل واضح کردئے اور انہوں نے اپنی نادانی اورجہل پراصرارکیا،تو آنحضرت (ص) نے فرمایا:خدائے متعال نے مجھے حکم دیاہے اگرتم لوگوں نے دلائل کوقبول نہیں کیا تو تمہارے ساتھ مباہلہ کروں گا۔")انہوں نے)کہا:اے اباالقاسم!ہم واپس جاتے ہیں تاکہ اپنے کام کے بارے مینغوروفکرکرلیں،پھرآپکے پاس آئیں گے۔

۱۔تفسیرکبیرفخر رازی،ج۸،ص،۸،داراحیائ التراث العربی۔

جب وہ)اپنی قوم کے پاس)واپس چلے گئے،انہوں نے اپنی قوم کے ایک صاحب نظر کہ جس کا نام"عاقب"تھا اس سے کہا:اے عبدالمسیح!اس سلسلہ میں آپ کانظریہ کیا ہے؟اس نے کہا:اے گروہ نصاریٰ!تم لوگ محمد(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)کوپہنچانتے ہواورجانتے ہووہ ا للہ کے رسول ہیں۔اورآپ کے صاحب)یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام)کے بارے میں حق بات کہتے ہیں۔خداکی قسم کسی بھی قوم نے اپنے پیغمبرسے مباہلہ نہیں کیا،مگر یہ کہ اس قوم کے چھوٹے بڑے سب ہلاک ہو گئے ۔چنانچہ اگرتم نے ان سے مباہلہ کیاتو سب کے سب ہلاک ہوجاؤگے۔ اس لئے اگراپنے دین پرباقی رہنے کے لئے تمھیں اصرار ہے توانہیں چھوڑکراپنے شہر واپس چلے جاؤ۔پیغمبراسلام (ص))مباہلہ کے لئے)اس حالت میں باہرتشریف لائے کہ حسین(علیہ السلام)آپکی آغوش میں تھے،حسن(علیہ السلام)کاہاتھ پکڑے ہوئے تھے،فاطمہ (سلام اللہ علیہا)آپکے پیچھے اورعلی(علیہ السلام)فاطمہ کے پیچھے چل رہے تھے۔آنحضرت (ص)فرماتے تھے:"جب میں دعامانگوں تو تم لوگ آمین کہنا"نجران کے پادری نے کہا:اے گروہ نصاریٰ!میں ایسے چہروں کودیکھ رہاہوں کہ اگرخداسے دعا کریں کہ پہاڑاپنی جگہ سے ہٹ جائے تو وہ اپنی جگہ چھوڑ دے گا ۔لہذاان کے ساتھ مباہلہ نہ کرنا،ورنہ تم لوگ ہلاک ہوجاؤگے اور روی زمین پرقیامت تک کوئی عیسائی باقی نہیں بچے گا۔اس کے بعد انہوں نے کہا: اے اباالقاسم! ہمارا ارادہ یہ ہے کہ آپ سے مباہلہ نہیں کریں گے۔پیغمبراسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:اب جبکہ مباہلہ نہیں کررہے ہوتومسلمان ہوجاؤتاکہ مسلمانوں کے نفع ونقصان میں شریک رہو۔انہوں نے اس تجویزکوبھی قبول نہیں کیا۔آنحضرت (ص)نے فرمایا:اس صورت میں تمہارے ساتھ ہماری جنگ قطعی ہے۔انہوں نے کہا:عربوں کے ساتھ جنگ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔لیکن ہم آپ کے ساتھ صلح کریں گے تاکہ آپ ہمارے ساتھ جنگ نہ کریں اورہمیں اپنادین چھوڑنے پرمجبورنہ کریں گے،اس کے بدلہ میں ہم ہرسال آپ کودوہزارلباس دیں گے،ایک ہزار لباس صفرکے مہینہ میں اورایک ہزارلباس رجب کے مہینہ میں اورتیس ہزارآ ہنی زرہ اداکریں گے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس تجویزکوقبول کر لیااس طرح ان کے ساتھ صلح کرلی۔اس کے بعدفرمایا:قسم اس خداکی جس کے قبضہ میں میری جان ہے،اہل نجران نابودی کے دہانے پرپہو نچ چکے تھے،اگرمباہلہ کرتے توبندروں اورسوروں کی شکل میں مسنح ہوجاتے اورجس صحرامیں سکونت اختیار کر تے اس میں آگ لگ جاتی اورخدا وندمتعال نجران اوراس کے باشندوں کو نیست و نابود کر دیتا،یہاں تک کہ درختوں پرموجودپرندے بھی ہلاک ہوجاتے اورایک سال کے اندراندرتمام عیسائی صفحہء ہستی سے مٹ جاتے۔روایت میں ہے کہ جب پیغمبراکرم (ص)، اپنی پشمی کالی رنگ کی عبا پہن کر باہرتشریف لائے)اپنے بیٹے)حسن(علیہ السلام)کوبھی اس میں داخل کر لیا،اس کے بعدحسین(علیہ السلام) آگئے انہیں بھی عبا کے نیچے داخل کیا اس کے بعدعلی و فاطمہ)علیہما السلام)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تشریف لائے اس کے بعد فرمایا: ”پس اللہ کاارادہ ہے اے اہل بیت کہ تم سے ہر طرح کی کثافت وپلیدی سے دوررکھے اوراس طرح پاک وپاکیزہ رکھے جو پاک وپاکیزہ رکھنے کاحق ہے۔“علامہ فخر رازی نے اس حدیث کی صحت و صدا قت کے بارے میں کہا ہے کہ تمام علماء تفسیر و احادیث کے نزدیک یہ حدیث متفق علیہ ہے۔“

حدیث میں قابل استفادہ نکات:

اس حدیث میں درج ذیل نکات قابل توجہ ہیں:

۱۔اس حدیث مینرسول (ص) کے اہل بیت کاحضور اس صورت میں بیان ہواہے کہ خودآنحضرت (ص) آگے آگے)حسین علیہ السلام)کوگود میں لئے ہوئے ،حسن(علیہ السلام)کاہاتھ پکڑے ہوئے جوحسین(علیہ السلام)سے قدرے بڑے ہیں اورآپکی بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہاآپکے پیچھے اوران کے پیچھے(علیہ السلام) ہیں۔یہ کیفیت انتہائی دلچسپ اور نمایاں تھی۔کیو نکہ یہ شکل ترتیب آیہء مباہلہ میںذکرہوئی تر تیب و صورت سے ہم آہنگ ہے۔اس ہماہنگی کا درج ذیل ابعادمیں تجزیہ کیاجاسکتاہے:

الف:ان کے آنے کی ترتیب وہی ہے جوآیہء شریفہ میں بیان ہوئی ہے۔یعنی پہلے ”أبناء نا“اس کے بعد”نسائنا“اورپھرآخرپر”أ نفسنا“ہے۔

ب:یہ کہ رسول خدا (ص) اپنے چھوٹے فرزندحسین بن علی علیہماالسلام کوآغوش میں لئے ہوئے اوراپنے دوسرے فرزندخورد سال حسن بن علی علیہماالسلام کاہاتھ پکڑے ہوئے ہیں،یہ آیہء شریفہ میں بیان ہوئے”بناء نا“ کی عینی تعبیرہے۔

ج۔بیچ میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کاقرارپانااس گروہ میں”نساء نا“کے منحصربہ فردمصداق کے لئے آگے اورپیچھے سے محافظ قرار دیا جا نا،آیہء شریفہ میں”نساء نا“کی مجسم تصویر کشی ہے۔

۲۔اس حدیث میں پیغمبراکرم (ص)نے اپنے اہل بیت علیہم السلام سے فرمایا:اذادعوت فأ منوا“یعنی:جب میں دعاکروں توتم لوگ آمین ۱کہنااوریہ وہی

۱۔دعا کے بعد آمین کہنا،خدا متعال سے دعا قبول ہونے کی درخواست ہے۔

چیزہے جوآیہء مباہلہ میں ائی ہے:

یہاں پر”ابتہال“)دعا)کوصرف پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت دی گئی ہے،بلکہ”ابتہال“پیغمبرصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے دعاکی صورت میں اورآپ کے ہمراہ آئے ہوئے اعزّہ واقر باکی طرف سے آمین کہنے کی صورت میں محقق ہونا چاہئے تاکہ)اس واقعہ میں)جھوٹوں پرہلاکت اورعقوبت الہٰی واقع ہونے کاسبب قرارپائے،جیساکہ گزر چکا ہے۔

۳۔گروہ نصارٰی کی طرف سے اہل بیت علیہم السلام کی عظمت وفضیلت کا اعتراف یہاں تک کہ ان کے نورانی و مقدس چہروں کو دیکھنے کے بعد مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا۔

تیسری حدیث:

ایک اورحدیث جس میں”أبنائنا“،”نسائنا“اور”أنفسنا“کی لفظینصرف علی،فاطمہ،حسن اورحسین علیہم السلام پر صادق آتی ہیں،وہ حدیث”مناشد یوم الشوری“ہے۔اس حدیث میں امیرالمؤمنین حضرت علی علیہ السلام،اصحاب شوریٰ)عثمان بن عفان،عبدالرحمن بن عوف،طلحہ،زبیراورسعدبن ابی وقاص) سے کہ جس دن یہ شورٰی تشکیل ہوئی اورعثمان کی خلافت پرمنتج و تمام ہوئی،اپنے فضائل کی طرف اشارہ کرتے ہو ئے فرماتے ہیں۔اس طرح سے کہ ان تمام فضیلتوں کو یاد دلاتے ہوئے انہیں خداکی قسم دیتے ہیں اور ان تمام فضیلتوں کو اپنی ذات سے مختص ہونے کاان سے اعتراف لیتے ہیں۔حدیث یوں ہے:

”أخبر نا أبو عبد اللّٰہ محمد بن إبرہم، أنا ابوالفضل أحمد بن عبدالمنعم بن أحمد ابن بندار، أنا أبوالحسن العتیقی، أنا أبوالحسن الدارقطنی، أنا أحمد بن محمد بن سعید، أنا یحی بن ذکریا بن شیبان، أنا یعقوب بن سعید، حدثنی مثنی أبو عبداللّٰہ،عن سفیان الشوری، عن أبن إسحاق السبیعی، عن عاصم بن ضمرةوہبیرة و عن العلاء بن صالح، عن المنہال بن عمرو، عن عبادبن عبداللّٰہ الأسدی و عن عمروبن و اثلة قالوا: قال علیّ بن أبی طالب یوم الشوری: واللّٰہ لأحتجنّ علیہم بمالایستطیع قُرَشیّہم و لا عربیّہم و لا عجمیّہم ردّہ و لا یقول خلافہ۔ ثمّ قال لعثمان بن عفان ولعبدالرحمن بن عوف و الزبیر و لطلحة وسعد - و ہن أصحاب الشوری و کلّہم من قریش، و قد کان قدم طلحة - أُنشدکم باللّٰہ الذی لا إلہ إلّاہو، أفیکم أحد وحّد اللّٰہ قبلی؟ قالوا:اللّٰہمَّ لا۔ قال: أنشدکم باللّٰہ، أفیکم أحد أخو رسول اللّٰہ - صلی اللّٰہ علیہ وسلم - غیری، إذ آخی بین المؤمنین فأخی بینی و بین نفسہ و جعلنی منہ بمنزلة ہارون من موسی إلّا أنی لست بنبیً؟قالوا:لا۔قال:أنشدکم باللّٰہ،أفیکم مطہَّرغیری،إذسدّ رسول اللّٰہ (ص) أبوابکم و فتح بابی و کنت معہ فی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مساکنہ ومسجدہ؟ فقام إلیہ عمّہ فقال: یا رسول اللّٰہ، غلّقت أبوابنا و فتحت باب علیّ؟ قال: نعم، اللّٰہ أمر بفتح با بہ وسدّ أبوابکم !!! قالوا:اللّٰہمّ لا۔ قال: نشدتکم باللّٰہ، أفیکم أحد أحب إلی اللّٰہ و إلی رسولہ منّی إذ دفع الرایۃ إلیّ یوم خیر فقال : لأعطینّ الرایۃ إلی من یحبّ اللّٰہ و رسولہ و یحبّہ اللّٰہ و رسولہ، و یوم الطائر إذ یقول: " اللّٰہمّ ائتنی بأحب خلقک إلیک یأکل معی"، فجئت فقال: " اللّٰہمّ و إلی رسولک ، اللّٰہمّ و إلی رسولک"

غیری؟ ۱ قالوا:اللّٰہمّ لا قال:نشدتکم باللّٰہ، أفیکم أحد قدم بین یدی نجواہ صدقۃ غیری حتی رفع اللّٰہ ذلک الحکم؟ قالوا: اللّٰہمّ لا۔قال:نشدتکم باللّٰہ، أفیکم من قتل مشرکی قریش و العرب فی اللّٰہ و فی رسولہ غیری؟ قالوا:اللّٰہمّ لا۔قال: نشدتکم باللّٰہ، أفیکم أحد دعا رسول اللّٰہ (ص) فیالعلم و أن یکون أُذنہ الو اعیۃ مثل ما دعالی؟ قالوا: اللّٰہمّ لا قال: نشدتکم باللّٰہ، ہل فیکم أحد أقرب إلی رسول اللّٰہ (ص) فی الرحم و من جعلہ و رسول اللّٰہ (ص) نفسہ و إبناء أنبائہ و۔۔۔غیری؟ قالوا:اللّٰہم لا۔۔۔"۲

اس حدیث کومعاصم بن ضمرۃوہبیرۃاورعمروبن وائلہ نے حضرت)علی علیہ السلام) سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے شوریٰ کے دن یوں فرمایا:

"خداکی قسم بیشک میں تمہارے سامنے ایسے استدلال پیش کروں گا کہ اھل عرب و عجم نیز قریش میں سے کوئی شخص بھی اس کومستردنہیں کرسکتااورمذہبی اس کے خلاف کچھ کہہ سکتا ہے۔میں تمھیں اس خداکی قسم دلاتاہوں جس کے سوا کوئی خدانہیں ہے،کیاتم لوگوں میں کوئی ایسا ہے جس نے مجھ سے پہلے خدائے واحدکی پرستش کی ہو۔؟ انہوں نے کہا: خدا شاہد ہے! نہیں۔ آپ(ع)نے فرمایا:تمھیں خداکی قسم ہے،کیاتم لوگوں میں میرے علاوہ کوئی ہے،جورسول (ص) کا بھائی ہو،جب)آنحضرت (ص)نے)مؤمنین کے درمیان اخوت اوربرادری برقرارکی،اورمجھے اپنا بھائی بنایااور میرے بارے ۱۔شائدمقصودیہ ہوکہ"خداوندا!تیرے پیغمبر(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)کے نزدیک بھی محبوب ترین مخلوق علی)علیہ السلام ہیں۔"

۲۔تاریخ مدینہ دمشق،ج۴۲،ص۴۳۱،دارالفکر

میں یہ ارشاد فر ما یا کہ:" تمہاری نسبت مجھ سے ویسی ہی جیسے ہارون کی موسی سے تھی سوائے اس کے کہ میں نبی نہیں ہوں "۔

انہوں نے کہا:نہیں۔فرمایا:تمھیں خداکی قسم دے کر کہتاہوں کہ کیامیرے علاوہ تم لوگوں میں کوئی ایساہے جسے پاک وپاکیزہ قراردیاگیاہو،جب کہ پیغمبرخداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے گھروں کے دروازے مسجدکی طرف بندکردئیے تھے اورمیرے گھرکادروازہ کھلارکھا تھااورمیں مسکن ومسجدکے سلسلہ میں انحضرت (ص)کے ساتھ)اور آپ کے حکم میں)تھا،چچا)حضرت)عباس اپنی جگہ اٹھے اورکہا:اے اللہ کے رسول !ہمارے گھروں کے دروازے بند کر دئیے اورعلی) علیہ السلام)کے گھرکاادروازہ کھلارکھا؟

پیغمبر (ص) نے فرمایا:یہ خدائے متعال کی طرف سے ہے کہ جس نے ان کے دروازہ کوکھلارکھنے اورآپ لوگوں کے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا؟

انہوں نے کہا:خداشاہدہے،نہیں۔فرمایا:تمھیں خداکی قسم دلاتاہوں،کیا تمہارے درمیان کوئی ہے جسے خدااوررسول مجھ سے زیادہ دوست رکھتے ہوں،جبکہ پیغمبر (ص)نے خیبرکے دن علم اٹھاکرفرمایا"بیشک میں علم اس کے ہاتھ میں دونگاجوخداورسول (ص) کودوست رکھتاہے اورخدااوررسول اس کودوست رکھتے ہیں"اورجس دن بھنے ہوئے پرندہ کے بارے میں فرمایا:"خدایا!میرے پاس اس شخص کو بھیج جسے توسب سے زیادہ چاھتا ہے تاکہ وہ میرے ساتھ کھا نا کھائے۔"اوراس دعاکے نتیجہ میں،میں اگیا۔میرے علاوہ کون ہے جس کے لئے یہ اتفاق پیش آیا ہو؟

انہوں نے کہا:خداشاہد ہے،نہیں۔

فرمایا:تمھیں خداکی قسم دلاتاہوں،کیاتم لوگوں میں میرے علاوہ کوئی ہے،جس نے پیغمبر سے سرگوشی سے پہلے صدقہ دیاہو،یہاں تک کہ خدائے وند متعال نے اس حکم کو منسوخ کر دیا؟

انہوں نے کہا۔خدا شاہدہے نہیں۔

فرمایا:تمھیں خداکی قسم ہے،کیاتم لوگوں میں میرے علاوہ کوئی ہے،جس نے قریش اورعرب کے مشرکین کوخدااوراس کے رسول (ص)کی راہ میں قتل کیاہو؟

انہوں نے کہا:خدا گواہ ہے،نہیں۔

فرمایا:تمھیں خداکی قسم ہے،کیاتم لوگوں میں میرے علاوہ کوئی ہے،جس کے حق میں پیغمبراکرم (ص))افزائش)علم کے سلسلہ میں دعاکی ہواوراذن واعیہ)گوش شنوا)کا خدا سے مطالبہ کیاہو،جس طرح میرے حق میں دعاکی؟انہوں نے کہا:خدا گواہ ہے،نہیں۔فرمایا:تمھیں خداکی قسم ہے،کیاتم لوگوں میں کوئی ہے جوپیغمبراکرم (ص)سے رشتہ داری میں مجھ سے زیادہ نزدیک ہواورجس کوپیغمبرخدا (ص)نے اپنا نفس،اس کے بیٹوں کواپنے بیٹے کہاہو؟انہوں نے کہا:خدا گواہ ہے،نہیں۔"

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اس حدیث میں مباہلہ میں شریک ہو نے والے افراد،کہ جنھیں پیغمبراکرم (ص)اپنے ساتھ لائے تھے وہ،علی،فاطمہ،حسن،وحسین)علیہم السلام)کی ذات تک محدود ہیں۔

حدیث کامعتبراورصحیح ہونا:
ا ہل سنت کی احادیث کے بارے میں ہم صرف مذکورہ احادیث ہی پراکتفاکرتے ہیں،اوران احادیث کے مضمون کی صحت کے بارے میں یعنی مباہلہ میں صرف پنجتن آل عبا)پیغمبر کے علاوہ علی،فاطمہ حسن وحسین علیہم السلام)ہی شا مل تھے اس حوالے سے صرف حاکم نیشابوری کے درج ذیل مطالب کی طرف اشارہ کرتے ہیں:
وہ اپنی کتاب"معرفۃعلوم الحدیث"۱میں پہلے آیہء مباہلہ کے نزول کوابن عباس سے نقل کرتاہے اور وہ انفسنا سے حضرت علی علیہ السلام،"نسائنا"سے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہااور"أبناء نا"سے حسن وحسین علیہما السلام مراد لیتا ہے۔اس کے بعدابن عباس اور دوسروں سے اس سلسلہ میں نقل کی گئی روایتوں کومتواترجانتے ہوئے کے اہل بیت(ع)کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس فرمائش:"ہؤلائ أبنائناوأنفسنا ونسائنا"کے سلسلہ میں یاددہانی کراتاہے۔
چنا نچہ اس باب میں اصحاب کے ایک گروہ جیسے جابربن عبداللہ،ابن عباس اور امیرالمؤمنین کے حوالے سے مختلف طرق سے احادیث نقل ہو ئی ہیں،اس مختصرکتاب میں بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے،اس لئے ہم حاشیہ میں بعض ان منابع کی طرف اشارہ کرنے ہی پر اکتفاکرتے ہیں۲
۱۔معر فة علوم الحدیث،ص۵۰،دارالکتب العلمیة،بیروت
۲۔احکام القرآن /جصاص/ج۲/ص۱۴دارالکتاب العربی بیروت، اختصاص مفید/ص۵۶/من منشورات جماعة المدرسین فی الحوزة العلمیة، اسباب النزول /ص۶۸/دارالکتب العلمیة بیروت،اسد الغابة/ ج۴/ ص۲۵/ داراحیائ التراث العربی بیروت الا صابہ/ج۲/جزء ۴/ص۲۷۱، البحر المحیط/ج۳/ ص۴۷۹/ داراحیائ التراث العربی بیروت،البدایة و النهایة/ ج۵/ ص۴۹ دارالکتب العلمیة بیروت، البرهان/ ج۱/ص۲۸۹/ مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان، التاج الجامع للاصول/ ج۳/ ص۳۳۳/داراحیاء التراث العربی بیروت، تاریخ مدینہ دمشق/ج۴۲/ص۱۳۴/ دارالفکر، تذکرہ خواص الامة/ ص۱۷/ چاپ نجف، تفسیر ابن کثیر/ج۱/ص۳۷۸/دارالنعرفة بیروت،تفسیربیضاوی/ج۱/ص۱۶۳/دارالکتب العلمیة بیروت، تفسیرخازن) الباب التأویل) /ج۱/ص۲۳۶/دارالفکر، تفسیر الرازی/ج۸/ص۸۰/داراحیاء التراث العربی بیروت، تفسیرالسمر قندی) بحرالعلوم)/ج۱ص/۲۷۴دارالکتب العلمیة بیروت، تفسیر طبری/ ج۳ /ص۳۰۱۔۲۹۹/دالفکر،تفسیر طنطاوی/ ج۲/ ص۱۳۰/ دارالمعارف القاہرة، تفسیر علی بن ابراہیم قمی /ج۱/ص۱۰۴، تفسیر الماوردی/ ج۱/ ص۳۸۹و۳۹۹/ مؤسسة ظالکتب الثقافیة/ دارالکتب العلمیة بیروت، التفسیر المنیر/ج۳/ ص۲۴۵ ،۲۴۸، ۲۴۹/ دارالفکر، تفسیرالنسفی) در حاشیہئ خازن)/ ج۱/ ص۲۳۶/دارالفکر،تفسیر
۲۔شیعہ امامیہ کی احادیث
شیعہ روایتوں میں بھی اس واقعہ کے بارے میں بہت سی فراوان احادیث موجود ہیں،یہاں پرہم ان میں سے چنداحادیث کونمونہ کے طورپرذکرکرتے ہیں:

پہلی حدیث
امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ،جب نجران کے عیسائی پیغمبراسلام (ص) کے پاس آئے،ان کی نمازکا وقت ہو گیاوہیں پرگھنٹی بجائی اور)اپنے طریقہ سے)نماز پڑھنا شروع کےا۔اصحاب نے کہا:اللہ کے رسول یہ لوگ آپکی مسجد مینیونعمل کررہے ہیں!آپ نے فرما یا: انھیں عمل کر نے دو۔
جب نمازسے فارغ ہوئے،پیغمبراکرم (ص)کے قریب آئے اورکہا:ہمیں آپ کس چیزکی دعوت دیتے ہو؟
النیشابوری/ج۳/ص۲۱۳/دارالمعرفة بیروت،تلخیص المستدرک/ج۳/ص۱۵۰/دارالمعرفة بیروت،جامع احکام القرآن/قرطبی/ج۴/ص۱۰۴/دارالفکر، جامع الاصول/ج۹/ص۴۶۹داراحیاء التراث العربی،الجامع الصحیح للترمذی/ج۵/ص۵۹۶/دارالفکر، الدرالمنثور/ج۲/ص۲۳۳۔۲۳۰/دارالفکر، دلائل النبوة ابونعیم اصفہانی/ص۲۹۷، ذخائر العقبی/ص۲۵/مؤسسةالوفائ بیروت، روح المعانی/ج۳/ص۱۸۹/داراحیائ التراث العربی، الریاض النضرة/ج۳/ص۱۳۴/دارالندوة الجدید بیروت، زاد المسیر فی علم التفسیر/ج۱/ص۳۳۹/دارالفکر، شواہد التنزیل/حاکم حسکانی/ج۱/ص۱۶۷۔۱۵۵/مجمع احیائ الثقافة الاسلامیة، صحیح مسلم/ج۵/ص۲۳/کتاب فضائل الصحابة/باب فضائل علی بن ابی طالب /ح۳۲/مؤ سسة عزّالدین، الصواعق المحرقة/ص۱۴۵/مکتبة القاہرة، فتح القدیر/ج۱/ص۳۱۶/ط مصر)بہ نقل احقاق)، فرائد السمطین/ج۲/ص۲۴،۲۳/مؤ سسةالمحمودیبیروت، الفصول المہمة/ص۲۵۔۱۲۶،۲۳۔۱۲۷/منشورات الاعلمی،

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کتاب التسہیل لعلوم التنزیل /ج۱/ص۱۰۹/دار الفکر، الکشاف/ج۱/دار المعرفة بیروت، مدارج النبوة/ص۵۰۰بمبئی)بہ نقل احقاق)،المستدرک علی الصحیحن/ج۳/ص۱۵۰/دار العرفةبیروت،مسند احمد/ج۱/ص۱۸۵/دار صادربیروت، مشکوةالمصابیح/ج۳/ص۱۷۳۱/المکتب الاسلامی، مصابیح السنة/ج۴/ص۱۸۳/دار المعرفة بیروت، مطالب السئول/ص۷/چاپ تہران، معالم التنزیل /ج۱/ص۴۸۰/دار الفکر، معرفة اصول الحدیث/ص۵۰/دار الکتب العلمیة بیروت، مناقب ابن مغازلی /ص۲۶۳/المکتبة الاسلامیة تہران

آپنے فرمایا:اس کی دعوت دیتاہوں کہ،خدائے واحدکی پرستش کرو، میں خدا کارسول ہوں اورعیسیٰ خدا کے بندے اور اس کے مخلوق ہینوہ کھاتے اورپیتے ہیں نیزقضائے حاجت کرتے ہیں۔

انہوں نے کہا:اگروہ خدا کے بندے ہیں تواس کاباپ کون ہے؟

پیغمبرخدا (ص) پروحی نازل ہوئی کہ اے رسول ان سے کہدیجئے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں کیاکہتے ہیں؟وہ خداکے بندے اوراس کی مخلوق ہیں اورکھاتے اورپیتے ہیں...اورنکاح کرتے ہیں۔

آپنے فرمایا:اگرخداکے ہربندے اورمخلوق کے لئے کوئی باپ ہوناچاہئے توآدم علیہ السلام کا باپ کون ہے؟وہ جواب دینے سے قاصررہے۔خدائے متعال نے درج ذیل دوآیتیں نازل فرمائیں:

(آل عمران /۶۱)

''عیسی کی مثال اللہ کے نزدیک آدم جیسی ہے کہ انھیں مٹی سے پیداکیااورپھرکہاہوجاتو وہ پیداہوگئے...اے پیغمبر!علم کے آجانے کے بعدجولوگ تم سے کٹ حجتی کریں ان سے کہدیجئے کہ ٹھیک ہے تم اپنے فرزند،اپنی عورتوں اوراپنے نفسوں کو بلاؤاور ہم بھی اپنے فرزند،اپنی اپنی عورتوں اور اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں پھرخداکی بارگاہ میں دونوں ملکردعاکریں اورجھوٹوں پرخداکی لعنت کریں''

پیغمبراکرم (ص) نے فرمایا:''میرے ساتھ مباہلہ کرو،اگر میں نے سچ کہاہوگاتوتم لوگوں پرعذاب نازل ہوگااوراگرمیں نے جھوٹ کہاہوگاتومجھ پر عذاب نازل ہوگا''

انہوں نے کہا:آپنے منصفانہ نظریہ پیش کیاہے اورمباہلہ کوقبول کیاجب وہ لوگ اپنے گھروں کولوٹے،ان کے سرداروں نے ان سے کہا:اگرمحمد (ص)اپنی قوم کے ہمراہ مباہلہ کے لئے تشریف لا ئیں ،تووہ پیغمبرنہیں ہیں،اس صورت میں ہم ان کے ساتھ مباہلہ کریں گے،لیکن اگر وہ اپنے اہل بیت)علیہم السلام)اوراعزہ کے ہمراہ تشریف لا ئیں توہم ان کے ساتھ مباہلہ نہیں کریں گے۔

صبح کے وقت جب وہ میدان مباہلہ میں اگئے تودیکھاکہ پیغمبر (ص) کے ساتھ علی،فاطمہ،حسن اورحسین علیہم السلام ہیں۔اس وقت انہوں نے پوچھا:یہ کون لوگ ہیں؟ان سے کہاگیا:وہ مردان کاچچا زادبھائی اورداماد علی بن ابیطالب ہیں اور وہ عورت ان کی بیٹی فاطمہ ہے اوروہ دوبچے حسن اورحسین)علیہماالسلام)ہیں۔

انہوں نے مباہلہ کر نے سے انکار کیا اورآنحضرت (ص)سے کہا:''ہم آپ کی رضایت کے طا لب ہیں۔ہمیں مباہلہ سے معاف فرمائیں۔''آنحضرت (ص) نے ان کے ساتھ صلح کی اورطے پایاکہ وہ جزیہ اداکریں۔۱

دوسری حدیث

سیدبحرانی،تفسیر''البرہان''میں ابن بابویہ سے اورحضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں:

''حضرت)امام رضا علیہ السلام)نے مامون اور علماء کے ساتھ)عترت وامت میں فرق اورعترت کی امت پرفضیلت کے بارے میں)اپنی گفتگو میں فرمایا:جہاں پر خدائے متعال

۱۔تفسیر علی بن ابراھیم،مطبعة النجف ،ج۱،ص۱۰۴،البرہان ج۱،ص۲۸۵

ان افرادکے بارے میں بیان فرماتاہے جو خدا کی طرف سے خاص طہار ت و پاکیزگی کے مالک ہیں،اور خدااپنے پیغمبر(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)کوحکم دیتاہے کہ مباہلہ کے لئے اپنے اہل بیت کو اپنے ساتھ لائیں اورفرماتاہے:

علماء نے حضرت سے کہا: آیہ میں'أنفسنا''سے مرادخودپیغمبر (ص) ہیں!امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:آپ لوگوں نے غلط سمجھا ہے۔بلکہ''أنفسنا'' سے مرادعلی بن ابیطالب(علیہ السلام)ہیں۔اس کی دلیل یہ ہے کہ پیغمبراکرم (ص) نے بنی ولیعہ سے فرمایا: ''أولأبعثنّ إلیہم رجلاً کنفسی''یعنی:''بنی ولیعہ کواپنے امورسے دست بر دار ہو جا ناچاہئے، ورنہ میں اپنے مانندایک مردکوان کی طرف روانہ کروں گا۔''

''أبنا ء نا'' کے مصداق حسن وحسین)علیہماالسلام)ہیں اور''نساء نا''سے مراد فاطمہ (سلام اللہ علیہا) ہیں اوریہ ایسی فضیلت ہے،جس تک کوئی نہیں پہونچ سکااوریہ ایسی بلندی ہے جس تک انسان کاپہنچنااس کے بس کی بات نہیں ہے اوریہ ایسی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

شرافت ہے جسے کوئی حاصل نہیں کرسکتاہے۔یعنی علی(علیہ السلام)کے نفس کواپنے نفس کے برابرقراردیا۔۱

تیسری حدیث
اس حدیث میں،ہارون رشید،موسی بن جعفر علیہ السلام سے کہتاہے:آپ کس طرح اپنے آپ کوپیغمبر (ص) کی اولادجانتے ہیں جبکہ انسانی نسل بیٹے سے پھیلتی ہے اورآپ پیغمبر (ص) کی بیٹی کے بیٹے ہیں؟
امام)علیہ السلام)نے اس سوال کا جواب دینے سے معذرت چاہی ۔ہارون نے کہا:اس مسئلہ میں اپ کواپنی دلیل ضروربیان کرنا ہو گی آپ فرزندان،علی علیہ السلام کا یہ دعوی
۱۔تفسیر البرہان،ج۱،ص۲۸۹،مؤسسہئ مطبو عاتی اسما عیلیان
ہے آپ لوگ قرآن مجیدکامکمل علم رکھتے ہیں نیز آپ کا کہنا ہے کہ قرآن مجیدکاایک حرف بھی آپ کے علم سے خارج نہیں ہے اوراس سلسلہ میں خداوندمتعال کے قول:۱
سے استدلال کرتے ہیں اوراس طرح علماء کی رائے اوران کے قیاس سے اپنے آپ کوبے نیاز جانتے ہو!
حضرت)امام مو سی کاظم علیہ السلام)نے ہارون کے جواب میں اس آیہء شریفہ کی تلاوت فرمائی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوحضرت ابراھیم علیہ السلام کی ذریت تایاگیا ہے:
< و من ذرّیّتہ داود و سلیمان و أیوب و یوسف و موسی و ہارون و کٰذلک نجزی المحسنین زکریا و یحی و عیسی وإلیاس۔۔۔>۲
''اورپھرابراھیم کی اولاد میں داؤد،سلیمان،ایوب،یوسف،موسیٰ اورہارون قراردیا اورہم اسی طرح نیک عمل کرنے والوں کوجزادیتے ہیں۔اورزکریا،یحیٰ،عیسیٰ اورالیاس کو بھی رکھاجوسب کے سب نیک عمل انجام دینے والے ہیں ۔''
اس کے بعد امام (علیہ السلام)نے ہارون سے سوال کیا:حضرت عیسیٰ(علیہ السلام)کاباپ کون تھا؟اس نے جواب میں کہا:عیسیٰ(علیہ السلام)بغیرباپ کے پیداہوئے ہیں۔امام (ع)نے فرمایا:جس طرح خدائے متعال نے جناب عیسی کوحضرت مریم(سلام اللہ علیہا)کے ذریعہ ذریت انبیاء)علیہم السلام)سے ملحق کیاہے اسی طرح ہمیں بھی اپنی والدہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہاکے ذریعہ پیغمبراکرم (ص)سے ملحق فرمایاہے۔
اس کے بعد حضرت(ع)نے ہارون کے لئے ایک اور دلیل پیش کی اور اس کے لئے
۱۔انعام/۳۸
۲۔انعام/۸۴۔۵
آیہء مباہلہ کی تلاوت کی اورفرمایا:کسی نے یہ دعوی نہیں کیاہے کہ مباہلہ کے دوران، پیغمبراکرم (ص)نے علی،فاطمہ،حسن اورحسین علیہم السلام کے علاوہ کسی اورکو زیر کساء داخل کیاہو۔اس بناء پر آیہء شریفہ میں''أبنائنا''سے مرادحسن وحسین) علیہماالسلام) ''نسائنا''سے مرادفاطمہ (سلام اللہ علیہا) اور''أنفسنا''سے مرادعلی علیہ السلام ہیں۔۱

چوتھی حدیث
اس حدیث میں کہ جسے شیخ مفیدنے''الاختصاص''مینذکرکیاہے۔موسی بن جعفرعلیہ السلام نے فرمایا:پوری امت نے اس بات پراتفاق کیاہے کہ جب پیغمبراکرم (ص) نے اہل نجران کومباہلہ کے لئے بلایا تو زیر کساء)وہ چادر جس کے نیچے اہل بیت رسول تشریف فرما تھے (علی، فاطمہ،حسن اورحسین علیہم السلام کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔اس بنائ پرخدائے متعال کے قول:< فقل تعالوا ندع أبنائنا و أبناء کم و نساء نا و نسائکم و أنفسنا و أنفسکم> میں ''أبنائنا''سے حسن وحسین)علیہماالسلام)''نسائنا''سے فاطمہ سلام اللہ علیہااور ''أنفسنا''سے علی بن ابیطالب علیہ السلام مرادہیں۔۲

شیخ محمدعبدہ اوررشیدرضاسے ایک گفتگو
صاحب تفسیر''المنار''پہلے تو فر ما تے ہیں کہ''روایت ہے کہ پیغمبراکرم (ص)نے مباہلہ کے لئے علی(ع)وفاطمہ(س)اوران کے دو نوں بیٹوں کہ خدا کا ان پر درودو سلام ہوکاانتخاب کیااورانھیں میدان میں لائے اور ان سے فرمایا:''اگرمیں دعا کروں تو تم لوگ آمین کہنا''روایت کوجاری رکھتے ہوئے اختصار کے ساتھ مسلم اورترمذی کو بھی نقل کرتے ہیں اس کے بعد کہتے ہیں:
۱۔البرہان ،ج۱،ص۲۸۹،مؤسسہ مطبو عاتی اسماعیلیان
۲۔الاختصاص،ص۵۶،من منشورات جماعۃالمدرسین فی الحوزۃالعلمیۃ
استاداامام)شیخ محمدعبدہ)نے کہاہے:اس سلسلہ مینروایتیں متفق علیہ ہیں کہ پیغمبر (ص) نے مباہلہ کے لئے علی(ع)فاطمہ(س)اوران کے بیٹوں کومنتخب کیا ہے اورآیہء شریفہ میں لفظ''نسائنا'' فاطمہئ کے لئے اورلفظ''أنفسنا'' کا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

استعمال علی کے لئے ہواہے۔لیکن ان روایتوں کاسرچشمہ شیعہ منابع ہیں)اورانہوں نے یہ احادیث گھڑلی ہیں)اور اس سے ان کا مقصدبھی معلوم ہے۔وہ حتی الامکان ان احادیث کو شائع و مشہور کرنا چاہتے ہیں اوران کی یہ روش بہت سے سنّیوں میں بھی عام ہو گئی ہے!لیکن جنہوں نے ان روایتوں کوگھڑا ہے،وہ ٹھیک طریقہ سے ان روایتوں کو آیتوں پر منبطق نہیں کرسکے ہیں،کیونکہ لفظ''نساء''کا استعمال کسی بھی عربی لغت میں کسی کی بیٹی کے لئے نہیں ہواہے،بالخصوص اس وقت جب کہ خود اس کی بیویاں موجودہوں،اور یہ عربی لغت کے خلاف ہے اوراس سے بھی زیادہ بعید یہ ہے کہ ''أنفسنا''سے مراد علی (ع)کو لیا جائے''۱

استاد محمدعبدہ کی یہ بات کہ جن کا شمار بزرگ علماء اورمصلحین میں ہوتا ہے انتہائی حیرت انگیزہے۔باوجوداس کے کہ انھوں نے ان روایتوں کی کثرت اوران کے متفق علےہ ہونے کو تسلیم کیا ہے،پھربھی انھیں جعلی اور من گھڑت کہاہے۔

کیاایک عام مسلمان ،چہ جائیکہ ایک بہت بڑاعالم اس بات کی جرائت کرسکتاہے کہ ایک ایسی حقیقت کوآسانی کے ساتھ جھٹلادے کہ جورسول اللہ (ص) کی صحیح ومعتبر سنّت میں مستحکم اور پائداربنیادرکھتی ہو؟!اگرمعتبرصحاح اورمسانیدمینصحیح سندکے ساتھ روایت نقل ہوئی ہے وہ بھی صحیح مسلم جیسی کتاب میں کہ جواہل سنّت کے نزدیک قرآن مجیدکے بعددومعتبرترین کتابوں میں سے ایک شمارہوتی ہے،اس طرح بے اعتبارکی جائے،تومذاہب اسلامی میں ایک مطلب کوثابت کرنے یامستردکرنے کے سلسلہ میں کس منبع و ماخذپراعتماد کیا جا سکتا ہے ؟اگر ائمہ

۱۔المنار،ج ۳،ص۳۲۲،دارالمعرفة بیروت

مذاہب کی زبانی متوا تراحادیث معتبرنہیں ہو ں گی توپھرکونسی حدیث معتبرہوگی؟!

کیاحدیث کوقبول اورمستردکرنے کے لئے کوئی قاعدہ و ضابط ہے یاہرکوئی اپنے ذوق وسلیقہ نیزمرضی کے مطابق ہرحدیث کوقبول یامستردکرسکتاہے؟کیایہ عمل سنّت رسول (ص)کے ساتھ زیادتی اوراس کامذاق اڑانے کے مترادف نہیں ہے؟

شیخ محمدعبدہ نے آیہء شریفہ کے معنی پردقت سے توجہ نہیں کی ہے اورخیال کیاہے کہ لفظ ''نسائنا''حضرت فاطمہ زہراء)سلام اللہ علیہا)کے بارے میں استعمال ہواہے۔جبکہ''نسائنا''خوداپنے ہی معنی میں استعمال ہواہے،رہاسوال رسول خدا (ص) کی بیویوں کا کہ جن کی تعداداس وقت نوتھی ان میں سے کسی ایک میں بھی وہ بلند مرتبہ صلاحیت موجودنہیں تھی اورخاندان پیغمبر (ص) میں تنہاعورت،جوآپ کے اہل بیت میں شمارہوتی تھیں اورمذکورہ صلاحیت کی مالک تھیں،حضرت فاطمہ زہراء (سلام اللہ علیہا)تھیں،جنھیں انحضرت (ص) اپنے ساتھ مباہلہ کے لئے لے گئے۔۱

''أنفسنا''کے بارے میں اس کتاب کی ابتداء میں بحث ہوچکی ہے انشا اللہ بعد والے محور میں بھی اس پرتفصیل سے روشنی ڈالی جائیگی ۔

ایک جعلی حدیث اوراہل سنّت کااس سے انکار

مذکورہ روایتوں سے ایک دوسرامسئلہ جوواضح ہوگیاوہ یہ تھاکہ خامس آل عبا)پنجتن پاک علیہم السلام)کے علاوہ کوئی شخص میدان مباہلہ میں نہیں لایاگیا تھا۔

مذکورہ باتوں کے پیش نظربعض کتابوں میں ابن عساکر کے حوالے سے نقل کی گئی روایت کسی صورت میں قابل اعتبار نہیں ہے،جس میں کہاگیاہے کہ پیغمبراکرم (ص) ابوبکراوران کے فرزندوں،عمراوران کے فرزندوں،عثمان اوران کے فرزندوں اورعلی علیہ السلام اوران کے

۱۔اس سلسلہ میں بحث ،آیہء تطہیرکی طرف رجوع کیا جائے ۔

فرزندوں کواپنے ساتھ لائے تھے۔

ایک تو یہ کہ علماء ومحققین،جیسے آلوسی کی روح المعانی۱ مینیادہانی کے مطابق،یہ حدیث جمہورعلماء کی روایت کے خلاف ہے،اس لئے قابل اعتمادنہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ اس کی سندمیں چند ایسے افرادہیں جن پرجھوٹے ہونے کاالزام ہے،جیسے:سعیدبن عنبسہ رازی،کہ ذہبی نے اپنی کتاب میزان الاعتدال۲ مینیحییٰ بن معین کے حوا لے سے کہاہے کہ:''وہ انتہائی جھوٹ بولنے والا ہے''اورابوحاتم نے کہاہے کہ:''وہ سچ نہیں بولتاہے۔''اس کے علاوہ اس کی سندمینھیثم بن عدی ہے کہ جس کے با رے مینذہبی کاسیراعلام النبلاء۳میں کہناہے:ابن معین اورابن داؤدنے کہاہے:''وہ انتہائی جھوٹ بولنے والاہے''اس کے علاوہ نسائی اوردوسروں نے اسے متروک الحدیث جانا ہے۔

افسوس ہے کہ مذکورہ جعلی حدیث کاجھوٹامضمون حضرت امام صادق اورحضرت امام باقر)علیہماالسلام)سے منسوب کر کے نقل کیاگیاہے!

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۱۔روح المعانی،ج۳،ص۱۹۰،داراحیائ التراث ا لعربی
۲۔میزان الاعتدال،ج۲،ص۱۵۴،دارالفکر
۳۔سیراعلام النبلاء،ج۱۰،ص۱۰۴،مؤسسہ الرسالہ

چھوتھامحور

علی(ع)نفس پیغمبر (ص)ہیں

گزشتہ بحثوں میں یہ واضح ہوچکا ہے کہ"أنفسنا"سے مرادکاخودپیغمبراکرم (ص) نہیں ہوسکتے ہیں اورچونکہ مذکورہ احادیث کی بناء پرمباہلہ میں شا مل ہونے والے افرادمیں صرف علی،فاطمہ،حسن اورحسین علیہم السلام تھے،لہٰذاآیہء شریفہ میں"أنفسنا"کامصداق علی علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتاہے۔یہ امیرالمؤمنین حضرت علی علیہ السلام کی واضح بلکہ برترین فضیلتوں میں سے ہے۔
قرآن مجید کی اس تعبیرمیں،علی علیہ السلام ،نفس پیغمبر (ص)کے عنوان سے پہچنوا ئے گئے ہیں۔چونکہ ہرشخص کاصرف ایک نفس ہوتا ہے،اس لئے حضرت علی علیہ السلام کاحقیقت میں نفس پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونا بے معنی ہے۔معلوم ہوتاہے کہ یہ اطلاق،اطلاق حقیقی نہیں ہے بلکہ اس سے مرادمانندااورمماثلت ہے۔چونکہ یہاں پریہ مماثلت مطلق ہے اس لئے اس اطلاق کاتقاضاہے کہ جوبھی خصوصیت اورمنصبی کمال پیغمبراکرم (ص)کی ذات میں موجود ہے وہ حضرت علی علیہ السلام میں بھی پاےاجانا چاہئے،مگر یہ کہ دلیل کی بناء پرکوئی فضیلت ہو،جیسے آپ پیغمبرنہیں ہیں۔رسا لت و پیغمبری کے علاوہ دوسری خصوصیات اورکمالات میں آپ رسول کے ساتھ شریک ہیں،من جملہ پیغمبر (ص) کی امت کے لئے قیادت وزعامت اورآنحضرت (ص) کی سارے جہاں،یہاں تک گزشتہ انبیاء پرافضلیت۔اس بناء پرآیہء شریفہ حضرت علی علیہ السلام کی امامت پردلالت کر نے کے علاوہ بعد از پیغمبر ان کی امت کے علاوہ تمام دوسرے انبیاء سے بھی افضل ہو نے پر دلالت کرتی ہے۔

آیت کے استدلال میں فخررازی کابیان
فخررازی نے تفسیرکبیرمیں لکھاہے:
"شہرری میں ایک شیعہ اثناعشری شخص۱ معلم تھاا س کاخیال تھاکہ حضرت علی(علیہ السلام) حضرت محمدمصطفی (ص)کے علاوہ تمام انبیاء)علیہم السلام)سے افضل وبرترہیں، اور یوں کہتاتھا:جوچیزاس مطلب پردلالت کرتی ہے،وہ آیہء مباہلہ میں خدا وندمتعال کایہ قول ہے کیونکہ"أنفسنا" سے مرادپیغمبراکرم (ص) نہیں ہیں،کیونکہ انسان خودکونہیں پکارتاہے۔اس بناء پر نفس سے مرادآنحضرت (ص) کے علاوہ ہے اوراس بات پر اجماع ہے کہ نفس سے مرادعلی بن ابیطالب(علیہ السلام) ہیں لہٰذاآیہئ شریفہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نفس علی(علیہ السلام)سے مراد درحقیقت نفس پیغمبر (ص)ہے،اس لئے ناچار آپ کا مقصدیہ ہے کہ نفس علی نفس رسول کے مانندہے اوراس کالازمہ یہ ہے کہ
۱۔یہ بزرگ مرد،کہ جس کے بارے میں فخررازی نے یوں بیان کیاہے،جیسے کہ اس کی زندگی کے حالات کی تشریح کتابوں میں کی گئی ہے،شیعوں کے ایک بڑے مجتہداورعظیم عقیدہ شناس اورفخر رازی کے استادتھے۔مرحوم محدث قمی اس کے بارے میں لکھتے ہیں:شیخ سدید الدین محمودبن علی بن الحسن حمصی رازی ،علّامہ فاضل، متکلم اور علم کلام میں کتاب"التعلیق العراقی"کے مصنف تھے۔شیخ بہائی سے ایک تحریرکے بارے مینروایت کرتاہے کہ وہ شیعہ علماء ومجتہدین میں سے تھے اوررری کے حمص نامی ایک گاؤں کے رہنے والے تھے،کہ اس وقت وہ گاؤنویران ہوچکاہے۔)سفینۃ البحار،ج۱،ص۳۴۰،انتشارات کتاب خانہ محمودی)
مرحوم سیدمحسن امین جبل عاملی کتاب"التعلیق العراقی،یاکتاب المنقذمن التقلید"کے ایک قلمی نسخہ سے نقل کرتے ہیں کہ اس پرلکھا گیاتھا:"أنہامن إملائ مولانا ا لشیخ الکبیر العالم سدید الدّین حجّۃالاسلام والمسلمین لسان الطائفۃوالمتکلمین اسد المناظرین محمودبن علی بن الحسن الحمصی ادام اللّٰہ فی العزّبقائ ہ وکبت فی الذّلّ حسدتہ واعداہ۔۔"یعنی :یہ نسخہ استاد بزرگ اوردانشورسدیدالدین حجۃالاسلام والمسلمین، مذہب شےعیت کے تر جمان اور متکلمین،فن منا ظرہ کے ماہرمحمود بن علی بن الحسن الحمصی کااملا ہے کہ خدائے متعال اس کی عزت کو پائدار بنادے اور اس کے حاسدوں اور دشمنوں کو نابودکردے۔)اعیا الشیعہ ،ج۱۰،ص۱۵۵،دارالتعارف للمطبو عات،بیروت)
فیروزآبادی کتاب"القاموس المحیط"میں کہتاہے:"محمودبن الحمصی متکلم اخذ عنہ الامام فخر الدین")القاموس

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

المحیط،ج۲،ص۲۹۹،دار المعرفة،بیروت)
فیروزآبادی کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عظیم عقیدہ شناس فخررازی کا استاد تھالیکن فخررازی نے اس بات کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے۔
یہ نفس تمام جہت سے اس نفس کے برابرہے۔اوراس کلیت سے صرف دوچیزیں خارج ہیں:ایک نبوت اوردوسرے افضلیت،کیونکہ اس پر سب کااتفاق ہے کہ علی(علیہ السلام)پیغمبرنہیں ہیں اور نہ ہی وہ پیغمبر (ص) سے افضل ہیں۔ان دومطالب کے علاوہ،دوسرے تمام امور ومسائل میں یہ اطلاق اپنی جگہ باقی ہے اوراس پراجماع ہے کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیائے الہٰی سے افضل ہیں،لہٰذاعلی(علیہ السلام)بھی ان سب سے افضل ہوں گے۔"
مزید اس نے کہاہے:
"اس استدلال کی ایک ایسی حدیث سے تائید ہوتی ہے،جس کو موافق ومخالف سب قبول کرتے ہیں اوروہ حدیث وہ قول پیغمبراکرم (ص) ہے کہ جس میں اپ نے فرمایا:جوآدم(علیہ السلام)کو ان کے علم میں،نوح(علیہ السلام)کوان کی اطاعت میں اورابراھیم(علیہ السلام)کو ان کی خُلّت میں،موسیٰ(علیہ السلام)کوان کی ہیبت میں اورعیسیٰ (علیہ السلام) کو ان کی صفوت میں دیکھناچاہے تواسے علی بن ابیطالب(علیہ السلام)پرنظرڈالناچاہئے۔"
فخررازی نے اپنی بات کوجاری رکھتے ہوئے مزید لکھاہے:
"شیعہ علماء مذکورہء آیہء شریفہ سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ علی(علیہ السلام)تمام اصحاب سے افضل ہیں۔کیونکہ جب آیت دلالت کرتی ہے کہ نفس علی (علیہ السلام)نفس رسول (ص)کے مانند ہے،سواء اس کے جو چیزدلیل سے خارج ہے اورنفس پیغمبرصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اصحاب سے افضل ہے،لہٰذانفس علی(علیہ السلام)بھی تمام اصحاب سے افضل قرار پائیگا"
فخررازی نے اس استدلال کے ایک جملہ پراعتراض کیا ہے کہ ہم اس آیہء شریفہ سے مربوط سوالات کے ضمن میں آیندہ اس کاجواب دیں گے۔

علی(ع)کونفس رسولجاننے والی احادیث
حضرت علی علیہ السلام کونفس رسول (ص)کے طورپرمعرفی کرنے والی احادیث کوتین گروہوں میں تقسیم کیاجاسکتاہے:
پہلاگروہ:وہ حدیثیں جوآیہء مباہلہ کے ذیل میں بیان ہوئی ہیں:
ان احادیث کا ایک پہلو خامس آل عبا علیہم السلام کے مباہلہ میں شرکت سے مربوط تھا کہ جس کو پہلے بیان کیاگیاہے اوریہاں خلاصہ کے طورپرہم پیش کرتے ہیں:
الف:ابن عباس آیہء شریفہ کے بارے میں اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:"وعلی نفسہ""علی(ع)نفس پیغمبر)ص)ہیں۔"یہ ذکرآیہء مباہلہ میں ایاہے۔ ۱
ب:شعبی ،اہل بیت،علیہم السلا م کے بارے میں جابر بن عبداللہ کا قول نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:"أبناء نا" سے حسن وحسین)علیہم السلام)"نساء نا"سے جناب فاطمہ(سلام اللہ علیہا)اور"أنفسنا"سے علی بن ابیطالب)علیہ السلام) مرادہیں۔۲
ج:حاکم نیشابوری،عبداللہ بن عباس اوردیگر اصحاب سے،پیغمبراکرم (ص)کے ذریعہ مباہلہ میں علی،فاطمہ،حسن اورحسین علیہم السلام کو اپنے ساتھ لانے والی روایت کومتواترجانتے ہیں اورنقل کرتے ہیں کہ"أبناء نا"سے حسن وحسین علیہم السلام،"نساء نا"سے فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہااور"أنفسنا"سے علی بن ابیطالب علیہ السلام مرادہیں۔۳
د۔حضرت علی علیہ السلام کی وہ حدیث،جس میں اپ(ع)اصحاب شوریٰ کوقسم دے کراپنے فضائل کا ان سے اقرار لیا ہے آپ فرماتے ہیں:
۱۔معرفةعلوم الحدیث،ص۵۰،دارالکتب العلمیہ،بیروت
۲۔اسباب النزول،ص۴۷،دارالکتب العلمیہ،بیروت
۳۔معرفةعلوم الحدیث،ص۵۰،دارالکتب العلمیہ،بیروت
"نشدتکم اللّٰہ ہل فیکم أحد أقرب إلیر سول اللّٰہ (ص) فی الرحم ومن جعلہ رسول اللّٰہ نفسہ وإبناء ہ ---غیری؟" ۱
"یعنی:میں تمھیں خداکی قسم دیتاہوں!کیا تم لوگوں میں قرابت اور رشتہ داری کے لحاظ سے کوئی ہے جومجھ سے زیادہ رسول اللہ (ص)کے قریب ہو؟کوئی ہے جسے آنحضرت (ص)نے اپنانفس اوراسکے بیٹوں کواپنابیٹاقراردیاہو؟انہوں نے جواب میں کہا:خداشاہدہے کہ ہم میں کوئی ایسا،نہیں ہے۔"
دوسراگروہ:وہ حدیثیں جوقبیلہء بنی ولیعہ سے مربوط ہیں:یہ احادیث اصحاب کے ایک گروہ جیسے ابوذر،جابربن عبداللہ اورعبداللہ بن حنطب سے نقل ہوئی ہیں۔ان حدیثوں کامضمون یہ ہے کہ پیغمبراکرم (ص)نے)ابوذر کے بقول) فرمایا:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

”ولینتہینّ بنوولیعہ أولأبعثنّ إلیہم رجلاًکنفسی یمضی فیہم أمری فیقتل المقا تلہ ولیسبی الذریۃ۔۔۲
قبیلہء بنی ولیعہ کواپنے امور سے باز آجاناچاہئے،اگر انھوں نے ایسانہیں کیاتو میں ان کی طرف اپنے مانند ایک شخص کوبھیجوں گا جومیرے حکم کوان میں جاری کرے گا۔جنگ کرنے والوں کو وہ قتل کرے گااوران کی ذرّیت کواسیربنائے گا۔
عمر،جو میرے پیچھے کھڑے ہو ئے تھے انہوں،نے کہا:آنحضرت (ص) کااس سے مرادکون ہے؟میں نے جواب دیاتم اور تمہارادوست)ابوبکر) اس سے مرادنہیں ہے تو اس نے
۱۔تاریخ مدینتہ دمشق،ج۴۲،ص۴۱۳۱،دارالفکر
۲۔السنن الکبیر للنسائی،ج۵،ص۱۲۷،دارالکتب العلمیہ،بیروت۔
اس کے محقق نے اس ضمن میں کہاہے:اس حدیث کی سند میں موثق راوی موجود ہیں۔
المنصف لأبن أبی شیبتہ، ج۶، ص۳۷۴، دارالتاج، المعجم الأوسط للطبرانی،ج۴،ص۴۷۷،مکتبۃ المعارف،الریاضی۔یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ”المعجم الاوسط“میں عمداً یا غلطی سے ”کنفسی“کے بجائے”لنفسی“آیا ہے،اورھیثمی نے مجمع الزوائد میں طبرانی سے ” کنفسی“روایت کی ہے۔مجمع الزوائد ھیثمی ،ج۷،ص۱۱۰،دارالکتاب العربی و ص۲۴۰،دارالفکر۔
کہاکون مرادہے؟میں نے کہا:اس سے مرادوہ ہے جواس وقت اپنی جوتیوں کو پیوندلگانے میں مصروف ہے۔کہا تو پھرعلی(علیہ السلام)ہیں جواپنی جویتوں کوٹانکے میں مصروف ہیں۔تیسراگروہ:وہ حدیثیں جوپیغمبر)ص)کے نزدیک محبوب ترین افراد کے بارے میں ہیں۔
بعض ایسی حدیثیں ہیں کہ جس میں پیغمبراکرم صل (ص) سے سوال ہوتاہے کہآپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟جواب کے بعدآنحضرت (ص) سے علی(علیہ السلام)کی محبوبیت یاافضلیت کے بارے میں سوال کیاجاتاہے۔پیغمبراکرم (ص)اپنے اصحاب سے مخاطب ہوکرفرماتے ہیں:”إنّ ہذایسألنی من النفسی“یعنی:یہ سوال مجھ سے خود میرے بارے میں ہے!یعنی علی(علیہ السلام)میرانفس ہے۔۱ان میں سے بعض احادیث میں،حضرت فاطمہ زہرا(سلام اللہ علیہا)پیغمبراسلام (ص)سے سوال کرتی ہیں،کیاآپنے علی(علیہ السلام)کے بارے میں کچھ نہیں فرمایاہے؟آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:
”علیّ نفسی فمن رأیتہ أن یقول فی نفسہ شیئاً۲“
یعنی:علی(علیہ السلام)میرانفس ہے تم نے کس کودیکھاہے،جواپنے نفس کے بارے میں کچھ کہے؟یہ احادیث عمروعاص،عائشہ اورجد عمروبن شعیب جیسے بعض اصحاب سے نقل ہوئی ہیں۔
اس طرح کی حدیثیں مختلف زبانوں سے روایت ہوئی ہیں اوران کی تعدادزیادہ ہے۔جس سے یہ استفادہ ہوتاہے کہ علی علیہ السلام،نفس پیغمبر (ص)ہیں اورآیہۂ شریفہ کی دلالت پرتاکیدکرتی ہے، سواء اس کے کہ کوئی قطعی ضرورت اورخارجی دلالت کی وجہ سے اس اطلاق سے خارج ہوا جائے)جیسے نبوت جواس سے خارج ہے)لہٰذاآنحضرت (ص)کے
۱۔جامع الاحادیث،سیوطی،ج۱۶،ص۲۵۷۔۲۵۶،دارالفکر،کنز العمال،ج۱۳،ص۱۴۳۔۱۴۲،مؤسسہ الرسالہ
۲۔مناقب خوارزمی،ص۱۴۸،مؤسسہ النشرالاسلامی،مقتل الحسین علیہ السلام،ص۴۳،مکتبہ المفید۔
دوسرے تمام عہدے من جملہ تمام امت اسلامیہ پر آپ (ص)کی فضیلت نیز قیادت وزعامت ا س اطلاق میں داخل ہے۔

پانچواں محور

آیت کے بارے میں چندسوالات اور ان کے جوابات

آلوسی سے ایک گفتگو:
آلوسی،اپنی تفسیر”روح المعانی ۱ “میں اس آیہء شریفہ کی تفسیر کے سلسلہ میں کہتاہے:
”اہل بیت پیغمبر (ص)کے آل اللہ ہونے کی فضیلت کے بارے میں اس آیہء شریفہ کی دلالت کسی بھی مومن کے لئے ناقابل انکارہے اوراگرکوئی اس فضیلت کوان سے جداکرنے کی کوشش کرتا ہے تویہ ایک قسم کی ناصبیت وعنادہے اورعناد و ناصبیت ایمان کے نابود کر نے کاسبب ہے۔“

شیعوں کااستدلال
اس کے بعد)آلوسی)آیہء مذکورہ سے رسول خدا (ص)کے بعدعلی علیہ السلام کے بلافصل خلیفہ ہونے کے سلسلہ میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

شیعوں کے استدلال کوبیان کرتاہے اوراس روایت سے استنادکرتاہے کہ آیہء کریمہ کے نازل ہونے کے بعد پیغمبراسلام (ص) مباہلہکے لئے علی،فاطمہ،اورحسنین علیہم السلام کو اپنے ساتھ لائے،اس کے بعدکہتاہے:
''اس طرح سے''أبناء نا''کا مراد سے حسن وحسین)علیہماالسلام)،''نساء نا''سے مرادفاطمہ(سلام اللہ علیہا)اور''أنفسنا''سے مرادعلی(علیہ السلام)ہیں۔جب علی(علیہ السلام)نفس رسول قرار پائیں گے تو اس کا اپنے حقیقی معنی میں استعمال محال ہو گا)کیونکہ
۱۔روح المعانی،ج۳،ص۱۸۹،داراحیائ التراث العربی
حقیقت مینعلی علیہ السلام خودرسول اللہ (ص)نہیں ہوسکتے ہیں) لہذا قہراً اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ آنحضرت (ص) کے مساوی اورمماثل ہیں۔چونکہ پیغمبراسلام (ص)امورمسلمین میں تصرف کرنے کے سلسلہ میں افضل اوراولٰی ہیں،لہذا جو بھی ان کے مماثل ہو گاوہ بھی ایساہی ہوگا۔اس طرح سے پوری امت کے حوالے سے حضرت علی(علیہ السلام)کی افضیلت اورامت پر ان کی سرپرستی اس آیہء شریفہ سے ثابت ہوتی ہے۔''

شیعوں کے استدلال کے سلسلہ میں الوسی کاپہلااعتراض
اس کے بعدآلوسی شیعوں کے استدلال کاجواب دیتے ہوئے کہتاہے:شیعوں کے اس قسم کے استدلال کاجواب یوں دیاجاسکتاہے:
ہم تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ ''أنفسنا''سے مراد حضرت امیرالمؤمنین (علیہ السلام)ہوں گے،بلکہ نفس سے مرادخودپیغمبر (ص)ہی ہیں اورحضرت امیر (علیہ السلام) ''أبنائنا''میں داخل ہیں کیونکہ دامادکوعرفاًبیٹاکہتے ہیں۔
اس کے بعدشیعوں کے ایک عظیم مفسرشیخ طبرسی کابیان نقل کرتاہے کہ انہوں نے کہاہے کہ''أنفسنا''سے مرادخودپیغمبر (ص) نہیں ہوسکتے ہیں،کیونکہ انسان کبھی بھی اپنے آپ کونہیں بلاتاہے،اس نے)شیخ کی)اس بات کوہذیان سے نسبت دی ہے؟!

اس اعتراض کاجواب
آلوسی اپنی بات کی ابتداء میں اس چیز کو تسلیم کرتاہے کہ آیہء کریمہ پیغمبر (ص)وکے خاندان کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے اور اس فضیلت سے انکار کو ایک طرح کے بغض و عناد سے تعبیر کرتاہے۔اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس عظیم فضیلت کوآنحضرت (ص) کے خاندان سے منحرف کرنے کے لئے کس طرح وہ خودکوشش کرتاہے اوراپنے اس عمل سے اس سلسلہ میں بیان کی گئی تمام احادیث کی مخا لفت کرتا ہے اورجس چیز کوابن تیمیہ نے بھی انجام نہیں دیاہے)یعنی''أنفسنا''کے علی علیہ السلام پرانطباق سے انکارکرنا)اسے انجام دیتا ہے۔
اگرچہ ہم نے بحث کی ابتداء میں''أنفسنا''کے بارے میں اوریہ کہ اس سے مراد خودپیغمبراسلام (ص) نہیں ہوسکتے ہیں،بیان کیاہے،لیکن یہاں پر بھی اشارہ کرتے ہیں کہ اگر''أنفسنا''سے مرادخودپیغمبراسلام (ص)ہوں اورعلی علیہ السلام کو''أبناء نا''کے زمرے میں داخل کر لیا جائے تو یہ غلط ہے اور دوسرے یہ کہ خلاف دلیل ہے۔
اس کاغلط ہونااس لحاظ سے ہے کہ آیہء شریفہ میں''بلانا اپنے''حقیقی معنی میں ہے۔اور جوآلوسی نے بعض استعمالات جیسے''دعتہ نفسہ''کورائج ومرسوم جا ناہے،اس نے اس نکتہ سے غفلت کی ہے کہ اس قسم کے استعمالات مجازی ہیں اوران کے لئے قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے اور آیہء مذکورہ میں کوئی ایسا قرینہ موجودنہیں ہے،بلکہ یہاں پر''دعتہ نفسہ''کے معنی اپنے آپ کو مجبوراورمصمم کرناہے نہ اپنے آپ کو بلاناورطلب کرنا۔
اس کے علاوہ''أبنائنا'' کے زمرے میں امیرالمؤمنین(علیہ السلام)کو شامل کر نا صرف اس لئے کہ وہ آنحضرت (ص)کے داماد تھے گویالفظ کو اس کے غیر معنی موضوع لہ میں ہے اور لفظ کواس کے معانی مجازی میں بغیر قرینہ کے حمل کر تاہے۔
اس لئے''أبناء نا''کا حمل حسنین علیہما السلام کے علاوہ کسی اورذات پر درست نہیں ہے اور''أنفسنا''کا لفظ حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کسی اورپر منطبق نہیں ہو تاہے۔
اگرکہاجائے کہ:کونسامرجح ہے کہ لفظ ''ندع''کا استعمال اس کے حقیقی معنی میں ہو اور''أنفسنا''کااستعمال حضرت علی علیہ السلام پر مجازی ہو؟بلکہ ممکن ہے کہا جائے''أنفسنا''خودانسان اوراس کی ذات پراطلاق ہو جوحقیقی معنی ہے اور''ندع''کے معنی میں تصرف کر کے ''نحضر''کے معنی لئے جائینیعنی اپنے آپ کوحاضرکریں۔
جواب یہ ہے کہ:اگر''ندع'' کا استعمال اپنے حقیقی معنی ہےں ہوتوایک سے زیادہ مجاز در کارنہیں ہے اوروہ ہے''أنفسنا''کا حضرت علی علیہ السلام کی ذات پراطلاق ہو نالیکن اگر''ندع''کو اس کے مجاز ی معنی پر حمل کریں تو اس سے دوسرے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کا مجاز ہونابھی لازم آتاہے یعنی علی علیہ السلام کا ''أبناء نا''پراطلاق ہونا،جوآنحضرت صلی (ص)کے داماد ہیں اوراس قسم کے مجاز کے لئے کوئی قرینہ موجودنہیں ہے۔
لفظ ''أنفسنا'' کے علی علیہ السلام کی ذات پر اطلاق ہونے کا قرینہ ''ندع'' و ''أنفسنا'' کے درمیان پائی جا نے والی مغایرت ہے کہ جوعقلاًوعرفاً ظہور رکھتی ہے۔اس فرض میں''ندع''بھی اپنے معنی میں استعمال ہواہے اور''أبناء نا''بھی اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہواہے۔
لیکن یہ کہ آلوسی کی بات دلیل کے خلاف ہے،کیونکہ اتنی سا ری احادیث جونقل کی گئی ہینوہ سب اس بات پردلالت کرتی تھیں کہ''أنفسنا''سے مرادعلی علیہ السلام ہیں اوریہ دعویٰ تواترکے ذریعہ بھی ثابت ہے ۱ لہذاوہ سب احادیث اس قول کے خلاف ہیں۔

شیعوں کے استدلال پرآلوسی کادوسرااعتراض
شیعوں کے استدلال پرآلوسی کادوسراجواب یہ ہے:اگرفرض کریں کہ''أنفسنا''کا مقصداق علی(علیہ السلام)ہوں،پھربھی آیہء شریفہ حضرت علی(ع)کی بلافصل خلافت پر دلالت نہیں کرتی ہے۔کیونکہ''أنفسنا'' کااطلاق حضرت علی(ع)پراس لحاظ سے ہے کہ نفس کے معنی قربت اورنزدیک ہو نے کے ہیں اوردین و آئین میں شریک ہونے کے معنی میں ہے اوراس لفظ کا اطلاق حضرت علی(ع)کے لئے شاید اس وجہ سے ہوان کا پیغمبر (ص) کے ساتھ دامادی کارشتہ تھااوردین میں دونوں کا اتحادتھا۔اس کے علاوہ اگرمقصودوہ شخص ہوجوپیغمبراکرم
۱۔معرفۃعلوم الحدیث،ص۵۰،دارالکتب العلمیہ،بیروت
(ص)کے مساوی ہے تو کیامساوی ہونے کامعنی تمام صفات میں ہے یابعض صفات میں؟اگر تمام صفات میں مساوی ہونامقصود ہے تواس کالازمہ یہ ہوگاکہ علی(علیہ السلام)پیغمبر (ص)کی نبوت اورخاتمیت اورتمام امت پرآپکی بعثت میں شریک ہیں اوراس قسم کامساوی ہونامتفقہ
طورپرباطل ہے۔اوراگرمساوی ہونے کامقصدبعض صفات میں ہے یہ شیعوں کی افضلیت وبلا فصل امامت کے مسئلہ پردلالت نہیں کرتاہے۔

اس اعتراض کا جواب
آلوسی کے اس اعتراض واستدلال کا جواب دیناچند جہتوں سے ممکن ہے:
سب سے پہلے تو یہ کہ:''نفس کے معنی قربت و نزدیکی''اوردین وآئین میں شریک ہوناکسی قسم کی فضیلت نہیں ہے،جبکہ احادیث سے یہ معلوم ہوتاہے کہ یہ اطلاق حضرت علی علیہ السلام کے لئے ایک بہت بڑی فضیلت ہے اور جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا ہے ایک حدیث کے مطابق سعدبن ابی وقاص نے معاویہ کے سامنے اسی معنی کوبیان کیااوراسے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف سبّ وشتم سے انکار کی دلیل کے طورپر پیش کیاہے۔
دوسرے یہ کہ :نفس کے معنی کا اطلاق دین و آئین میں شریک ہونایارشتہ داری وقرابتداری کے معنی مجازی ہے اوراس کے لئے قرینہ کی ضرورت ہے اوریہاں پرایسا کوئی قرینہ موجودنہیں ہے۔
تیسرے یہ کہ:جب نفس کے معنی کااطلاق اس کے حقیقی معنی میں ممکن نہ ہوتواس سے مرادوہ شخص ہے جوآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین ہواوریہ جا نشینی اورمساوی ہو نا مطلقاًہے اوراس میں پیغمبرصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اوصاف اورعہدے شامل ہیں،صرف نبوت قطعی دلیل کی بناء پراس دائرہ سے خارج ہے۔
چوتھے یہ کہ:اس صورت میں آلوسی کی بعد والی گفتگو کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے کہ مساوات تمام صفات میں ہے یا بعض صفات میں،کیونکہ مساوات تمام صفات میں اس کے اطلاق کی وجہ سے ہے،صرف وہ چیزیں اس میں شامل نہیں ہیں جن کو قطعی دلیلوں کے ذریعہ خارج و مستثنی کیا گیا ہے جیسے نبوت و رسالت ۔لہذا پیغمبراکرم (ص) کی افضیلت اور امت کی سر پرستی نیز اسی طرح کے اور تمام صفات میں حضرت علی علیہ السلام پیغمبر کے شریک نیز ان کے برابر کے جا نشین ہیں ۔

شیعوں کے استدلال پر آلوسی کا تیسرا عتراض
آلوسی کا کہنا ہے:اگریہ آیت حضرت علی(علیہ السلام) کی خلافت پر کسی اعتبار سے دلالت کرتی بھی ہے تواس کا لازمہ یہ ہوگا کہ:حضرت علی(ع)پیغمبر (ص) کے زمانہ میں امام ہوں اوریہ متفقہ طورپر باطل ہے۔یی
اگر یہ خلافت کسی خاص وقت کے لئے ہے تو سب سے پہلی بات یہ کہ اس قید کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے اور دوسرے یہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کہ اہل سنت بھی اسے قبول کرتے ہینیعنی حضرت علی(ع)ایک خاص وقت، میں کہ جوان کی خلافت کازمانہ تھا،اس میں وہ اس منصب پرفائزتھے۔

اس اعتراض کاجواب
سب سے پہلی بات یہ کہ :حضرت علی علیہ السلام کی جانشینی آنحضرت صل (ص)کے زمانہ میں ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جو بہت سی احادیث سے ثا بت ہے اورا س کے لئے واضح ترین حدیث،حدیث منزلت ہے جس میں حضرت علی علیہ السلام کو پیغمبر (ص) کی نسبت کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ ان کی مثال ایسی ہی تھی جیسے ہارون کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے، واضح ر ہے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ان کے جانشین تھے کیوں کہ قرآن مجید حضرت ہارون علیہ السلام کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول ذکر کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا "أخلفنی فی قومی" ۱ "تم میری قوم میں میرے جانشین ہو۔"
اس بناء پر جب کبھی پیغمبر اکرم (ص) حاضر نہیں ہو تے تھے حضرت علی علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین ہو تے تھے)چنانچہ جنگ تبوک میں ایساہی تھا)اس مسئلہ کی حدیث منزلت میں مکمل وضاحت کی گئی ہے۔۲
دوسرے یہ کہ:حضرت علی علیہ السلام کا نفس پیغمبر (ص) قرار دیا جانا جیسا کہ آیہء شریفہ مباہلہ سے یہ مطلب واضح ہے،اوراگر کوئی اجماع واقع ہو جائے کہ آنحضرت کی زندگی میں حضرت علی علیہ السلام آپ کے جانشین نہیں تھے،تویہ اجماع اس اطلاق کوآنحضرت (ص) کی زندگی میں مقید و محدود کرتا ہے۔ نتیجہ کے طور پریہ اطلاق آنحضرت (ص) کی رحلت کے وقت اپنی پوری قوت کے ساتھ باقی ہے۔
لہذایہ واضح ہوگیا کہ آلوسی کے تمام اعتراضات بے بنیاد ہیں اورآیہء شریفہ کی دلالت حضرت علی علیہ السلام کی امامت اور بلافصل خلافت پر بلا منا قشہ ہے۔

فخررازی کا اعتراض:
فخررازی نے اس آیہء شریفہ کے ذیل میں محمودبن حسن حصمی۳کے استدلال کو ،کہ جو انھوں نے اسے حضرت علی علیہ السلام کی گزشتہ انبیاء علیہم السلام پرافضلیت کے سلسلہ میں پیش کیا ہے،ٰنقل کرنے کے بعد)ان کے استدلال کو تفصیل سے ذکر کیا ہے)اپنے اعتراض کو یوں ذکر کیا ہے:
ایک تویہ کہ اس بات پراجماع قائم ہے کہ پیغمبر (ص)غیرپیغمبرسے افضل ہو تا ہے۔
دوسرے: اس بات پر بھی اجماع ہے کہ)علی علیہ السلام)پیغمبرنہیں تھے۔مذکورہ ان
۱۔اعراف /۱۴۲
۲۔اس سلسلہ میں مصنف کا پمفلٹ"حدیث غدیر،ثقلین ومنزلت کی روشنی میں امامت"ملاحظ فرمائیں۔
۳۔شیعوں کاایک بڑا عقیدہ شناس عالم جس کا پہلے ذکرآیا ہے۔
دومقدموں کے ذریعہ ثابت ہو جاتا ہے کہ آیہء شریفہ حضرت علی(علیہ السلام)کی گزشتہ انبیاء)علیہم السلام)پرافضلیت کو ثابت نہیں کرتی ہے۔

فخررازی کے اعتراض کا جواب
ہم فخررازی کے جواب میں کہتے ہیں:
پہلی بات یہ کہ ا س پر اجماع ہے کہ ہر "نبی غیر نبی سے افضل ہے"اس میں عمومیت نہیں ہے کہ جس سے یہ ثابت کریں کہ ،ہر نبی دوسرے تمام افرادپر حتی اپنی امت کے علاوہ دیگر افراد پر بھی فوقیت وبرتری رکھتا ہے بلکہ جو چیز قابل یقین ہے وہ یہ کہ ہر نبی اپنی امت سے افضل ہوتا ہے۔اور اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے یہ کہاجائے:"مرد عورت سے افضل ہے" ا ور یہ اس میں معنی ہے کہ مردوں کی صنف عورتوں کی صنف سے افضل ہے نہ یہ کہ مردوں میں سے ہرشخص تمام عورتوں پرفضیلت وبر تری رکھتا ہے۔اس بناء پراس میں کوئی منافات نہیں ہے کہ بعض عورتیں ایسی ہیں جو مردوں پر فضیلت رکھتی ہیں۔
دوسرے یہ کہ:مذکورہ مطلب پر اجماع کاواقع ہونا ثابت نہیں ہے،کیونکہ شیعہ علماء نے ہمیشہ اس کی مخالفت کی ہے اوروہ اپنے ائمہ معصو مین) علیہم السلام) کو قطعی دلیل کی بناء پر گزشتہ انبیاء سے برتر جانتے ہیں۔
ابوحیان اندلسی نے تفسیر"البحرالمحیط ۱"میں شیعوں کے استدلال پرآیت میں نفس سے مراد تمام صفات میں ہم مثل اور مساوی ہو ناہے)فخررازی ۲ کا ایک اور اعتراض نقل

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کیا ہے جس میں یہ کہا ہے:
''نفس کے اطلاق میں یہ ضروری نہیں ہے تمام اوصاف مینیکسانیت ویکجہتی
۱۔البحرالمحیط،ج۲،ص۴۸۱،مؤسسہ التاریخ العربی ،داراحیائ التراث العربی
۲۔اگرابوحیان کارازی سے مقصودوہی فخررازی ہے توان اعتراضات کواس کی دوسری کتابوں سے پیداکرناچاہئے،کیونکہ تفسیرکبیرمیں صرف وہی اعتراضات بیان کئے گئے ہیں جوذکرہوئے۔
ہو،چنانچہ متکلمین نے کہا ہے:'' صفات نفس میں یک جہتی اوریک سوئی یہ متکلمین کی ایک اصطلاح ہے،اورعربی لغت مینیکسانیت کابعض صفات پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔عرب کہتے ہیں:''ہذامن أنفسنا''یعنی:یہ''اپنوں میں سے ہے،یعنی ہمارے قبیلہ میں سے ہے۔''
اس کاجواب یہ ہے کہ تمام صفات یابعض صفات میں یکسا نیت ویکجہتی یہ نہ تو لغوی بحث ہے اور نہ ہی کلامی ،بلکہ یہ بحث اصول فقہ سے مربوط ہے،کیونکہ جب نفس کا اس کے حقیقی معنی میں استعمال نا ممکن ہو تو ا سے اس کے مجازی معنی پر عمل کرنا چاہئے اور اس کے حقیقی معنی سے نزدیک ترین معنی کہ جس کو اقرب المجازات سے تعبیرکیا جاتا ہے)کواخذ کر نا چا ہیئے اور''نفس''کے حقیقی معنی میں اقرب المجازات مانندو مثل ہوناہے۔
یہ مانندو مثل ہونامطلق ہے اوراس کی کوئی محدودیت نہیں ہے اوراس اطلاق کاتقاضاہے کہ علی علیہ السلام تمام صفات میں پیغمبراکرم (ص) کے مانندو مثل ہیں،صرف نبوت ورسالت جیسے مسائل قطعی دلائل کی بناپراس مانندو مثل کے دائرے سے خارج ہیں۔اس وضاحت کے پیش نظرتمام اوصاف اورعہدے اس اطلاق میں داخل ہیں لہذامن جملہ تمام انبیاء پرفضیلت اورتمام امت پرسرپرستی کے حوالے سے آپ (علیہ السلام)علی الاطلاق رسول (ص) کے ما نندہیں۔

ابن تیمیّہ کا اعتراض
ابن تیمیّہ حضرت علی علیہ السلام کی امامت پرعلامہ حلی کے استدلال کوآیہء مباہلہ سے بیان کرتے ہوئے کہتاہے:
''یہ کہ پیغمبراکرم (ص)مباہلہ کے لئے علی،فاطمہ اورحسن وحسین)علیہم السلام)کو اپنے ساتھ لے گئے یہ صحیح حدیث میں ایاہے ۱ ،لیکن یہ علی(علیہ السلام)کی امامت اور ان کی افضلیت پردلالت نہیں کر تاہے،کیونکہ یہ دلالت اسی صورت میں ہوسکتی ہے جب آیہء شریفہ علی(علیہ السلام)کے پیغمبر (ص)کے مساوی ہونے پردلالت کرے حالانکہ آیت میں ایسی کوئی دلالت نہیں ہے کیونکہ کوئی بھی شخص پیغمبر (ص)کے مساوی نہیں ہے،نہ علی(علیہ السلام)اورنہ ان کے علاوہ کوئی اور۔
دوسرے یہ کہ''أنفسنا''کالفظ عربی لغت میں مساوات کا معنی میں نہیں ایاہے ۲ اورصرف ہم جنس اور مشابہت پردلالت کرتاہے۔اس سلسلہ میں بعض امور مشابہت،جیسے ایمان یادین میں اشتراک کافی ہے اوراگرنسب میں بھی اشتراک ہوتواور اچھا ہے۔ اس بناپرآیہئ شریفہمیں''أنفسنا'' سے مرادوہ لوگ ہیں جودین اورنسب میں دوسروں سے زیادہ نزدیک ہوں۔اس لحاظ سے آنحضرت (ص)۔ بیٹوں میں سے حسن وحسین)علیہما السلام)اور عورتوں میں سے فاطمہ زہرا(سلام اللہ علیہا)اورمردوں میں سے علی)علیہ ا لسلام)کواپنے ساتھ لے گئے اورآنحضرت(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)کے لئے ان سے زیادہ نزدیک ترکوئی نہیں تھادوسرے یہ کہ مباہلہ اقرباء سے انجام پاتاہے نہ ان افرادسے جوانسان سے دورہوں،اگرچہ یہ دوروالے افرادخداکے نزدیک افضل وبرترہوں۔

۱۔ابن تیمیہ نے قبول کیا ہے کہ آیہء شریفہ میں''انفسنا''مذکورہ حدیث کے پیش نظر علی علیہ السلام پرانطباق کرتاہے
۲۔ابن تیمیہ نے اپنی بات کے ثبوت میں قرآن مجیدکی پانچ آیتوں کوبیان کیاہے،من جملہ ان میں یہ آیتیں ہیں:
الف۔و لولا إذسمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بأنفسہم خیراً)نور/۱۲''آخرایساکیوں نہ ہواکہ جب تم لوگوں نے اس تہمت کوسناتومومن ومومنات اپنے بارے میں خیرکاگمان کرتے''مقصودیہ ہے کہ کیوں ان میں سے بعض لوگ بعض دوسروں پراچھاگمان نہیں رکھتے ہیں۔ب۔''ولا تلمزوا أنفسکم'')حجرات/۱۱)''آپس میں ایک دوسرے کوطعنے بھی نہیں دینا''
ابن تیمیہ کہ جس نے رشتہ کے لحاظ سے نزدیک ہونے کا ذکرکیاہے اوردوسری طر ف پیغمبر (ص)کے چچاحضرت عباس کہ جورشتہ داری کے لحاظ سے حضرت علی علیہ السلام کی بہ نسبت زیادہ قریب تھے اورزندہ تھے۔ کے بارے میں کہتاہے:
''عباس اگرچہ زندہ تھے،لیکن سابقین اولین)دعوت اسلام کو پہلے قبول کر نے والے) میں ان کا شمارنہیں تھااورپیغمبراکرم (ص) کے چچیرے بھائیوں میں بھی کوئی شخص علی(علیہ السلام)سے زیادہ آپ سے نزدیک نہیں تھا۔اس بنا پرمباہلہ کے لئے علی(علیہ السلام)کی جگہ پرُ کر نے والاپیغمبر (ص)کے خاندان میں کوئی ایسا نہیں تھا کہ جس کو آپ انتخاب کرتے یہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مطلب کسی بھی جہت سے علی(علیہ السلام)کے آنحضرت (ص)سے مساوی ہونے پردلالت نہیں کرتاہے۔"

ابن تیمیّہ کے اعتراض کا جواب
ابن تیمیہ کاجواب چندنکتوں میں دیاجاسکتاہے:
۱۔ اس کا کہناہے:"پیغمبر (ص)کے مساوی ومانند کوئی نہیں ہوسکتا ہے"۔اگرمساوی ہونے کا مفہوم و مقصدتمام صفات،من جملہ نبوت و رسالت میں ہے تویہ صحیح ہے۔لیکن جیسا کہ بیان ہوا مساوی ہونے کا اطلاق پیغمبر (ص)کی ختم نبوت پر قطعی دلیلوں کی وجہ سے مقید ہے اوراس کے علاوہ دوسرے تمام امورمیں پیغمبر کے مانند و مساوی ہونا مکمل طورپراپنی جگہ باقی ہے اوراس کے اطلاق کو ثابت کرتا ہے دوسری طرف سے اس کی یہ بات کہ"أنفسنا"کا لفظ عربی لغت میں مساوات کے معنی کا اقتضاء نہیں کر تا ہے"صحیح نہیں ہے اگرچہ اس نے قرآن مجید کی چند ایسی آیتوں کو بھی شاہد کے طورپر ذکرکیا ہے جن میں"أنفسہم یاأنفسکم"کا لفظ استعمال ہوا ہے،حتی کہ ان آیتوں میں بھی مساوی مراد ہے۔مثلاًلفظ"ولاتلمزوا أنفسکم"یعنی"اپنی عیب جوئی نہ کرو"جب لفظ"أنفس"کا اطلاق دوسرے افرادپرہوتاہے،تومعنی نہینرکھتاہے وہ حقیقت میں خودعین انسان ہوں۔ناچاران کے مساوی اورمشابہ ہونے کامقصد مختلف جہتوں میں سے کسی ایک جہت میں ہے اور معلوم ہے کہ وہ جہت اس طرح کے استعمالات میں کسی ایمانی مجموعہء یاقبیلہ کے مجموعہ کا ایک جزو ہے۔
اس بناء پران اطلاقات میں بھی مساوی ہونے کالحاظ ہوا ہے ،لیکن اس میں قرینہ موجودہے کہ یہ مساوی ایک خاص امر میں ہے اوریہ اس سے منافات نہیں رکھتاہے اور اگر کسی جگہ پرقرینہ نہیں ہے تومساوی ہونے کا قصد مطلق ہے،بغیراس کے کہ کوئی دلیل اسے خارج کرے۔
۲۔ابن تیمیہ نے قرابت یا رشتہ داری کو نسب سے مر تبط جانا ہے،یہ بات دودلیلوں سے صحیح نہیں ہے:
سب سے پہلے بات تو یہ، مطلب آیہء شریفہ "نسائنا ونسا ئکم"سے سازگار نہیں ہے،کیونکہ "نسائنا"کا عنوان نسبی رشتہ سے کوئی ربطہ نہیں رکھتا ہے۔البتہ یہ منافی نہیں ہے کہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا آنحضرت (ص) کی دختر گرامی تھیں اورآپ سے نسبی قرابت رکھتی تھیں،کیونکہ واضح ہے کہ آنحضرت (ص) سے "بنا تنا" "ہماری" بٹیاں)جو نسبی قرابت کی دلیل ہے)کے ذریعہ تعبیر نہیں کیا گیا ہے،بلکہ "نساء نا"کی تعبیر آئی ہے،اس لحاظ سے چونکہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اس خاندان کی عورتوں میں سے ہیں اس لئے اس مجموعہ میں شامل ہیں۔اس کے علاوہ کوئی اور عورت کہ جو اس لائق ہوکہ مباہلہ میں شریک ہو سکے وجود نہیں رکھتی تھی ۔۱
دوسرے یہ کہ اگرمعیارقرابت نسبی اور رشتہ داری ہے توآنحضرت (ص) کے چچاحضرت عباس(ع)اس جہت سے آنحضرت (ص) سے زیادہ نزدیک تھے لیکن اس زمرے میں انھیں شریک نہیں کیاگیاہے!
۱۔جیساکہ پہلے بیان کیاگیاہے۔
اس لحاظ سے قرابت،یعنی نزدیک ہونے سے مرادپیغمبراکرم (ص)سے معنوی قرابت ہے۔جس کاابن تیمیّہ نے مجبورہوکراعتراف کیاہے اورکہتاہے:
"علی(علیہ السلام)سابقین اوراولین میں سے تھے،اس لحاظ سے دوسروں کی نسبت آنحضرت (ص)سے زیادہ نزدیک تھے۔"
احادیث کی روسے مباہلہ میں شامل ہو نے والے افرادپیغمبراسلام (ص) کے خاص رشتہ دارتھے کہ حدیث میں انھیں اہل بیت رسول علیہم السلام سے تعبیرکیاگیاہے۔
ان میں سے ہرایک اہل بیت پیغمبر)علیہم السلام)ہونے کے علاوہ ایک خاص عنوان کا مالک ہے،یعنی ان میں سے بعض"أبنائنا"کے عنوان میں شامل ہیں اوربعض"نسائنا"کے عنوان میں شامل ہیں اوربعض دوسرے"أنفسنا"کے عنوان میں شامل ہیں۔
مذکورہ وضاحت کے پیش نظریہ واضح ہوگیاکہ"أنفسنا"کے اطلاق سے نسبی رشتہ داری کا تبادر وانصراف نہیں ہوتاہے اورعلی علیہ السلام کاپیغمبرخدا (ص) کے مانندومساوی ہو ناتمام صفات،خصوصیات اورعہدوں سے متعلق ہے،مگریہ کہ کوئی چیزدلیل کی بنیادپراس سے خارج ہوئی ہو۔
اہل بیت علیہم السلام کے مباہلہ میں حاضر ہو نے کامقصدواضح ہوگیاکہ مباہلہ میں شریک ہونے والے افرادکی دعارسول خد ا (ص) کی دعاکے برابرتھی اوران افراد کی دعاؤں کا بھی وہی اثرتھاجوآنحضرت (ص) کی دعاکاتھااوریہ اس مقدس خاندان کے لئے ایک بلندوبرترمرتبہ ومقام ہے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تیسرا باب:
امامت،آیہ اولی الامر کی روشنی میں

< یا أیّہا الّذین آمنوا أطیعوا اللّٰہ و أطیعوا الرسول واولی الأمر منکم فإن تنازعتم فی شیءٍ فردوہ إلی اللّٰہ و الرّسول إن کنتم تؤمنون با اللّٰہ و الیوم الأخر، ذلک خیر و أحسن تأویلاً > (نساء/۵۹)
”اے صاحبان ایمان!اللہ کی اطاعت کرورسول اوراولوالامرکی اطاعت کرو جوتمھیں میں سے ہیں پھراگرآپس میں کسی بات میں اختلاف ہوجائے تواسے خدااوررسول کی طرف پلٹادواگرتم اللہ اورروزآخرت پرایمان رکھنے والے ہو۔یہی تمھارے حق میں خیراورانجام کے اعتبارسے بہترین بات ہے۔“
خداوندمتعال نے اس آیہ شریفہ میں مومنین سے خطاب کیاہے اورانھیں اپنی اطاعت، پیغمبراسلام (ص)کی اطاعت اوراولی الامر کی اطاعت کرنے کاحکم فرمایاہے۔
یہ بات واضح ہے کہ پہلے مرحلہ میں خداوندمتعال کی اطاعت،ان احکام کے بارے میں ہے کہ جوخداوندمتعال نے انھیں قرآن مجیدمیں نازل فرمایاہے اورپیغمبر (ص) نے ان احکام کولوگوں تک پہنچایاہے،جیسے کہ یہ حکم:پیغمبر (ص)کے فرامین کی اطاعت دو حیثیت سے ممکن ہے :
۱۔وہ فرمان جوسنّت کے عنوان سے آنحضرت)ص)کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں:
یہ اوامراگرچہ احکام الٰہی ہیں جو آنحضرت (ص) پر بصورت وحی نازل ہوئے ہیں اورآنحضرت (ص) نے انھیں لوگوں کے لئے بیان فرمایاہے،لیکن جن مواقع پریہ اوامر”أمرکم بکذاواٴنّہاکم من ہذا“)میں تم کو اس امرکا حکم دیتا ہونیااس چیزسے منع کرتاہوں)کی تعبیرکے ساتھ ہوں)کہ فقہ کے باب میں اس طرح کی تعبیریں بہت ہیں)ان اوامراورنواہی کوخودآنحضرت (ص)کے اوامر ونواحی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے نتیجہ کے طور پر ان کی اطا عت آنحضرت کی اطاعت ہوگی،چونکہ مذکورہ احکام خداکی طرف سے ہیں،اس لئے ان احکام پرعمل کرنا بھی خداکی اطاعت ہوگی۔
۲۔وہ فرمان،جوآنحضرت)ص)نے مسلمانوں کے لئے ولی اورحاکم کی حیثیت سے جاری کئے ہیں۔
یہ وہ احکام ہیں جوتبلیغ الٰہی کا عنوان نہیںرکھتے ہیں بلکہ انھیں انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لحاظ سے جاری فرمایاہے کہ آپ مسلمانوں کے ولی،سرپرست اورحاکم تھے،جیسے جنگ وصلح نیزحکومت اسلامی کوادارہ کرنے اورامت کی سیاست کے سلسلہ میں جاری کئے جا نے والے فرامین۔

آیہء شریفہ مینکاجملہ مذکورہ دونوں قسم کے فرمانوں پرمشتمل ہے۔

تمام اوامرونواہی میں پیغمبر(ص)کی عصمت
پیغمبراکرم (ص) کی عصمت کوثابت کرنے کے بارے میں علم کلام میں بیان شدہ قطعی دلائل کے پیش نظر،آنحضرت (ص)ہر شی کا حکم دینے یا کسی چیز سے منع کرنے کے سلسلہ میں بھی معصوم ہیں۔آپ(ع)نہ صرف معصیت وگناہ کا حکم نہیں دیتے ہیں،بلکہ آنحضرت (ص)،امرونہی میں بھی خطا کر نے سے محفوظ ہیں۔
ہم اس آیہء شریفہ میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ آنحضرت (ص) کی اطاعت مطلق اورکسی قیدوشرط کے بغیربیان ہوئی ہے۔
اگرآنحضرت (ص)کے امرونہی کرنے کے سلسلہ میں کوئی خطاممکن ہوتی یااس قسم کااحتمال ہوتا تو آیہء شریفہ میں انحضرت (ص) کی اطاعت کا حکم قید و شرط کے ساتھ ہوتا اورخاص مواقع سے مربوط ہوتا۔
ماں باپ کی اطاعت جیسے مسائل میں،کہ جس کی اہمیت پیغمبر (ص) کی اطاعت سے بہت کم ہے،لیکن جب خدائے متعال والدین سے نیکی کرنے کاحکم بیان کرتا ہے، تو فرماتا ہے:
(عنکبوت/۸)
”اورہم نے انسان کوماں باپ کے ساتھ نیکی کا برتاؤکرنے کی وصیت کی ہے اوربتایا ہے کہ اگروہ تم کومیراشریک قرار دینے پرمجبورکریں کہ جس کہ کاتمھیں علم نہیں ہے توخبرداران کی اطاعت نہ کرنا۔“
جب احتمال ہوکہ والدین شرک کی طرف ہدایت کریں توشرک میں ان کی اطاعت کرنے سے منع فرماتاہے،لیکن آیہء کریمہمیں پیغمبر (ص) کی اطاعت کوکسی قیدوشرط سے محدودنہیں کیاہے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پیغمبراکرم (ص) کی اطاعت کوکسی قیدوشرط کے بغیرتائیدوتاکیدکرنے کے سلسلہ میں ایک اورنکتہ یہ ہے کہ قرآن مجیدکی متعددآیات میں انحضرت (ص) کی اطاعت خداوندمتعال کی اطاعت کے ساتھ اورلفظ"أطیعوا"کی تکرارکے بغیرذکرہوئی ہے۔آیہء شریفہیعنی"خدااوررسول کی اطاعت کروتاکہ موردرحمت قرارپاؤ "مذکورہ مینصرف ایک لفظ"أطیعوا"کاخدااورپیغمبردونوں کے لئے استعمال ہونا اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت (ص) کی اطاعت کا واجب ہوناخداکی اطاعت کے واجب ہونے کے مانندہے۔اس بناء پرپیغمبر (ص) کے امرپراطاعت کرناقطعی طورپراطلاق رکھتا ہے اورناقابل شک وشبہ ہے۔

أُولوالامرکی اطاعت

ائمہ علیہم السلام کی امامت و عصمت کے سلسلہ میں آیۃمذکورہ سے استفادہ کر نے کے لئے مندرجہ چندابعادپرتوجہ کرناضروری ہے:

۱۔اولوالامرکامفہوم

۲۔اولوالامرکامصداق

۳۔اولوالامراو رحدیث "منزلت"حدیث"اطاعت"اورحدیث"ثقلین"

۴۔شیعہ اورسنی منابع میں اولوالامرکے بارے میں چنداحادیث

اولوالامرکامفہوم

اولو الامر کا عنوان ایک مرکب مفہوم پرمشتمل ہے۔اس جہت سے پہلے لفظ"اولوا" اور پھر لفظ "الامر"پرتوجہ کرنی چاہئے:

اصطلاح"اولوا"صاحب اور مالک کے معنی میں ہے اورلفظ"امر"دومعنی میں ایاہے: ایک "فرمان" کے معنی میں دوسرا"شان اورکام"کے معنی میں۔"شان وکام"کامعنی زیادہ واضح اور روشن ہے،کیونکہ اسی سورئہ نساء کی ایک دوسری آیت میں لفظ"اولی الامر"بیان ہواہے:

و إذجاء ہم أمر من الأمن أو الخوف أذاعوا بہ و لوردّوہ إلی الرّسول و إلی أولی الأمر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم۔(نساء/۸۳)

"اورجب ان کے پاس امن یاخوف کی خبرآتی ہے توفوراًنشرکردیتے ہیں حالانکہ اگررسولاورصاحبان امرکی طرف پلٹادیتے توان میں ایسے افراد تھے کہ جوحقیقت حال کاعلم پیداکرلیتے-۔۔۔"

اس آیہء شریفہ میں دوسرامعنی مقصودہے،یعنی جولوگ زندگی کے اموراوراس کے مختلف حالتوں میں صاحب اختیارہیں،اس آیت کے قرینہ کی وجہ سے"اولی الامر"کالفظ مورد بحث آیت میں بھی واضح ہوجاتاہے۔

مورد نظرآیت میں اولوالامرکے مفہوم کے پیش نظر ہم اس نکتہ تک پہنچ جاتے ہیں کہ"اولوالامر"کا لفظ صرف ان لوگوں کو شامل ہے جو در حقیقت فطری طورپرامورکی سرپرستی اورصاحب اختیارہونے کے لائق ہیں اورچونکہ خداوندمتعال ذاتی طورپرصاحب اختیارہے اورتمام امورمیں سرپرستی کااختیاررکھتاہے،اس لئے اس نے یہ سرپرستی انھیں عطاکی ہے ۔خواہ اگربظاہرانھیں اس عہدے سے محروم کر دیاگیا ہو،نہ ان لوگوں کوجوزوروزبردستی اورناحق طریقہ سے مسلط ہوکرلوگوں کے حکمران بن گئے ہیں۔اس لئے کہ صا حب خانہ وہ ہے جوحقیقت میں اس کامالک ہو چا ہے وہ غصب کر لیا گیا ہو،نہ کہ وہ شخص جس نے زورو زبر دستی یامکروفریب سے اس گھرپرقبضہ کر لیا ہے۔

اولوالامرکا مصداق

اولوالامرکے مصادیق کے بارے میں مفسرین نے بہت سے اقوال پیش کئے ہیں۔اس سلسلہ میں جونظریات ہمیں دستیاب ہوئے ہینوہ حسب ذیل ہیں:

۱۔امراء

۲۔اصحاب پیغمبر (ص)

۳۔مہاجرین وانصار

۴۔اصحاب اورتابعین

۵۔چاروخلفاء

۶۔ابوبکروعمر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۷۔علماء
۸۔جنگ کے کمانڈر
۹۔ائمہء معصومین)علیہم السلام)
۱۰۔علی(علیہ السلام)
۱۱۔وہ لوگ جوشرعی لحاظ سے ایک قسم کی ولایت اورسرپرستی رکھتے ہیں۔
۱۲۔اہل حل وعقد
۱۳۔امرائے حق ۱

ان اقوال پرتحقیق اورتنقیدکرنے سے پہلے ہم خودآیہء کریمہ میں موجودنکات اورقرائن پرغورکرتے ہیں:

آیت میں اولوالامرکامرتبہ
بحث کے اس مرحلہ میں ایہء شریفہ میں اولوالامرکی اطاعت کرنے کی کیفیت قابل توجہ ہے:

پہلانکتہ: اولوالامرکی اطاعت میں اطلاق آیہء شریفہ میں اولوالامرکی اطاعت مطلق طور پرذکرہوئی ہے اوراس کے لئے کسی قسم کی قیدوشرط بیان نہیں ہوئی ہے،جیساکہ رسول اکرم صل (ص) کی اطاعت میں اس بات کی تشریح کی گئی۔
یہ اطلاق اثبات کرتاہے کہ اولوالامرمطلق اطاعت کے حامل و سزاوارہیں اوران کی اطاعت خاص دستور،مخصوص حکم یا کسی خاص شرائط کے تحت محدودنہیں ہے،بلکہ ان کے تمام اوامرونواہی واجب الاطاعت ہیں۔
۱۔تفسیرالبحرالمحیط،ج۳،ص۲۷۸،التفسیرالکبیر

دوسرانکتہ:اولوالامرکی اطاعت،خدااوررسولکی اطاعت کے سیاق مینیعنی ان تین مقامات کی اطاعت میں کوئی قیدوشرط نہیں ہے اوریہ سیاق مذکورہ اطلاق کی تاکیدکرتاہے۔

تیسرانکتہ:اولوالامرمیں''أطیعوا''کاتکرارنہ ہونا۔
گزشتہ نکات سے اہم تراس نکتہ کامقصدیہ ہے کہ خدا ورسولکی اطاعت کے لئے آیہء شریفہ میں ہرایک کے لئے الگ سے ایک''أطیعوا''لایاگیاہے اور فرمایاہے: لیکناولوالامرکی اطاعت کے لئے''أطیعوا''کے لفظ کی تکرارنہیں ہوئی ہے بلکہاولی الامر''الرسول''پرعطف ہے،اس بناپروہی''أطیعوا''جورسول کے لئے آیا ہے وہ اولی الامرسے بھی متعلق ہے۔
اس عطف سے معلوم ہوتاہے کہ''اولوالامر''اور''رسول''کے لئے اطاعت کے حوالے سے دوالگ الگ واجب نہیں ہیں بلکہ وجوب اطاعت اولوالامر وہی ہے جو وجوب اطاعت رسولہے یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اولوالامر کی اطاعت تمام امر ونہی مینرسول اکرم (ص)کی اطاعت کے مانندہے اوراس کانتیجہ گناہ وخطاسے اولوالامرکی عصمت،تمام اوامرونواہی مینرسول کے مانندہے۔
اس برہان کی مزیدوضاحت کے لئے کہاجاسکتاہے:آیہء شریفہ میں رسول اکرم صل (ص) اوراولوالامرکی اطاعت کے لئے ایک''أطیعوا''سے زیادہ استعمال نہیں ہوا ہے اوریہ''أطیعوا''ایک ہی وقت میں مطلق بھی ہواورمقیّدبھی یہ نہیں ہوسکتاہے یعنی یہ نہیں کہا جاسکتاہے کہ یہ''أطیعوا''رسول خدا (ص) کے بارے میں مطلق ہے اوراولوالامرکے بارے میں مقیّدہے،کیونکہ اطلاق اور قیدقابل جمع نہیں ہیں۔اگر''أطیعوا''پیغمبر (ص) کے بارے میں مطلق ہے اورکسی قسم کی قیدنہیں رکھتا ہے،)مثلاًاس سے مقیّدنہیں ہے کہ آنحضرت (ص) کا امرونہی گناہ یا اشتباہ کی وجہ سے نہ ہو)تواولوالامر کی اطاعت بھی مطلق اوربلا قید ہو نی چاہئے ورنہ نقیضین کاجمع ہونا لازم ہوگا۔
ان نکات کے پیش نظریہ واضح ہوگیاکہ آیہء کریمہ اس امر پر دلالت کر تی ہے کہ اس آیت میں''اولوالامر''پیغمبراکرم (ص) کے مانند معصوم ہیں۔
یہ مطلب کہ''اولوالامر کی اطاعت''آیہء کریمہ میں مذکورہ خصوصیات کے پیش نظر،اولوالامر کی عصمت پر دلالت ہے،بعض اہل سنّت ۱ مفسرین،من جملہ فخررازی کی توجہ کا سبب بنا ہے۔اس لحاظ سے یہاں پران کے بیان کاخلاصہ جواس مطلب پر قطعی استدلال ہے کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہے:

آیہء اولوالامر کے بارے میں فخررازی کا قول

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

فخررازی نے بھی"اولوالامر"کی عصمت کو آیہء شریفہ سے استفادہ کیا ہے ان کے بیان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:
"خداوند متعال نے آیہء کریمہ میں "اولوالامر" کی اطاعت کو قطعی طورپرضروری جانا ہے،اورجس کسی کے لئے اس قسم کی اطاعت واجب ہواس کاخطاواشتباہ سے معصوم ہو ناناگزیر ہے،کیونکہ اگر وہ خطاواشتباہ سے معصوم نہ ہو اور بالفرض وہ خطا کا مر تکب ہو جائے تو ،اس آیت کے مطابق اس کی اطاعت کرنی ہوگی!اوریہ ایک امر خطا واشتباہ کی اطاعت ہوگی،جبکہ خطااوراشتباہ کی نہی کی جاتی ہے لہذا انہیں چاہئے کر اس کے امر کی پیروی کیجائے، کیونکہ اس قسم کے فرض کا نتیجہ فعل واحد میں امرونہی کا جمع ہو نا ہے)جو محال ہے) ۲۔
فخررازی اولوالامرکی عصمت کوآیہء سے استدلال کرنے کے بعد،یہ مشخص کرنے کے لئے کہ اولوالامر سے مراد کون لوگ ہیں کہ جن کامعصوم ہونا ضروری ہے کہتا ہے:
۱۔غرائب القرآن،نیشا بوری،ج۲،ص۴۳۴،دارالکتب العلمیة بیروت،تفسیرالمنار،شیخ محمدعبدہ ورشیدرضا،ج۵،ص۱۸۱دارالمعرفةبیروت
۲۔التفسیرالکبیر،آیت کے ذیل میں
" اولوالامر سے مرادشیعہ امامیہ کے ائمہ معصو مین علیہم السلام(ع)نہیں ہو سکتے ہیں،بلکہ اس سے مراداہل حل وعقد)جن کے ذمہ معاشرہ کے اہم مسائل کے حل کرنے کی ذمہ داری ہے)کہ جواپنے حکم اورفیصلے میں معصوم ہوتے ہیں اوران کے فیصلے سوفیصد صحیح اورمطابق واقع ہوتے ہیں"۔

فخررازی کاجواب
یہ بات کہ اولوالامر سے مراد اہل حل وعقد ہیں اور وہ اپنے حکم اور فیصلہ میں معصوم ہیں،مندرجہ ذیل دلائل کے پیش نظر صحیح نہیں ہے:
۱۔آیہء کریمہ میں "اولوالامر"کا لفظ جمع ا ور عام ہے کہ جو عمو میت و استغراق پر دلالت کر تا ہے۔اگر اس سے مراد اہل حل وعقد ہوں گے تو اس کی دلالت ایک مجموعی واحد پر ہو گی اور یہ خلاف ظاہر ہے۔
وضاحت یہ ہے کہ آیہء کریمہ کاظاہریہ بتاتاہے کہ ایسے صاحبان امرکی اطاعت لازم ہے جن میں سے ہر کوئی، واجب الاطاعت ہو ،نہ یہ کہ وہ تمام افراد) ایک مشترک فیصلہ کی بنیاد پر)ایک حکم رکھتے ہوں اور اس حکم کی اطا عت کر نا واجب ہو ۔
۲۔عصمت،ایک تحفظ الہٰی ہے،ایک ملکہ نفسانی اورحقیقی صفت ہے اوراس کے لئے ایک حقیقی موصوف کاہوناضرودری ہے اوریہ لازمی طور پرایک امرواقعی پر قائم ہو نا چاہئے جبکہ اہل حل وعقدایک مجموعی واحدہے اورمجموعی واحد ایک امراعتباری ہو تا ہے اورامر واقعی کا امراعتباری پر قائم ہونا محال ہے۔
۳۔مسلمانوں کے درمیان اس بات پر اتفاق نظر ہے کہ شیعوں کے ائمہ اورانبیاء کے علاوہ کوئی معصوم نہیں ہے۔

ائمہء معصومین)ع)کی امامت پر فخررازی کے اعتراضات
اس کے بعد فخررازی نے شیعہ امامیہ کے عقیدہ، یعنی"اولوالامر"سے مرادبارہ ائمہ معصومین ہیں،کے بارے میں چنداعتراضات کئے ہیں:
پہلا اعتراض:ائمہء معصومین)علیہم السلام) کی ا طاعت کا واجب ہونا یا مطلقاً ہے یعنی اس میں ان کی معرفت وشناخت نیزان تک رسائی کی شرط نہیں ہے،تو اس صورت میں تکلیف مالایطاق کا ہو نا لازم آتا ہے،کیونکہ اس فرض کی بنیاد پر اگر ہم انھیں نہ پہچان سکیں اوران تک ہماری رسائی نہ ہو سکے،تو ہم کیسے ان کی اطاعت کریں گے؟یا ان کی شناخت اور معرفت کی شرط ہے،اگر ایسا ہے تویہ بھی صحیح نہیں ہے ،کیونکہ اس بات کا لازمہ ان کی اطاعت کا واجب ہونامشروط ہوگا،جبکہ آیہء شریفہ میں ان کی اطاعت کا واجب ہو نا مطلقاً ہے اوراس کے لئے کسی قسم کی قیدوشرط نہیں ہے ۔
جواب:ائمہء معصومین کی اطاعت کے واجب ہونے میں ان کی معرفت شرط نہیں ہے تاکہ اگرکوئی انھیں نہ پہچانے تواس پران کی اطاعت واجب نہ ہو،بلکہ ان کی اطاعت بذات خودمشروط ہے۔نتیجہ کے طور پر انھیں پہچاننا ضروری ہے تاکہ ان کی اطاعت کی جاسکے اوران دونوں کے درمیان کافی فرق ہے۔
مزیدوضاحت:بعض اوقات شرط، شرط وجوب ہے اور بعض اوقات شرط،شرط واجب ہے۔مثلاً وجوب حج کے لئے استطاعت کی شرط ہے اورخوداستطاعت وجوب حج کی شرط ہے۔اس بناء پر اگر استطاعت نہ ہو توحج واجب نہیں ہو گا۔لیکن نمازمیں طہارت شرط واجب ہے،یعنی نماز جو واجب ہے اس کے لئے طہارت شرط ہے۔اس بناء پر اگرکسی نے طہارت نہیں کی ہے تووہ نماز نہیں پڑھ سکتا ہے،وہ گناہ کا مرتکب ہوگا،کیونکہ اس پر واجب تھاکہ طہارت کرے تاکہ نماز

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پڑھے۔لیکن حج کے مسئلہ میں ،اگراستطاعت نہینرکھتا ہے تواس پر حج واجب نہیں ہے اور وہ کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا ہے۔
اس سلسلہ میں بھی پیغمبر (ص) اورامام(ع)دونوں کی اطاعت کے لئے ان کی معرفت کی شرط ہے۔اس لحاظ سے ان کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ ان کی اطاعت کی جاسکے۔پس ان کی اطاعت کاوجوب مطلقاًہے،لیکن خوداطاعت مشروط ہے۔
خدائے متعال نے بھی قطعی دلالت سے اس معرفت کے مقدمات فراہم کئے ہیں۔جس طرح پیغمبراکرم (ص) قطعی دلائل کی بناپرپہنچانے جاتے ہیں،اسی طرح ائمہ معصومین علیہم السلام کو بھی جوآپکے جانشین ہیں قطعی اورواضح دلائل کی بناپر جیسا کہ شیعوں کے کلام اورحدیث کی کتابوں میں مفصل طورپرآیاہے اوران کے بارے میں معرفت اورآگاہی حاصل کرناضروری ہے۔
دوسرااعتراض:شیعہ امامیہ کے عقیدہ کے مطابق ہرزمانہ میں ایک امام سے زیادہ نہیں ہوتا ہے،جبکہ''اولوالامر''جمع ہے اورمتعدداماموں کی اطاعت کوواجب قراردیتاہے۔
جواب:اگرچہ ہرزمانے میں ایک امام سے زیادہ نہیں ہوتاہے،لیکن ائمہ کی اطاعت مختلف ومتعددزمانوں کے لحاظ سے ہے،اوریہ ہرزمانہ میں ایک امام کی اطاعت کے واجب ہونے کے منافی نہیں ہے۔نتیجہ کے طورپرمختلف زمانوں میں مومنین پرواجب ہے کہ جس آئمہ معصوم کی طرف سے حکم ان تک پہنچے،اس کی اطاعت کریں۔
تیسرااعتراض:اگرآیہء شریفہ میں''اولوالامر''سے مراد آئمہ معصومین ہیں توآیہئ شریفہ کے ذیل میں جوحکم دیاگیاہے کہ اختلافی مسائل کے سلسلہ میں خدائے متعال اوررسول (ص)کی طرف رجوع کریں،اس میں ائمہ معصومین(ع)کی طرف لوٹنے کا بھی ذکرہوناچاہئے تھا جبکہ آیت مینیوں کہاگیاہے:''پھراگرآپس میں کسی بات میں اختلاف ہوجائے تواسے خدااور رسولکی طرف ارجاع دو۔''جبکہ یہاں پر''اولوالامر''ذکرنہیں ہواہے۔
جواب:چونکہ ائمہ معصومین علیہم السلام اختلافات کو حل کرنے اوراختلافی مسائل کے بارے میں حکم دینے میں قرآن مجیداورسنّت (ص)کے مطابق عمل کرتے ہیں اورکتاب وسنّت کے بارے میں مکمل علم وآگاہی رکھتے ہیں،اس لئے اختلافی مسائل میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرناخدا اوررسولکی طرف رجوع کرناہے۔اسی لئے''اولوالامر''کاذکر اور اس کی تکرارکرنایہاں پرضروری نہیں تھا۔

جملہء شرطیہ میں''فائے تفریع''
ایک اورنکتہ جو''اولوالامر''کے معنی کو ثابت کرنے کے لئے بہت مؤثرہے وہ جملہئ شرطیہ مینکے بعد''فائے تفریع''کا پایا جا نا ہے۔
یہ جملہء شرطیہ یوں ایاہے:اختلافی مسائل کوخدائے متعال اوررسول (ص)کی طرف پلٹانے کاوجوب،خدا،رسولاوراولی الامرکی اطاعت کے وجوب پرمتفرع ہواہے،اوراس بیان سے بخوبی سمجھ میں آتاہے کہ اختلافی مسائل کوخدااوررسول (ص)ی طرف پلٹانے میں اولوالامرکی اطاعت دخالت رکھتی ہے۔یہ تفریع دوبنیادی مطلب کی حامل ہے:
۱۔اولوالامرکی عصمت :اس لحاظ سے کہ اگراولوالامرخطااورگناہ کامرتکب ہو گااور اختلافی مسائل مینغلط فیصلہ دے گا تواس کے اس فیصلہ کاکتاب وسنت سے کوئی ربط نہیں ہوگاجبکہ تفریع دلالت کرتی ہے کہ چونکہ اولی الامرکی اطاعت ضروری ہے لہذا چاہیئے کہ،اختلافی مسائل کوخدااوررسول (ص) کی طرف پلٹا یا جائے۔
۲۔کتاب وسنت کے بارے میں کامل ووسیع معلو مات:اس لحاظ سے اگراولی الامر کتاب وسنت کے ایک حکم سے بھی جاہل ہواوراس سلسلہ میں غلط حکم جاری کرے تواس حکم میں اس کی طرف رجوع کرناگویاکتاب وسنت کی طرف رجوع نہ کرنے کے مترادف ہے۔جبکہ''فائے تفریع''سے یہ سمجھ میں آتاہے کہ اولی الامرکی اطاعت مسلسل اختلافی مسائل کوکتاب وسنت کی طرف پلٹانے کاسبب ہے۔اس لئے آیہء شریفہ میں فائے تفریع، کاوجوداولی الامر کے تعین کے لئے کہ جس سے مرادائمہ معصومین (ع)واضح قرینہ ہے۔
مذکورہ نکات سے استفادہ کی صورت میں اب تک درج ذیل چندمطالب واضح ہوگئے:
۱۔آیہء شریفہ میں''اولی الامر''سے مرادجوبھی ہیں ان کاامرونہی کر نے میں گناہ اورخطاسے معصوم ہونا ضروری ہے۔
۲۔اولی الامرکا انطباق اہل حل وعقدپر صحیح ودرست نہیں ہے۔)جیساکہ فخررازی کا نظریہ ہے)
۳۔اب تک جوکچھ ثابت ہوچکا ہے اس کے پیش نظراگر''اولی الامر''کے بارے میں ہمارے بیان کئے گئے گیارہ اقوال پرنظرڈالیں،توآیہء کریمہ کی روشنی میں''اولی الامر''سے مراد تنہاشیعہ امامیہ کا نظریہ قابل قبول ہے اوریہ امران کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

علاوہ دوسروں کے عدم عصمت پراجماع ہونے کی بھی تاکیدکرتاہے۔

ظالم حکام اولوالامرنہیں ہیں

اولوالامرکے مفہوم میں اشارہ کیاگیاکہ اولوالامرمینصرف وہ لوگ شامل ہیں،جوامت کی سرپرستی ان کے امور کے مالک ہوں،اوریہ عنوان ان پر بھی صادق ہے کہ جنھیں ظلم اورناحق طریقہ سے امت کی سرپرستی سے علیحدہ کیاگیاہے۔اس کی مثال اس مالک مکان کی جیسی ہے،جس کے مکان پرغاصبانہ قبضہ کرکے اسے نکال باہرکر دیاگیاہو۔

دوسرانکتہ جو''اولوالامر''کے مقام کی عظمت اور اس کے بلند مر تبہ ہونے پر دلالت کرتا ہے وہ''اولوالامر''کاخداورسول (ص)کے او پرعطف ہوناہے۔مطلقاً وجوب اطاعت میں خدا ورسول کے ساتھ یہ اشتراک و مقا رنت ایک ایسا رتبہ ہے جوان کے قدرومنزلت کے لائق افراد کے علاوہ دوسروں کے لئے میسرنہیں ہے۔

یہ دواہم نکتے)مفہوم''اولوالامر''اوروجوب اطاعت کے سلسلہ میں الوالامرکا خداورسولپرعطف ہونا) خود''اولوالامر''کے دائرے سے ظالم حکام کے خارج ہونے کوواضح کرتا ہے۔

زمخشری کاتفسیرالکشاف ۱میں اس آیہء شریفہ کے ذیل میں کہناہے:

''خدااوررسول (ص)ظالم حکام سے بیزارہیں اوروہ خداورسول کی اطاعت کے واجب ہونے پرعطف کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں۔ان کے لئے شائستہ ترین نام''اللصوص المتغلبہ''ہے۔یعنی ایسے راہزن کہ جو لو گوں کی سر نوشت پرزبردستی مسلط ہوگئے ہیں۔''

اس بیان سے معروف مفسرقرآن،طبری کے نظریہ کاقابل اعتراض ہوناواضح ہوجاتاہے،جس نے ظالم کام کو بھی اولوالامر کی فہرست میں شامل کرتے ہوئے ان کی اطاعت کے ضروری ہونے کی طرف اشارہ کیاہے۔

اولوالامرکے بارے میں طبری کا قول

مناسب ہے کہ ہم اس سلسلہ میں طبری کے بیان اورا ستدلال کی طرف اشارہ کریں:

أولی الأقوال فی ذلک بالصواب قول من قال:''ہم الأمراؤالو لاۃلصحۃ الأخبارعن رسول اللّٰہ (ص) بالأمربطاعتہ الأئمّۃ والولاۃفیماکان طاعۃ وللمسلمین مصلحۃ''

۱۔الکشاف،ج۱،ص۲۷۷۔۲۷۶،دارالمعرفۃ،بیروت

کالذی حدثنی علی بن مسلم الطوسی قال:ثنا ابن أبی فدیک قال:ثنی عبداللّٰہ ابن محمدبن عروۃ،عن ہشام بن عروۃ،عن أبی صالح السمان،عن أبی ہریرۃ:أن النبیّ- (ص) وسلم-قال:سیلیکم بعدی ولاۃ،فیلیکم البرّببرّہ،والفاجر بفجورہ۔

فاسمعوالہم وأطیعوافی کل ماوافق الحق وصلوّاوراء ہم!فإن أ حسنوا فلکم ولہم،وإن أساؤوافلکم وعلیہم!

وحدثنا ابن المثنی قال:ثنا یحیی بن عبیداللّٰہ قال:أخبرنی نافع،عن عبداللّٰہ،عن النبیّ- (ص)-قال:علی المرء المسلم الطا عۃ فیما أحبّ وکرہ إلاّأن یؤمر بمعصیۃٍ،فمن أمربمعصیۃ فلا طاعۃ۔ حدثناابن المثنی قال:ثنی خالدبن عبیداللّٰہ،عن نافع،عن أبی عمر،عن النبیّ- (ص)-نحوہ۔۱

طبری نے تمام اقوال میں سے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ جس میں''اولوالامر''سے مرادمطلق حکام)نیک وبد)لیا گیاہے۔اوراس سلسلہ میں ان دواحادیث سے استدلال کیا ہے،جن میں حکمران اور فرمانرواؤں کی اطاعت کو مطلق طور پر ضروری جا ناکیا گیا ہے۔

نہ صرف''اولی الامر''کا مفہوم اوراس کا رسول (ص) پر عطف ہونااس نظریہ کو مسترد کرتا ہے،بلکہ ایسی صورت میں طبری کے نظریہ پر چند اعتراضات بھی وارد ہوتے ہیں:

پہلا اعتراض:یہ احادیث قابل اعتبار اورحجت نہیں ہیں،کیونکہ حدیث کی سند میں پہلے ابن ابی فدیک کا نام ہے کہ اہل سنّت کے رجال وحدیث کے ایک امام،ابن سعدکا اس کے بارے میں کہنا ہے:

۱۔تفسیرطبری،ج۵،ص۹۵،دارالمعرفۃ،بیروت

''کان کثیرالحدیث ولیس بحجۃ''۱

''اس سے کافی احادیث رو ایت ہوئی ہیں اور)اس کی بات) حجت نہیں ہے''

ابن حبان نے اسے خطا اوراشتباہ کرنے والا جانا ہے۔۲ اس کے علاوہ اس کی سند میں عبداللہ بن محمد بن عروۃ ہے کہ جس کا علم رجال کی معروف کتابوں میں موثق ہونا ثابت نہیں ہے۔

دوسری حدیث کی سند میں بھی بعض ضعیف اور مجہول افراد پائے جاتے ہیں،جیسے یحییٰ بن عبیداللہ،کے متعلق اہل سنت کے ائمہء رجال جیسے ابوحاتم،ابن عیینہ، یحییٰ القطان،ابن معین ،ابن شیبہ،نسائی اوردار قطبنی نے اسے ضعیف اور قابل

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مذمت قراردیا ہے۔۳
دوسرااعتراض:ان احادیث کا آیہء ''اولی الامر'' سے کوئی ربط نہیں ہے اور یہ احادیث
اس آیت کی تفسیر نہیں کرتی ہیں۔
تیسرااعترض:طبری کی یہ تفسیرقرآن مجید کی دوسری آیات سے تناقص رکھتی ہے،من جملہ یہ آیہء شریفہ:
لاتطیعواأمرالمسرفین الذین یفسدون فی الأرض ولا یصلحون (شعراء/ ۱ ۱۵۲۔۱۵۱)
''اورزیادتی کرنے والوں کے حکم کی اطاعت نہ کرو،جوزمین میں فساد برپاکرتے ہیں اوراصلاح کے در پی نہیں ہیں''

علماء بھی اولوالامرنہیں ہیں
''اولوالامر''کا مفہوم سرپرستی اورولایت کو بیان کرتا ہے اورعلماء کا کردار لوگوں کووضاحت اور آگاہی دینے کے علاوہ کچھ نہیں ہے، کیونکہ :
۱۔الطبقات الکبری،ج۵،ص۴۳۷،داربیروت للطباعۃوالنشر
۲۔کتاب الثقات،ج۹،ص۴۲،مؤسسۃالکتب الثقافیۃ
۳۔تہذیب التہذیب ،ج۱۱،ص۲۲۱،دارالفکر
ایک تو،''اولوالامر''کے عنوان سے صاحبان علم وفقہ ذہن میں نہیں آتے ہیں مگریہ کہ خارج سے اس سلسلہ میں کوئی دلیل موجود ہو جس کے روسے علماء اوردانشوروں کو سر پرستی حاصل ہو جائے اوریہ دلالت آیت کے علاوہ ہے جنہوں نے اس قول کو پیش کیاہے،وہ اس لحاظ سے ہے کہ لوگ اپنی زندگی کے معاملات میں علماء کی اطاعت کرکے ان کی راہنمائی سے استفادہ کریں۔
دوسرے یہ کہ:اس آیہء شریفہ سے قبل والی آیت میں خداوند متعال نے حکام کے فرائض بیان کئے ہیں:

''جب کوئی فیصلہ کرو توانصاف کے ساتھ کرو''
زیر بحث آیت میں''اولوالامر'' کی نسبت لوگوں کی ذمہ داریوں کوبیان کیا گیا ہے اوراس سے واضح ہوتا ہے کہ
''اولوالامر''سے مراد مذکورہ صفات کے حامل وہی حکام ہیں،نہ علمائ
تیسرے یہ کہ:اگراس سے مراد علماء ہیں توکیا یہ علماء بہ طور عام اور بہ حیثیت مجموعی مراد ہیں یا یہ کہ بہ حیثیت استغراقی،ان میں ہرفرد ولی امر ہے اوراس کی اطاعت واجب ہے؟
اگر پہلا فرض مراد ہے ،تواس پر اعتراض اہل حل وعقد والے قول اورفخررازی کے نظریہ کے سلسلہ میں بیان ہوچکا ہے،اوراگردوسری صورت مراد ہے توآیہء شریفہ میں مطلقا طور پر کس طرح ان کی اطاعت واجب ہو ئی ہے،جبکہ اگرایسا ہے تواس کے ضوابط اورشرائط قرآن وحدیث میں بیان ہونے چاہئے تھے۔
چوتھے یہ کہ: پچھلی آیت میں ''فائے تفریع ''کی وضاحت میں آیہء شریفہ کے بعد والے جملہ میں آیاہے: یہ جملہ فائے تفریع کے ذریعہ پہلے والے جملہ سے مر بوط ہے کہ اس کے معنی اختلافی صورت میں خدا اوررسول کی طرف رجوع کر ناخدا ورسول نیز اولی الامر کی مطلقاً اطاعت کے وجوب پر متفرع ہے۔ اس جملہ سے واضح ہو جا تاہے کہ اختلافی مسائل میں خدااوررسول کی طرف رجوع کر نا ضروری ہے،یہ رجوع کر نا'اولوالامر'' کی اطاعت ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔اوربعد والے جملہ میں لفظ ''اولوالامر''کو نہ لانے کا مقصد بھی اسی مطلب کو واضح کرتا ہے یعنی تنہا''اولوالامر'' ہے جوکتاب وسنت کے معانی و مفاہیم نیز تمام پہلوؤں سے آگاہ ہے لہذا اختلافی مسائل میں اس کی طرف رجوع کر نا درحقیقت خدااوررسولکی طرف رجوع کر نا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ مطلقاً یعنی بہ طور کلی علماء ایسے نہیں ہیں سواء ان لو گوں کے کہ جو منجانب اللہ گناہ وخطاء سے محفوظ ہیں۔

آیہء کریمہ کے بارے میں چند دیگر نکات
اس قول کے بارے میں کہ''اولوالامر''سے مراد علماء ہیں ،مفسرین کے بیانات میں بعض قابل غور باتیں دیکھنے میں آتی ہیں ،شائستہ نکات کو ملحوظ رکھتے ہو ئے آیت میں غور وخوص ان اعتراضات کو واضح کر دیتا ہے پہلا نکتہ:میں مخاطبین وہی ہیں جومیں مخاطبین ہیں۔''آیت میں مخاطب مو منین ''کا اولوالامر کے درمیان تقابل کا قرینہ متقاضی ہے کہ''الذین آمنوا''''اولوالامر'' کے علاوہ ہوں کہ جس میں حاکم و فر مانرواولوالامر اور مطیع وفرمانبردارمومنین قرار دیئے جائیں ۔
دوسرانکتہ:اس نکتہ کے پیش نظر،مو منین کے اختلا فات ان کے آپسی ا ختلا فات ہیں نہ ان کے اور اولوالامر کے درمیان

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کے اختلافات۔
تیسرانکتہ: یہ کہ مو منین سے خطاب مورد توجہ واقع ہو اور اس کو اولی الامر کی طرف موڑ دیا جائے ،یہ سیاق آیت کے خلاف ہے اوراس تو جہ کے بارے میں آیہء شریفہ میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

چند نظریات پرتنقید
قرطبی اورجصّاص نے جملہکواس پر دلیل قراردیا کہ"اولوالامر" سے مرادعلماء ہیں،اورچونکہ جو علماء نہیں ہیں وہ خدا ورسولکی طرف پلٹانے کی کیفیت کو نہیں جانتے ہیں،اس لحاظ سے خدائے تعالیٰ نے علماء کوخطاب کیا ہے اورانھیں جھگڑے اوراختلاف کی صورت میں حکم دیاہے کہ اختلافی مسئلہ کو خدا اور رسول کی طرف پلٹادیں۔۱
ابوالسعود نے اپنی تفسیر میں اس قول کو پیش کیا ہے اورمذکورہ دومفسروں نے جو کچھ کہا ہے،اس کے خلاف ہے:جملہء"فإن تنازعتم"اس کی دلیل ہے کہ اولوالامر سے مراد علماء نہیں ہو سکتے ہیں،کیونکہ مقلد مجتہد کے حکم کے بارے میں اس سے اختلاف نہیں کرسکتا ہےلمگر یہ کہ ہم کہیں کہ جملہ"فإن تنازعتم"کا مقلدین سے کوئی ربط نہیں ہے اوریہ خطاب صرف علماء سے ہے اوراس سلسلہ میں کسی حد تک التفات ملا حظہ کیا گیا ہے لیکن ےہ بھی بعید ہے۔۲
قرطبی اورجصّاص کے لئے یہ اعتراض ہے کہ وہ التفات)توجہ) کے قائل ہوئے ہیں اور جملہ "تنازعتم" کو علماء سے خطاب جاناہے جبکہ بظاہر یہ ہے کہ ' 'تنازعتم" کا خطاب تمام مومنین سے ہے اوراس التفات کے بارے میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔
ابوالسعودکا اشکال یہ ہے کہ اس نے آیہء شریفہ میں اختلاف کو "اولوالامر"سے مراد علماء ہو نے کی صورت میں اختلاف بین علماء اور مقلدین سمجھا ہے ،جبکہ مؤ منین سے خطاب ہے،چونکہ مؤ منین آیہء شریفہ میں اولوالامر کے مقابلہ میں قراردئے گئے ہیں ،لہٰذاان کے اختلافات ان کے آپسی اختلافات ہوں گے،نہ کہ علماء کے فرض کر نے کی صورت میں اولوالامر
۱۔جامع احکام القرآن،ج۵،ص۲۶۰،دارالفکر۔احکام القرآن جصاص،ج۲،ص۲۱۰،دارالکناف العربی۔
۲۔ارشاد العقل السلیم ،تفسیر ابوالسعود،ج۲،ص۱۹۳،داراحیائ التراث العربی ،بیروت۔
کے ساتھ یہاں تک واضح ہوا کہ مذکورہ نکات کے پیش نظر"اولوالامر"سے مرادعلمائنہیں ہوسکتے ہیں۔قرطبی اورجصاص کا نظریہ بھی صحیح نہیں ہے،جنھوں نے التفات کا سہارالے کر اس قول
کوصحیح قراردینے کی کوشش کی ہے اورابوالسعود کا نظریہ بھی درست نہ ہونے کی وجہ سے اس کامستردہونا واضح ہے۔

اصحاب اور تابعین بھی اولوالامر نہیں ہیں۔
آیہء شریفہ میں چند دوسرے ایسے نکات بھی موجود ہیں کہ جن کی روشنی میں اصحاب یا اصحاب وتابعین یا مہا جرین وانصار کا اولوالامر نہ ہوناثابت کیا جاسکتا ہے:
۱۔آیہء شریفہ میں عموماً مؤ منین سے خطاب کیا گیا ہے اور ایسے افراد کہ جن کی اطاعت کرنا مؤمنین کے لئے بطور مطلق واجب ہے،ان کا ذکر ہے لہٰذا مؤمنین وہ لوگ ہیں کہ جن کی شان اطاعت وفرمانبرداری ہے اورخدا ورسول نیز اولوالامر کی شان مو منین کے اوپر مطلقاًاختیار اور فرمانروائی ہے ،ان دونوں کا)مفہوم)ایک دوسرے کے مد مقابل واقع ہو نا واضح قرینہ ہے کہ مؤ منین "اولوالامر"کے علاوہ ہیں۔مؤمنین کی حیثیت صرف فرمانبرداری ہے،اوران کے مقابل یعنی خداورسول نیزاولوالامر کی حیثیت فرماں روائی ہے۔
یہ مغایرت جس چیزکی تاکید کرتی ہے ،وہ یہ ہے کہ اولوالامرکا تذکرہ خداورسول کے ساتھ ایک سیاق میں واقع ہے اورآیت میں خدا اورسولکی حیثیت سواء مطاع)جس کی اطاعت کی جائے)کے کچھ نہیں ہے،لہٰذا اولوالامرکی بھی و ہی حیثیت ہو نی چا ہئے۔
اس مطلب کا تقاضا یہ ہے کہ اولوالامر،اصحاب ،تابعین یا مہاجرین وانصارکے زمرے سے نہیں ہوں گے کیوں کہ ایسی صورت میں مذکورہ مغایرت موجود نہینر ہے گی،حالانکہ جو مؤ منین آیہء شریفہ کے نزول کے وقت اس کے مخاطب واقع ہوئے ہیں وہ،وہی اصحاب ،مہاجرین اور انصا رہیں۔
۲۔دوسرانکتہ یہ ہے کہ اگر اولوالامر کے مصداق اصحاب ہوگے، تو کےا یہ تمام اصحاب بہ حیثیت مجموعی ہیں ےا بنحواستغراقی ؟
مزید واضح لفظوں مےں کیا اصحاب مےں سے ہر ایک فرد بہ طورمستقل اولوالامر ہے او ر قوم کی سرپرستی کا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اختیاررکھتاہے، یا تمام اصحاب بہ حیثیت مجموعی اس عہدے کے مالک ہیں؟ فطری بات ہے کہ دوسری صورت کے اعتبار پر سب کا اجماع اور اتفاق ہوگا؟
دوسرا فرض)یعنی عام بہ حیثیت مجموع) ظاہر کے خلاف ہے، جیسا کہ فخررازی کے بیان میں اس کی وضاحت ہو چکی ہے ، او ر پہلا فرض یعنی اصحاب میں سے ہر ایک بہ طور مستقل صاحب ولایت ہوگا، یہ بھی ظاہر اور اصحاب کی سیرت کے خلاف ہے ۔ کیونکہ اصحاب کے زمانہ میں ایسا کچھ نہیں تھا کہ ہر ایک دوسرے کے لئے)وہ بھی مطلقاً) وجوب اطاعت کا مالک ہوا۔
اس کے علاوہ اصحاب علمی اور عملی لحاظ سے ایک دوسرے سے کافی مختلف تھے۔ان میں کافی تعداد میں ایسے افراد بھی تھے جن میں علمی اور اخلاقی صلاحیتوں کا فقدان تھامثال کے طور پر ولیدبن عقبہ ۱ کے فاسق ہو نے کے بارے میں آیت نازلی ہوئی ہے کہ جس کی خبر کی تحقیق واجب وضروری ہے ان حالات کے پیش نظر کس طرح ممکن ہے کہ '' اولوالامر''کے مصداق بہ طور مطلق اصحاب یا مہاجرین و انصار ہوں؟

سریہ کے سردار بھی اولوالامر کے مصداق نہیں ہیں:
اسی طرح''اولوالامر'' کے مصداق سریہ ۲کے کمانڈو بھی نہیں ہیں کیونکہ جو کچھ ہم نے بیان کیا، اس کے علاوہ ''اولوالامر'' کا رسول (ص) پر عطف ہونا، ''اولوالامر''کی مطلق اطاعت کے و اجب ہونے پر دلالت کر تا ہے اور جملہ ''فإن تنازعتم'' کامتفرع ہو نا، خدا و

۱۔ اصحاب کے بارے میں مصنف کی کتاب '' عدالت صحابہ در میزان کتاب و سنت '' ملاحظہ ہو
۳۔جن جنگوں میں پیغمبراکرم صلی ﷲ علیہ وآلہ وسلم نے ذاتی طورپر شرکت نہیں کی ہے،انھیں سریہ کہتے ہیں۔
پیغمبر اور اولوالامرکی مطلق اطاعت نیز''اولوالامر'' کی عصمت پر دلیل ہیں ۔سریہ کے کمانڈ معصوم نہیں ہیں،اس سلسلہ میں اصحاب اورتابعین کی طرف سے کچھ آثار نقل ہوئے ہیں جواس مطلب کی تائید کرتے ہیں۔ہم یہاں پر ان آثار میں سے چند کی طرف اشارہ کررہے ہیں:
۱۔ابن عباس سے ایک حدیث میں روایت کی گئی ہے:آیہء''اولی الامر''ایک ایسے شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے،کہ جسے پیغمبراکرم (ص) نے ایک سریہ میں)سرپرست و سر براہ کے عنوان سے) بھیجا تھا۔۱اس حدیث کی سند میں حجاج بن محمد کا نام آیا ہے کہ ابن سعد نے اس کے بارے میں کہا ہے:
''کان قد تغیّرفی آخر عمرہ''
''یعنی:آخر عمر میں اس کا حافظہ مختل ہوگیا تھا۔
اورابن حجر نے کہا ہے کہ اس نے اسی حالت میں روایت کی ہے۲ فطری بات ہے کہ اس کیفیت و حالت کے پیش نظر اس کی روایت معتبر نہیں ہوسکتی ہے۔
۲۔ایک دوسری حدیث میں میمون بن مہران سے روایت ہوئی ہے کہ''اولوالامر'' وہ لوگ ہیں جوسریہ)جنگوں) میں شرکت کرتے تھے۔۳اس حدیث کی سند میں عنبسة بن سعیدضریس کا نام ہے کہ ابن حبان نے اس کے بارے میں کہا ہے:
''کان یخطی۴''
''یعنی :وہ مسلسل خطا کا مرتکب ہوتاتھا۔''

۱۔تفسیر طبری،ج۵،ص۹۲،دارالمعرفة،بیروت
۲۔تہذیب التہذیب،ج۲،ص۱۸۱
۳۔تفسیر طبری ،ج۵،ص۹۲،دارالمعرفة،بیروت
۴۔تہذیب التہذیب،ج۸،ص۱۳۸
طبری نے ایک حدیث میں سدی سے نقل کیا ہے ۱کہ اس نے آیہء ''اولوالامر'' کو اس قضیہ سے مرتبط جانا ہے کہ ایک سریہ)جنگ) میں خالد بن ولیدکوکمانڈر مقرر کیا گیا تھااورس سریہ میں عماریاسر بھی موجود تھے اور انہوں نے ایک مسلمان کو دئے گئے امان کے سلسلہ میں خالد سے اختلاف رای کا اظہارکیا تھا۔۲
یہ حدیث بھی صحیح نہیں ہے،کیونکہ ایک تو یہ مرسل ہے اوردوسرے سدی کے بارے میں یحییٰ بن معین ا ورعقیلی سے نقل ہو ا ہے کہ وہ ضعیف ہے اورجوزجانے اسے کافی جھوٹا بتا یا ہے ۔۳

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۳۔بخاری نے آیہء ''اولوالامر'' کی تفسیر میں جو حدیث ذکر کی ہے وہ یوں ہے:
''حدثناصدقة بن الفضل،أخبرناحج ابن محمّد،عن ابن جریح،عن یعلی بن مسلم،عن سعید بن جبیرعن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما:''أطیعواللّٰہ وأطیعوالرّسول وأولی الأمرمنکم''قال:نزلت فی عبداللّٰہ بن حذافة ابن قیس بن عدی اذبعثہ النبی (ص) فی سریة۔۴
اس حدیث میں سعیدبن جبیران نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آیہءعبداللہ بن حذافہ کے بارے میں نازل ہو ئی ہے،جب رسول خدا (ص)نے اس سے ایک سریہ کے لئے روانہ کیا۔
چونکہ یہ حدیث فتح الباری میں ابن حجر کے کلام سے اخذ کی گئی ہے اس لئے احتمال ہے کہ یہ روایت سنید بن داؤد مصیصی سے روایت ہوئی ہو جیسا کہ ابن سکن سے منقول ہے نہ کہ صدقہ بن

۱۔تفسیر طبری ،ص۹۲،دارالمعرفة
۲۔تفسیر طبری ،ص۹۲،دارالمعرفہ
۳۔تہذیب التہذیب،ج۱،ص۲۷۳
۴۔صحیح بخاری،ج۳،ص۳۷۶،کتاب التفسیر،باب قولہح۱۰۱۰،دارالقلم ،بیروت
فضل سے جیسا کہ اکثر نے نقل کیا ہے اور موجودہ صحیح بخاری میں بھی اسی کے حوالے سے آیا ہے اورسنید بن داؤد کو ابی حاتم ونسائی نے ضعیف جانا ہے۔۱
اس بناپر ایک تو یہ بات مسلّم ویقینی نہیں ہے کہ بخاری میں موجود روایت صدقہ بن فضل سے ہوگی،بلکہ ممکن ہے سنید سے ہو جبکہ وہ ضعیف شمار ہو تا ہے۔
دوسرے یہ کہ:اس کی سند میں حجاج بن محمدہے کہ ابن سعد نے اس کے بارے میں کہا ہے:
''کان قد تغیرفی آخرعمرہ''
''یعنی:آخر عمر میں اس کا حافظہ مختل ہوگیا تھا۔''
اور ابن حجر نے کہاہے:اس نے اسی حالت مینروایت کی ہے۔۲
ابوبکراورعمربھی اولوالامر کے مصداق نہیں ہیں
مذکورہ وجوہ کے پیش نظر واضح ہوگیا کہ ابوبکر اور عمربھی ''اولوالامر''کے مصداق نہیں ہیں نیزان وجوہ کے علاوہ دین وشریعت سے متعلق سوالات کے جوابات میں ان کی لا علمی ناتوانی اوراحکام الٰہی کے خلاف ان کا اظہار نظر بھی اس کا بین ثبوت ہے کہ جو تاریخ وحدیث کی کتابوں میں کثرت سے درج ہے۔اس سلسلہ میں کتاب الغدیر کی جلد ۶اور۷ کی طرف رجوع کیا جاسکتاہے۔
اہل سنت کی بعض کتابوں میں درج یہ حدیث کہ جس میں ان کی اقتداء کرنے کااشارہ ہواہے:''إقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر''کئی جہات سے باعث نزاع ہے۔من جملہ یہ کہ اس کی سند میں عبدالملک بن عمیر ہے کہ تہذیب الکمال۳میں احمد بن حنبل
۱۔فتح الباری،ج۸،ص۲۵۳
۲۔تہذیب التہذیب،ج۲،ص۱۸۱
۳۔تہذیب الکمال،ج۱۸،ص۳۷۳،موسسہ الرسالة
سے اس کے بارے میں یوں نقل ہوا ہے:عبد الملک بن عمیر بہت زیادہ مضطرب البیان ہے اس سے منقول میں نے ۵۰۰سو روایتیں دیکھی ہیں کہ جن میں اکثر غلط ہیں عبدالملک بن عمیر مضطرب الحدیث جداً۔۔۔ماأری لہ خمسأئة حدیث، وقد غلط فی کثیرمنہا'' اور احمد بن خلیل نے بھی اس کے ضعیف ہونے کے بارے میں اشارہ کیا ہے۔اور ابو حاتم سے نقل کیا ہے:)عبدالملک)لیس بحافظ۔۔تغیرحفظہ قبل موتہ''عبدالملک کا حافظ درست نہیں ہے اور موت سے پہلے اس کا حا فظ کھو گیا تھا۔
اورترمذی۱کی سند میں سالم بن علاء مرادی ہے کہ ابن معین اور نسائی نے اسے ضعیف جانا ہے۔۲اس کے علاوہ ترمذی کی سند میں سعید بن یحییٰ بن سعید الاموی ہے کہ ابن حجر نے صالح بن محمد سے نقل کیا ہے:''إنّہ کان یغلط''یعنی:''وہ مسلسل غلطی کرتا تھا۔۳'
اس کے علاوہ اگر اس قسم کی احادیث ثابت ہوتیں توابو بکر اورعمر سقیفہ میں ان سے استدلال کرتے اورخلافت کے لئے اپنی صلاحیت ثابت کرتے جبکہ اس قسم کی کوئی چیز قطعی طورپر نقل نہیں ہوئی ہے اور یہ قطعی طورپرثابت ہے کہ مذکورہ حدیث صاد ر نہیں ہوئی ہے اور جعلی ہے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

او لیاء شرعی(باپ)بھی اولوالامر کے مصداق نہیں ہیں:
باپ،دادا و غیرہ کہ جو ولایت شرعی رکھتے ہیں وہ بھی بہ طور مطلق ''اولوالامر'' نہیں ہیں۔گزشتہ موارد میں ذکر شدہ مطالب سے بھی یہ مسئلہ واضح ہو جاتاہے۔

۱۔سنن ترمذی ،ج۵،ص۵۷۰،ح۳۶۶۳
۲۔میزان الاعتدال،ج۲،ص۱۱۲،دارالفکر
۳۔تہذیب التہذیب ،ج۴،ص۸۶
''اولوالامر''اورحدیث منزلت،حدیث اطاعت اورحدیث ثقلین

حدیث منزلت:
حا کم حسکانی ۱نے''شواہد التنزیل۲''میں آیہء اولوالامر کی تفسیر میں ایک حدیث نقل کی ہے اوراپنی سند سے مجاہد سے روایت کی ہے:
''...وأُلی الأمرمنکم''قال:نزلت فی أمیرالمؤمنین حین خلّفہ رسول اللّٰہ بالمدینۃ، فقال:أتخلفنی علی النساء والصبیان؟ فقال: أما ترضی أن تکون منّی بمنزلۃ ہارون من موسی،حین قال لہ ''أخلفنی فی قومی وأصلح''فقال اللّٰہ: ''...وأُولی الأمر منکم...'' فقال: ہوعلی بن ابی طالب، ولاّہ اللّٰہ الامر بعد محمد فی حیاتہ حین خلّفہ رسول اللّٰہ بالمد ینۃ،فأمراللّٰہ العباد بطاعتہ وترک خلافہ''
''(آیہء شریفہ کے بارے میں)مجاہد نے یوں کہا ہے:آیہء شریفہ امیرالمؤمنین علی(علیہ السلام) کے بارے میں نازل ہوئی ہے،جب رسول خدا (ص) نے انھیں مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا۔اس وقت علی(علیہ السلام)نے کہا :کیامجھے عورتوں اور بچوں پر جانشین قرا ر د ے ر ہے ہیں؟پیغمبر (ص)نے فرمایا:کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ تمہاری نسبت میرے
۱۔حاکم حسکانی اہل سنّت کے بڑے محدثین میں سے ہے۔ذہبی اس کے بارے میں کہتاہے:
الحسکانی القاضی المحدث ابوالقاسم عبیداللّٰہ بن عبداللّٰہ ... محمد بن حساکان القرشی العامری اللنیسا بوری الحنفی الحاکم، و یعرف با بن الحذاء ، شیخ متقن ذو عنایۃ تامۃ بعلم الحدیث، حسکانی،قاضی محدث ابوالقاسم عبیداللہ بن عبداللہ . . . محمد بن حسکانی قر شی عامری نیشابوری حنفی مذہب وحاکم ،ابن خداء کے نام سے معروف ہے۔ وہ علم حدیث کے بارے میں قوی اور متقن استاد)شیخ) ہے۔
۲۔شواہد التنزیل ،ج۲،ص۱۹۰،مؤسسہ الطبع والنشر
ساتھ وہی ہے جو ہارون کی نسبت موسیٰ(علیہ السلام) سے تھی جب موسیٰ(علیہ السلام)نے اپنی قوم سے کہا''میری قوم میں میرے جانشین ہو اوراصلاح کرو'')اس آیہء شریفہ میں)خدا وند متعال نے فرمایا ہے: ''اولوالامر''کامصداق)علی بن ابیطالب(علیہ السلام)ہیں کہ خداوند متعال نے انھیں پیغمبر (ص)کی حیات میں اپ کے بعدامت کے لئے سرپرست قرار دیاہے،جب انھیں مدینہ میں اپناجانشین مقرر فرمایا۔لہذا خداوند متعال نے اپنے بندوں کوان کی اطاعت کرنے اوران کی مخالفت ترک کرنے کاحکم دیا ہے۔
اس حدیث میں،اس مجاہد نامی تابعی دانشور اورمفسرنے آیہء شریفہ''اولی الامر''کی شان نزول کے لئے وہ وقت جانا ہے کہ جب پیغمبراکرم (ص)نے امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کو مدینہ میں اپنا جانشین قراردیا تھا۔
اس حدیث میں ہارون کی وہ تمام منزلتین جو وہ موسیٰ کے حوالے سے رکھتے تھے،علی علیہ السلام کے لئے رسول خدا (ص)کے حوالے سے قراردی گئی ہیں۔من جملہ ان میں سے ایک موسیٰ(علیہ السلام)کی نسبت سے ہارون کی جانشینی ہے۔یہ جانشینی،جس کا لازمہ پوری امت کے لئے حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت کا واجب ہونا ہے،علی علیہ السلام کے لئے معین کی گئی ہے۔
یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ اس ان نزول سے قطع نظر،حدیث منزلت فریقین)شیعہ وسنی) کے درمیان ثابت اورمسلّم احادیث میں سے ہے،اس طرح کہ حدیث منزلت کو بیان کرنے کے بعد مذکورہ شان نزول کے سلسلہ میں حاکم حسکانی کا کہنا ہے:
''وہذاھوحدیث المنزلۃ الّذی کان شیخاًابوحازم الحافظ یقول: خرجتہ بخمسۃآلاف إسناد''
یہ وہی حدیث منزلت ہے کہ ہمارے شیخ)ہمارے استاد)ابوحازم حافظ)اس کے بارے میں)کہتے ہیں:میں نے اس)حدیث)کو پانچ ہزار اسنادسے استخراج کیا ہے۔''
لہذا،اس حدیث کے معتبر ہونے کے سلسلے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے۔ ابن عسا کر جیسے بڑے محدثین نے اپنی کتابوں میں اسے اصحاب کی ایک بڑی تعدادسے نقل کیا ہے۔۱

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ علی علیہ السلام ،پیغمبراکرم (ص) کے بعد امت میں سب سے افضل اور سب سے اعلم نیز آنحضرت (ص) کی حیات اورآپ کی رحلت کے بعد آپ کے جانشین ہیں۔

حدیث اطاعت:
دوسری دلیل جو''اولوالامر''کو علی علیہ السلام پر منتطبق کرنے کی تاکید کرتی ہے،وہ''حدیث اطاعت'' ہے۔یہ حدیث گوناگوں طریقوں سے مختلف الفاظ میں نقل ہوئی ہے:
حاکم نیشا پوری نے اپنی کتاب ''المستدرک علی الصحیحین۲ میں اسے نقل کیا ہے اورذہبی نے ذیل صفحہ تلخیص کرتے ہوئے اس کے صحیح ہو نے کی تائیدکی ہے۔
حدیث کا متن یوں ہے:
'' قال رسول اللّٰہ- (ص)من أطاعنی فقداطاع اللّٰہ ومن عصانی فقد عصی اللّٰہ ومن أطاع علیّاً فقد أطاعنی ومن عصی علیاًفقدعصانی''
''پیغمبرخدا (ص) نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے خداکی اطاعت کی اور جس نے میری نافرنی)معصیت)کی گویا اس نے خدا کی نافرمانی کی

۱۔شواہد التنزیل ،ج۲،ص۱۹۵،مؤسسة الطبع والنشر
۲۔المستدرک ،ج۳،ص۱۲۱،دارالمعرفة،بیروت
ہے۔اور جس نے علی (علیہ السلام) کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جو نے علی(علیہ السلام) سے نافرمانی کرے گا اس نے مجھ سے نافرمانی کی ہے۔
اس حدیث میں پیغمبراسلام (ص) نے علی علیہ السلام کی اطاعت کو اپنی اطاعت سے متلازم قراردیا ہے اوراپنی اطاعت کوخدا کی اطاعت سے متلازم جا ناہے۔اس کے علاوہ حضرت علی علیہ السلام کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی سے تعبیر کیا ہے اوراپنی نافرمانی کو خدا کی نافرمانی قراردیا ہے۔
یہ حدیث واضح طور پر علی علیہ السلام کے لئے پیغمبر (ص) کے مانند واجب الاطاعت ہونے کی دلیل ہے۔اس کا مضمون آیہء شریفہ'' اولوالامر'' کے مضمون کی طرح ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اولوالامر کی اطاعت گویا رسول (ص) کی اطاعت ہے۔حقیقت میں یہ حدیث آیہء شریفہء اولی الامر کے حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام پر انطباق کے لئے مفسر ہے۔
اسی طرح یہ حدیث حضرت علی علیہ السلام کی عصمت پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ اطاعت حکم اورامرپر متفرع ہے کیونکہ جب تک کوئی حکم و امر نہیں ہوگااطاعت موضوع ومعنی نہیں رکھتی ہے اور حکم وامر ارادہ پر مو قو ف ہے،اورارادہ شوق نیزدرک مصلحت در فعل کا معلول ہے۔جب حدیث کے تقاضے کے مطابق علی علیہ السلام کی اطاعت پیغمبر (ص) کی اطاعت کے ملازم ،بلکہ اس کا ایک حصہ ہے،تواس کا امر بھی پیغمبر (ص) کا امر اور اس کا ارادہ بھی آنحضرت (ص) کا ارادہ اوراس کا درک مصلحت بھی عین درک مصلحت پیغمبراکرم (ص) ہوگا اوریہ حضرت علی علیہ السلام کی عصمت کے علاوہ کوئی اورچیز نہیں ہے۔

حدیث ثقلین:
ایک اور دلیل جو آیہ شریفہ''اولوالامر''کو پیغمبراسلام (ص) کے اہل بیت علیہم السلام (ائمہء معصوم)پرانطباق کی تاکید کرتی ہے،وہ حدیث ثقلین ہے۔یہ حدیث شیعہ وسنی کے نزدیک مسلّم اور قطعی ہے اور بہت سے طریقوں اور اسناد سے احادیث کی کتابوں میں نقل ہوئی ہے اگر چہ یہ حدیث متعدد مواقع پر مختلف الفاظ میں نقل ہوئی ہے ،لیکن اس میں دوجملے مر کزی حیثیت رکھتے ہیں اوریہ دوجملے حسب ذیل ہیں:
''إنی تارک فیکم الثقلین :کتاب اللّٰہ وعترتی اہل بیتی ماإن تمسکتم بہما لن تضلّوابداًوإنّہمالن یفترقا حتی یرداعلی الحوض ۱
''میں تم میں دوگرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں:ایک کتاب خدااور دوسرے میری عترت کہ جواہل بیت (علیہم السلام)ہیں اگر تم انھیں اختیار کئے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثرپرمیرے پاس وارد ہوں گے ۔''
ابن حجر نے اپنی کتاب''الصواق المحر قة ۲میں اس حدیث کے بارے میں کہاہے:
''ثقلین سے تمسک کرنے کی حدیث کے بارے میں بہت سے طریقے ہیں۔یہ حدیث بیس سے زیادہ اصحاب سے نقل ہوئی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہے۔
ان طریقوں میں سے بعض میں آیاہے کہ آنحضرت (ص)نے اسے اس وقت مدینہ میں ارشاد فرمایا کہ جب آپبستر علالت پرتھے اوراصحاب آپ کے حجرئہ مبارک میں اپ کے گرد جمع تھے۔بعض دوسرے طریقوں سے نقل ہواہے کہ آنحضرت (ص)نے اسے غدیر خم میں بیان فرمایا ہے۔بعض دوسرے منابع میں ایاہے کہ آنحضرت (ص)نے اسے طائف سے واپسی

۱۔صحیح ترمذی، ج۵، ص۶۲۱۔۶۲۲دارالفکر۔ مسنداحمد، ج۳، ص۱۷و۵۹وج۵، ص۱۸۱و۱۸۹ دارصادر، بیروت۔مستدرک حاکم ج۳،ص۱۰۹۔۱۱۰،دارالمعرفة،بیروت۔حضائص النسائی ، ص۹۳، مکتبةنینویٰ۔ اس کے علاوہ اس اسلسلہ میں دوسرے بہت سے منا بع کے لئے کتاب الله واهل البیت فی حدیث ثقلین"کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔
۲۔الصواعق المحرقة،ص۱۵۰،مکتبة القاہرة
کے موقع پر فرمایاہے۔ان سب روایتوں کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے۔کیونکہ ممکن ہے قرآن وعترت کی اہمیت کے پیش نظران تمام مواقع اور ان کے علاوہ دوسرے مواقع پر بھی اس حدیث کو بیان فرمایا ہوگا۔
شیعوں کے ایک بہت بڑے عالم،علامہ بحرانی نے اپنی کتاب "غایةالمرام۱میں حدیث ثقلین کو اہل سنت کے ۳۹ طریقوں سے اور شیعوں کے۸۲ طریقوں سے نقل کیا ہے۔
اس حدیث شریف میں پہلے،امت کوگمراہی سے بچنے کے لئے دوچیزوں)قرآن مجید اور پیغمبر (ص) کے اہل بیت علیہم السلام)سے تمسک اور پیروی کرنے کی تاکید کی گئی ہے، جو اس بات پردلالت ہے کہ اگر ان دونوں کی یاان میں سے کسی ایک کی پیروی نہیں کی گئی تو ضلالت وگمراہی میں مبتلا ہو نا یقینی ہے اور یہ کہ پیغمبراسلام (ص) کے اہل بیت) علیہم السلام) اور قرآن مجید ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں اورہرگزایک دوسرے سے جد انہیں ہوں گے۔یہ دو جملے واضح طورپر دلالت کرتے ہیں کہ،اہل بیت علیہم السلام ،جن میں سر فہرست حضرت علی علیہ السلام ہیں ،لوگوں کوچاہیئے وہ قرآن مجید کے مانندان سے متمسک رہیں اوران کے اوامر کی اطاعت کر یں ۔اور یہ کہ وہ قرآن مجید سے کبھی جدا نہیں ہوں گے ،واضح طورپر ان کی عصمت کی دلیل ہے،کیونکہ اگروہ گناہ وخطا کے مرتکب ہو تے ہیں تو وہ قرآن مجید سے جدا ہوجائیں گے،جبکہ حدیث ثقلین کے مطابق وہ کبھی قرآن مجید سے جدا نہیں ہوں گے۔

شیعہ وسنی منابع میں اولوالامر سے متعلق حدیثیں
آیہء شریفہ"اولوالامر"کے علی علیہ السلام اورآپ (ع)کے گیارہ معصوم فرزندوں)شیعوں کے بارہ اماموں)پرانطباق کی دلائل میں سے ایک اوردلیل،وہ حدیثیں ہیں،جو شیعہ و سنی کی حدیث کی کتابوں میں درج ہوئی ہیں اور اولوالامرکی تفسیر علی)علیہ
۱۔غا یةالمرام،ج۲،ص۳۶۷۔۳۰۴
السلام)،اورآپ(ع)کے بعدآپ(ع)کے گیارہ معصوم اماموں کی صورت میں کرتی ہیں۔ہم

یہاں پر ان احادیث میں سے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

پہلی حدیث:
ابرھیم بن محمدبن مؤیدجومنی۱کتاب"فرائدالسبطین۲"میں اپنے اسناد سے اورشیخ صدوق ابن بابویہ قمی کتاب"کمال الدین۳"میں سلیم بن قیس سے روایت کرتے ہیں:
"میں نے خلافت عثمان کے زمانہ میں مسجد النبی (ص)میں دیکھا کہ حضرت علی(علیہ السلام)مسجد میں تشریف فر ماتھے اور کچھ لوگ آپس میں گفتگو کرنے میں مشغول تھے۔وہ قریش اوران کے فضائل نیز ان کے سوابق اور جوکچھ پیغمبراکرم (ص) نے قریش کے بارے میں فرمایا ہے، کے بارے میں گفتگو کرر ہے تھے اوراسی طرح انصار کی فضیلت اوران کے شاندار ماضی اورقرآن مجید میں ان کے بارے میں خدا وند متعال کی تعریف و تمجیدکا ذکر رہے تھے اورہر گروہ اپنی اپنی فضیلت گنوا رہا تھا۔
اس گفتگو میں دوسو سے زیادہ لوگ شریک تھے ان میں حضرت علی(علیہ السلام)سعد بن ابی وقاص،عبدالرحمن بن عوف،طلحہ،زبیر،مقداد،ابوذر،حسن وحسین)علیہما السلام)اورابن عباس۔ . . .بھی شامل تھے۔
۱۔ذہبی ،کتاب"المعجم المختص بالمحدثین"ص۶۵،طبع مکتبةالصدیق سعودی،طائفمیں لکھاہے:"ابراھیم بن محمد۔۔۔الامام الکبیر المحدث شیخ المشایخ" یعنی:بہت بڑے امام محدث اور استادالاسا تذہ ۶۴۴ئ ہجری میں پیدا ہوئے اور۷۲۲ئ ہجری میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

خراسان میں و فات پائی ۔ابن حجرکتاب"الدررالکامنہ"ج۱،ص۶۷ میں کہتے ہیں:"وسمع بالحلة وتبریز۔۔۔ولہ رحلة واسعة وعنی بہذاالشأن وکتب وحصل۔وکان دینا وقوراً ملیح الشکل جید القرائ ہ۔۔"یعنی: حلہ اور تبریزمیں)حدیث کے اساتذہ کے دوسرے شہروں کے بارے میں)سنا ہے۔۔۔ علم حدیث کے بارے میں ایک خاص مہارت رکھتے تھے۔۔اور متدین ،باوقار،خوبصورت اوراچھی قرائت کے مالک تھے۔

۲۔فرائدالبطین ،ج۱،ص۲۱۲،مؤسسہ المحمودی للطباعة والنشر،بیروت اسماعیل با شا کتاب ایضاح المکنون میں کشف الظنون،ج۴،ص۱۸۲،دارالفکر کے ذیل میں کہتا ہے:فرائد السبطین،فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین لأبی عبداللہ ابراھیم بن سعد الدین محمد بن أبی بکر بن محمدبن حمویہ الجوینی۔۔فرغ منہ سنة۷۱۶ ۳۔کمال الدین،ص۲۷۴

یہ جلسہ صبح سے ظہرتک جاری رہا اورعلی) علیہ السلام) بدستور خاموش بیٹھے رہے یہاں تک کہ لوگوں نے آپ(ع) کی طرف مخاطب ہوکر آپ سے کچھ فرمانے کی خواہش ظاہر کی۔

حضرت علی(علیہ السلام)نے فرمایا:تم دونوں گروہوں میں سے ہرایک نے اپنی فضیلت بیان کی اور اپنی گفتگو کا حق ادا کیا۔میں قریش وانصاردونوں سے یہ پوچھنا چاہتاہوں:خدا وند متعال نے یہ فضیلت تمھیں کس کے ذریعہ عطاکی ہے؟ کیا تم لوگ اپنی اوراپنے قبیلے کی خصوصیات کی وجہ سے ان فضیلتوں کے مالک بنے ہو؟ یاکسی دوسرے کی وجہ سے یہ فضیلتیں تمھیں عطا کی گئی ہیں؟

انہوں نے کہا:خدا وندمتعال نے محمد (ص)اورآپ کے اہل بیت)علیہم السلام)کے طفیل میں ہمیں یہ فضیلتیں عطا کی ہیں۔

حضرت علی (علیہ السلام) نے فرمایا:صحیح کہاتم لوگوں نے اے گروہ انصار وقریش!کیا تم نہیں جانتے ہو کہ جوکچھ تم کوخیر دینا وآخرت سے ملا ہے وہ صرف ہم اہل بیت(ع)کی وجہ سے تھا؟ اس کے بعدحضرت علی (علیہ السلام)نے اپنے اور اپنے اہل بیت)علیہم السلام)کے بعض فضائل گنوائے اوران سے تصدیق اور گواہی چاہی انہوں نے گواہی دی،آپ(ع)نے من جملہ فرمایا:

فأنشدکم اللّٰہ،أتعلمون حیث نزلت۱ وحیث نزلت۲وحیث نزلت

۱۔نساء/۵۹ ۲۔مائدہ/۵۵

ولاالمؤمنین ولیجة>۳قال الناس:یا رسول اللّٰہ،خاصة فی بعض المؤمنین أم عامة لجمیعہم؟فأمراللّٰہ - عزّوجلّ - نبیّہ(ص)أن یُعلّمہم ولاۃأمرہم وأن یفسّر لہم من الولایة مافسّرلہم من صلا تہم وزکاتہم وحجہم،فینصبنی للناس بغدیر خم۔ثمّ خطب وقال:أیّہاالنّاس،إنّ اللّٰہ أرسلنی برسالة ضاق بہا صدری وظننت أن الناس مکذبی۔فاوعدنی لأ بلّغہا أولیعذّبنی۔ثمّ أمرفنودی بالصلاة جامعة۔ثمّ خطب فقال:أیّہاالناس،أتعلمون أنّاللّٰہ - عزّوجل - مولای أنامولی المؤمنین،وأنا أولی بہم من أنفسہم؟

قالوا:بلی یارسول اللّٰہ۔قال:قُم یاعلیّ۔فقمت فقال:"من کنت مولاہ فہذاعلیّ مولاہ،اللّٰہمّ وال من والاہ،وعادمن عاداہ۔"

فقام سلمان فقال:یارسول اللّٰہ،ولاء کماذا؟فقال:ولاء کولایتی، منکنت أولی بہ من نفسہ فأنزل اللّٰہ تعالی ذکرہ:۲

فکبّرالنبّی(ص)وقال:اللّٰہ أکبر!تمام نبوّتی وتمام دین اللّٰہ علیٌ بعدی۔فقام أبوبکر و عمر فقالا: یارسول اللّٰہ،بؤلاء الآیات خاصّةفی علیّ؟قال:بلی،فیہ وفی أوصیائی إلی یوم القیامة۔قالا:یارسول اللّٰہ، بیّنہم لنا۔قال:علیّ أخی ووزیری ووارثی ووصیّی وخلیفتی فی أُمّتی وولّی کلّ مؤمن بعدی ثمّ ابنی

۱۔توبہ/۱۶ ۲۔مائدہ/۳

الحسن ثمّ الحسین ثمّ تسعة من ولدابنی الحسین واحد بعد واحد،القرآن معہم وہم مع القرآن لایفارقونہ ولایفارقہم حتی یردوا علیّ الحوض۔

فقالوا کلّہم:اللّٰہمّ نعم،قد سمعناذلک وشہدناکماقلت سواء۔ وقال بعضہم:قدحفظناجلّ ماقلت ولم نحفظہ کلّہ،وہؤلاء الّذین حفظواأخیارناوأفاضلنا۔

یعنی:میں تمھیں خدا کی قسم دلاتاہوں،کیا تم جانتے ہو کہ جبخداوندمتعال کا یہ فر مان:نازل ہوا اورجب یہ آیہء شریفہ نازل ہوئی:)یعنی بس تمہاراولی اللہ ہے اوراس کا رسول اور وہ صاحبان ایمان جو نمازقائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں)اسی طرح جب یہ آیہء شریفہ نازل ہوئی:)یعنی :کیاتمہارا خیال ہے کہ تم کواسی طرح چھوڑدیا جائے گا جب کہ ابھی ان لو گوں نے کہ جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا ہے اور خدا و رسول نیز مومنین کے علا وہ کسی کو اپنا محرم راز نہیں بنا یا ہے مشخص نہیں ہو ئے ہیں؟ تو لوگوں نے کہا:یارسول اللہ!کیا یہ آیتیں بعض مؤمنین سے مخصوص ہیں یا عام ہیں اوران میں تمام مؤ منین شامل ہیں؟

خداوند متعال نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا:تاکہ ان)مو منین) کے امور کے سلسلہ میں ان کے سرپرست کا اعلان کردیں اورجس طرح نماز،زکوٰۃاورحج کی ان کے لئے تفسیربیان کی ہے،مسئلہ ولایت وسر پرستی کو بھی ان کے لئے واضح

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کردیں۔)اورخدا نے حکم دیا)تاکہ غدیر خم میں مجھے اپنا جا نشین منصوب کریں۔
اس کے بعدپیغمبر خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ پڑھااورفرمایا:
''اے لوگو!خدا وند متعال نے مجھے ایک ایسی رسالت سونپی ہے کہ جس کی وجہ سے میرا سینہ تنگی محسوس کر رہا ہے اورمیں نے گمان کیا کہ لوگ میری اس رسالت کو جھٹلادیں گے۔پھر مجھے خدا نے تہدید دی کہ یا میں اس)رسالت) کوپہنچاؤں یا اگر نہیں پہونچاتا تووہ مجھے عذاب کرے گا۔''
اس کے بعد پیغمبراکرم (ص)نے حکم دیا اورلوگ جمع ہو گئے اورآپنے خطبہ پڑھا اور فرمایا: اے لوگو! کیاتم جانتے ہوکہ خداوند متعال میراامولا)میراصاحب اختیار)ہے اورمیں مؤمنین کامولاہوں اورمجھے ان کی جانوں پرتصرف کا زیادہ حق ہے ؟انہوں نے کہا:ہاں،یارسول اللہ۔فرمایا:اے علی(علیہ السلام)کھڑے ہوجاؤ!میں کھڑا ہوا۔فرمایا:جس جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی(ع)بھی مولا ہیں۔خداوندا!اس کو دوست رکھ جو علی(ع)کودوست رکھے اوراس کو اپنا دشمن قرار دے جوعلی(ع)سے دشمنی کرے۔
سلمان اٹھے اورکہا:یارسول اللہ!یہ کونسی ولایت ہے؟پیغمبر (ص)نے فرمایا:یہ ولایت وہی ہے جو میں رکھتاہوں ۔جس کی جان کے بارے میں،میں اولیٰ ہوں علی(ع)بھی اسی طرح اس کی جان کے بارے میں اولیٰ ہے۔اس کے بعدخدا وند متعال نے یہ آیہء شریفہ نازل فرمائی:یعنی:''آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کردیااوراپنی نعمتوں کوتمام کردیاہے اورتمہارے لئے دین اسلام کو پسندکر لیا۔''
اس کے بعد ابوبکراورعمراٹھے اورکہا:یارسول اللہ ! کیا یہ آیتیں علی(ع)سے مخصوص ہیں؟فرمایا:جی ہاں،یہ علی(ع)اور میرے قیامت تک کے دوسرے اوصیاء سے مخصوص ہیں۔انہوں نے کہا:یارسول اللہ!ان کو ہمارے لئے بیان کر دیجئے
آنحضرت نے فرمایا: میرابھائی علی،امت کے لئے میراوزیر،وارث،وصی اورجانشین ہے اورمیرے بعد ہرمؤمن کا سرپرست ہے۔اس کے بعد میرے فرزندحسن وحسین(ع)اس کے بعد یکے بعد دیگرے میرے حسین(ع)کے نوفرزند ہیں۔قرآن مجید ان کے ساتھ ہے اور وہ قرآن مجید کے ساتھ ہیں۔وہ قرآن مجید سے جدا نہیں ہوں گے اورقرآن مجیدان سے جدا نہیں ہوگا یہاں تک کہ حوض کوثرپرمجھ سے ملیں گے۔اس کے بعد علی علیہ السلام نے اس مجمع میں موجود ان لوگوں سے،کہ جومیدان غدیر میں موجوتھے اورپیغمبراکرم (ص) کی ان باتوں کواپنے کانوں سے سن چکے تھے،کہا کہ اٹھ کراس کی گواہی دیں۔
زیدبن ارقم،براء بن عازب،سلمان،ابوذراورمقداداپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور کہا :ہم شہادت دیتے ہیں اورپیغمبر (ص)کے بیانات یاد ہیں کہ آنحضرت منبرپرکھڑے تھے اوران کے ساتھ آپ(ع)بھی ان کی بغل میں کھڑے تھے اورآنحضرتفرمارہے تھے:
''اے لوگو! خداوند متعال نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے لئے امام کہ جو میرے بعد تم لوگوں کی رہنمائی اور سر پرستی کرے اورمیراوصی اورجانشین ہو،کو نصب کروں،اس کونصب کروں جس کی اطاعت کوخداوند متعال نے اپنی کتاب میں واجب قراردیا ہے نیزاس کی اطاعت کواپنی اورمیری اطاعت کے برابرقراردیا ہے کہ جس سے)آیہ اولوالامرکی طرف اشارہ ہے) اے لوگو!خداوند متعال نے تمھیں نماز،زکوٰۃ،روزہ اورحج کا حکم دیا ۔میں نے تمہارے لئے اس کی تشریح ووضاحت کی ۔اوراس نے تمھیں ولایت)کا ایمان رکھنے) کابھی حکم دیااورمیں، تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ یہ ولایت اس)شخص)سے مربوط ہے)یہ جملہ بیان فرماتے وقت آنحضرت اپنادست مبارک علی(ع)کے شانہ پر رکھے ہوئے تھے)اوران کے بعداس کے دونوں بیٹوں)حسن وحسین(ع))اوران کے بعد ان کے فرزندوں میں سے ان کے جانشیوں سے مربوط ہے--۔۔۔''
حدیث مفصل و طولانی ہے۔ہم نے اس میں سے فقط اتنے ہی حصہ پراکتفا کیا کہ جوآیہء شریفہ''اولوالامر''سے مربوط ہے ۔محققین مذکورہ منابع میں مفصل حدیث کا مطلعہ کرسکتے ہیں۔

دوسری حدیث

یہ وہ حدیث ہے جسے مرحوم شیخ صدوق نے ''کمال الدین١ ٗمیں جابر بن یزید جعفی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے:
''میں نے سنا کہ جابر بن عبداللہ انصاری کہتے تھے:جب خدا وند متعال نے اپنے پیغمبر (ص)پر یہ آیہء شریفہ:نازل فرمائی،تو میں نے کہا:یارسول اللہ!ہم نے خدا اوراس کے رسولتو کو پہچان لیا۔اب وہ اولوالامرکہ جن کی اطاعت کو خداوندمتعال نے آپ کی اطاعت سے مربوط قراردیا ہے،وہ کون ہیں؟
آنحضرت (ص)نے فرمایا:''اے جابر!وہ میرے جانشین ہیں اورمیرے بعد مسلمانوں کے امام ہیں۔ان میں سب سے پہلے علی بن ابیطالب، پھرحسن وحسین،پھر علی بن حسین،پھر محمد بن علی،جوتوریت میں باقر کے نام سے معروف

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۱۔کمال الدین،ص۲۵۳
ہیں اوراے جابر!تم جلدی ہی اس سے ملاقات کروگے لہذاجب انہیں دیکھنا توانہیں میرا سلام پہنچانا۔پھرصادق جعفر بن محمد،پھر موسیٰ بن جعفر،پھر علی بن موسیٰ،پھر محمدبن علی،پھر علی بن محمد،پھرحسن بن علی،پھر میراہم نام اورہم کنیت)جو)زمین پر خدا کی حجت اورخدا کی طرف سے اس کے بندوں کے در میان باقی رہنے والا حسن بن علی)عسکری)کا فر زندہے،جس کے ذریعہ خدا وند متعال مشرق ومغرب کی زمین کو فتح کرے گا۔وہ شیعوں او ر ان کے چاہنے والوں کی نظروں سے غائب ہوگا۔وہ ایسی غیبت ہوگی کہ ان کی امامت پر خدا کی طرف سے ایمان کے سلسلہ میں آزمائے گئے دلوں کے علاوہ کوئی ثابت قدم نہیں رہے گا“

تیسری حدیث:
یہ حدیث اصول کافی۱میں برید عجلی سے روایت کی گئی ہے وہ کہتے ہیں:
”امام باقر(علیہ السلام) نے فرمایا:خدا وند متعال نے)آیہء شریفہ) کے بارے مینصرف ہماراقصد کیاہے۔تمام مؤمنین کو قیامت تک ہماری)ائمہ معصومین) اطاعت کرنے کا کاحکم دیا ہے۔“
اس کے علاوہ شیعہ وسنی منابع میں اوربھی احادیث نقل کی گئی ہیں جن میں ”اولوالامر“سے مراد ائمہء معصو مین کو لیا گیا ہے۔اہل تحقیق،”فرائد السمطین“اور”ینا بیع المودۃ“جیسی سنی کتابوں اور”اصول کافی“،”غا یۃالمرام“اور”منتخب الاثر“ جیسی شیعوں کی کتابوں کی طرف رجوع کرسکتے ہیں۔
۱۔اصول کافی،ج۱،ص۲۱۷

امامت اورائمہ معصومین کی عصمت

چوتھا باب:
امامت آیہء ولایت کی روشنی میں

إنّماولیکم اللّٰہ ورسولہ والّذین آمنواالّذین یقیمون الصلوٰۃویؤ تون الزکوٰۃ وہم راکعون> (مائدہ/۵۵)
”بس تمہاراولی اللہ ہے اوراس کا رسول اوروہ صاحبان ایمان ہیں،جونمازقائم کرتے ہیں اورحالت رکوع مینزکوٰۃدیتے ہیں“۔
امیرالمؤمنین حضرت علی علیہ السلام کی امامت اوربلافصل ولایت کے سلسلہ میں شیعہ امامیہ کی ایک اوردلیل آیہء شریفہ ولایت ہے۔آیہء شریفہ کے استدلال کی تکمیل کے سلسلہ میں پہلے چندمو ضوعات کا ثابت کرنا ضروری ہے:
۱۔آیہئ شریفہ میں ”إنما“ حصر کے لئے ہے۔
۲۔آیہ ئ شریفہ میں لفظ ”ولی“ حص کے معنی اولی بالتصرف اورصاحب اختیار نیزسرپرست ہو نے کے ہے۔
۳۔آیت میں ”راکعون“سے مراد نماز میں رکوع ہے، نہ کہ خضوع وخشوع۔
۴۔اس آیہء شریفہ کے شان نزول میں، کہ جوامیرالمؤمنین حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں ہے، ذکر ہواہے کہ حضرت(ع)نے رکوع کی حالت مینزکوٰۃدی ،)یعنی اپنے مال کوخداکی راہ میں انفاق کیاہو)ثابت ہو۔
اس باب میں ہم ان موضوعات کوثابت کرنے کی کوشش کریں گے اورآخر پر اس آیہء شریفہ سے مربوط چند سوالا ت کا جواب دیں گے۔

لفظ”إنما“کی حصر پر دلالت
علما ئے لغت اورادبیات نے اس بات کی تاکید کیہے کہ لفظ”إنما“حصرپر دلالت کرتا ہے۔یعنی عربی لغت میں یہ لفظ حصر کے لئے وضع کیا گیا ہے۔
ابن منظورنے کہاہے:اگر ”إنّ“پر”ما“کا اضافہ ہو جائے تو تعیین وتشخیص پر دلالت کرتاہے۔جیسے خداوند متعال کا قول ہے:إنّماالصدقات للفقراء والمساکین۔۔۔۱ چونکہ اس کی دلا لت اس پر ہے کہ حکم مذکور کو ثابت کرتا ہے اوراس کے غیر کی نفی کرتا ہے۔۲

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جوہری نے بھی اسی طرح کی بات کہی ہے۔۳
فیروزآبادی نے کہاہے:''أنّما''،''إنّما''کے مانند مفید حصرہے۔
اور یہ دونوں لفظ آیہء شریفہء:۴میں جمع ہوئے ہیں۔۵
ابن ہشام نے بھی ایساہی کہا ہے۔۶
اس لئے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ لغت کے اعتبار سے لفظ''إنّما''کوحصرکے لئے وضع کیا گیاہے۔اگرکوئی قرینہ موجو ہوتواس قرینہ کی وجہ سے غیرحصرکے لئے استفادہ کیا
جاسکتا ہے،لیکن اس صورت میں''إنّما''کااستعمال مجازی ہوگا۔

''ولیّ''کے معنی کے بارے میں تحقیق
''ولّی''ولایت سے مشتق ہے۔اگرچہ یہ لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے لیکن اس کے موارد استعمال کی جستجو و تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اصلی معنی سر پرستی ،اولویت
۱۔توبہ/۶۰
۲۔لسان العرب،ج۱،ص۲۴۵
۳۔صحاح اللغة،ج۵،ص۲۰۷۳
۴۔انبیاء/۱۰۸ ۵۔القاموس المحیط،ج۴،ص۱۹۸،دار المعرفة،بیروت۔
۶۔مغنی اللبیب ،ج۱،ص۸۸،دار الکتب العلمیة بیروت
اورصاحب اختیار ہو نے کے ہے۔
ابن منظورکا''لسان العرب''میں کہنا ہے''الولیّ ولیّ الیتیم الّذی یلی أمرہ ویقوم بکفایتہ،وولیّ المرئۃالّذی یلی عقدالنکاح علیہا۔وفی الحدیث:أیّماامرئۃ نکحت بغیرإذن مولیہا فنکاحہاباطل۔وفی روایۃ:''ولیّہا''أی متولّی أمرہا''۱
یتیم کا ولی وہ ہے جو یتیم کے امور اور اس کی کفالت کا ذمہ دار ہے اوراس کے امورکی نگران کرتا ہے۔عورت کا ولی وہ ہے کہ جس کے اوپر اس کے عقد ونکاح کی ذمہ داری ہو۔
حدیث میں آیا ہے:جوبھی عورت اپنے مولا)سرپرست)کی اجازت کے بغیرشادی کرے تواس کا نکاح باطل ہے۔ایک روایت میں لفظ''ولیھا' 'کے بجائے لفظ''مولیھا''آیا ہے کہ جس کے معنی سرپرست اورصاحب اختیار کے ہیں۔
فیومی''المصباح المنیر''میں کہتا ہے:
''الولیّ فعیل بہ معنی فاعل من ولیہ إذقام بہ۔ومنہ،والجمع أولیاء،قال ابن فارس:وکلّ من ولی أمرأحد فہوولیّہ۔وقد یطلق الولیّ أیضاًعلی المعتق والعتیق،وابن العم والناصر۔۔والصدّیق۔۔ویکون الولیّ بمعنی مفعول فی حق المطیع،فیقال:المؤمن ولیّ اللّٰہ''۔۲
''فعیل)کے وزن پر)ولی فاعل کے معنی میں ہے۔۳) کہا جاتا ہے):ولیہ یہ اس
۱۔لسان العرب ،ج۱۵،ص۱۰۴،دار احیاء التراث العربی ،بیروت
۲۔المصباح المنیر،ج۲،ص۳۵۰،طبع مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر
۳۔''فعیل''صفت مشبہ ہے۔کبھی فاعل کے معنی میں بھی استعمال ہوتاہے، جیسے ''شریف'' اورکبھی مفعول کے معنی میں آتا ہے۔فیومی نے اپنے بیان میں اس کی طرف اشار ہ کیا ہے کہ آیہء شریفہ میں ''فعیل''فاعل کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔چنانچہ مؤمن کو کہا جاتا ہے''ولی خدا'' یعنی جس کے امورکی تدبیر خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہ ا سے اپنے الطاف سے نواز تا ہے۔
صورت میں ہے جب کسی کے امو ر کے لئے عملاً قیام کرے اس کے کام کواپنے ذمہ لے لے۔ آیہء شریفہ: میں ولایت اسی کی ہے۔یعنی خداوند متعال مؤمنین کے امور کے حوالے سے صاحب اختیارا ور اولی بالتصرف ہے۔ابن فارس نے کہا ہے:جو بھی کسی کے امورکاذمہ دار ہوگا وہ اس کا ''ولی''ہوگا۔اور بعض اوقات''ولی'')دوسرے معانی میں جیسے) غلام کوآزاد کرنے والا،آزاد شدہ غلام ،چچازاد بھائی،یاوراوردوست کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔
ان بزرگ ماہرین لغت کے بیان سے استفادہ کیا جاسکتا ہے کہ یاور اوردوست جیسے مفاہیم ولی کے حقیقی معنی نہیں ہیں بلکہ کبھی کبھی ان معنوں میں استعمال ہو تا ہے اوراس قسم کا استعمال مجازی ہے۔
''ولی''کے معنی میں یہ جملہ معمولاًلغت۱کی کتابوں میں بہ کثرت نظر آتا ہے وہ ناقابل اعتناء ہے ''من ولی أمر أحدفہوولیہ''یعنی:''جو کسی کے کام کی سر پرستی اپنے ذمہ لے لے وہ اس کا ولی ہے''
ان معانی کے پیش نظر،ایسا لگتا ہے کہ لفظ''ولی''کا حقیقی اور معروف ومشہور معنی وہی صاحب اختیاروسر پرست ہو ناہے۔
قرآن مجید میں اس لفظ کے استعمال پر جستجو و تحقیق بھی اسی مطلب کی تائید کرتی ہے۔
ہم لفظ''ولی''کے قرآن مجید میں استعما ل ہونے کے بعض موارد کا ذکر کرکے بعض

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۱۔لسان العرب،ج۱۵،ص۴۱۰،المصباح المنیر،ج۲،ص۳۵۰طبع مصطفٰی البابی الحلبی بمصر،النہا یۃج۵،ص۲۲۸المکتبۃ العلمیۃ،بیروت،منتہی الارب ،ج۴،ص۱۳۳۹،انتشارات کتابخانہ سنائی،مجمع البحرین،ج۲ص۵۵۴،دفتر نشر فرہنگ اسلامی،الصحاح،ص۲۵۲۹،دارالعلم للملایین، المفردات، ص۵۳۵، دفتر نشر کتابمعجم مقا ییس اللغۃ،ج۶،ص۱۴۱۔
دوسرے موارد کی طرف اشارہ کرتے ہیں:۱

چند بنیادی نکات کی یاد دہانی
یہاں پر چند نکات کی طرف اشارہ کرناضروری ہے:
پہلانکتہ:عام طور پر لغت کی کتابوں میں ایک لفظ کے لئے بہت سے مواراستعمال اور مختلف معانی ذکر کئے جاتے ہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ لفظ ہر معانی کے لئے الگ الگ وضع کیا گیا ہے اوروہ لفظ مشترک ہے اوران معانی میں سے ہرایک،اس کا حقیقی معنی ہے لفظی اشتراک)یعنی ایک لفظ کے کئی معانی ہوں اور ہر معنی حقیقی ہو)اصول کے خلاف ہے۔اور علم لغت اورادبیات کے ماہرین نے جس کی وضاحت کی ہے وہ یہ ہے کہ اصل عدم اشتراک ہے۔

۱۔قرآن مجید میں لفظ"ولی"کے استعمال کے مواقع:
ﷲ ولی الّذین آمنوا یخرجہم من الظلمات إلی النور>)بقرہ/۲۵۷)"اللہ صاحبان ایمان کا ولی ہے وہ انہیں تاریکوں سے نکال کرروشنی میں لے آ تاہے۔"
ب۔< إنّ ولی اللہ الّذی نزل الکتاب و ہو یتولّی الصالحین>)اعراف/۱۹۶)"بیشک میرا مالک ومختار وہ خدا ہے جس نے کتاب نازل کی ہے اور وہ نیک بندوں کاولی ووارث ہے۔"
ج۔ام إتّخذ وا من دونہ أولیائ فاللہ ہوالولی وہو یحیی الموتی)شوریٰ/۹)"کیاان لوگو ں نے اس کے علاوہ کو اپنا سر پرست بنایا ہے جب کہ وہی سب کاسرپرست ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے۔"
د۔)انعام/۱۴)"آپ کہئے کہ کیا میں خد ا کے علاوہ کسی اورکواپنا ولی بنالوں جب کہ زمین وآسمان کاپیداکرنے والا وہی ہے، وہی سب کوکھلاتاہے اس کوکوئی نہیں کھلاتاہے۔"
ہ ۔)اعراف/۱۵۵)"توہمارا ولی ہے،ہمیں معاف کردے اورہم پررحم کر کہ توبڑابخشنے والاہے۔"
و۔)بقرہ/۲۸۲)"اب اگر حق اس کے خلاف ہو اوروہ نادان یاکمزورہو اور اس کو لکھنے کی صلا حیت نہ ہو تو اس کے ولی کو چاہئیے کہ عدل و انصاف کے ساتھ اسے لکھے۔
ز۔)اسراء/۳۳)"جومظلوم قتل ہوتاہے ہم اس کے ولی کوبدلہ کااختیاردیتے ہیں۔
دوسر ی آیات: یوسف/۱۰۱، ہود/۱۱۳، شوریٰ/۴۶،فصلت/۳۱، نحل/۶۳، بقرہ/۱۰۷و ۱۲۰ توبہ/۷۴ و ۱۱۶ ، عنکبوت/۲۲،شوریٰ/۸و ۳۱،نساء/۴۵،
۷۵،۸۹،۱۲۳و۱۷۳،احزاب/۱۷و۶۵،فتح/۲۲)مذکورہ۱۵آیات مینولی اورنصیرایک ساتھ استعمال ہوئے ہیں نساء/۱۱۹، مریم/۵،سباء/۴۱، نمل ۴۹،نساء/۱۳۹،یونس/۶۲، اسراء/۹۷،الزمر/۳، شوریٰ/۶، ممتحنہ/۱،آل عمران/۱۷۵،انفال/۴۰،محمد/۱۱بقرہ/۲۸۶،توبہ/۵۱،حج/۷۸۔
کتاب"مغنی اللبیب"کے مصنف،جمال الدین ابن ہشام مصری،جواہل سنت میں علم نحو کے بڑے عالم مانے جاتے ہیں جب آیہء شریفہ
النّبی۱>میں قرائت رفع)ملائکتُہ)کی بنیاد پر بعض علمائے نحو جو"إنّ"کی خبر)یصلّی ہے)کو محذوف اورمقدر جانتے ہیں،نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:
"واماّقول الجماعۃفبعیدمن جہات:إحداہااقتضاؤہ للإشترا والأصل عدمہ لما فیہ من الإلباس حتیّ إنّ قومأنفوہ.ثمّ المثبتون لہ یقولون:متی عارضہ غیرہ ممّایخالف الأصل کالمجاز قدّم علیہ۲"
"ان کی بات کئی جہتوں سے حقیقت سے بعید ہے۔اول اس لحاظ سے کہ ان کے بیان کا لازمہ یہ ہے کہ صلاۃ کو مشترک لفظی تسلیم کریں جبکہ اشتراک خلاف اصل ہے یہاں تک کہ بعض نے اسے بنیادی طو ر پر مسترد کیا ہے اور جنہوں نے اسے ثابت جا نا ہے انہوں نے اسے مجاز اور اشتراک کی صورت میں مجاز کو اشتراک پر مقدم جانا ہے۔"
فیروزآبادی،صاحب قاموس نے بھی صلوٰت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے کہ جس میں آیہء شریفہکے بارے میں تحقیق کی ہے اورمذکورہ بیان کو ابن ہشام سے نقل کیا ہے۔۳
اس بناء پر،ولایت کے مفہوم میں)جو کئی معانی ذکر ہوئے ہیں)سے جو معنی قدر متیقّن اوریقینی ہیں وہ سرپرستی اورصاحب

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اختیار ہو نے کے ہیں،اور دوسرے معانی جیسے،دوستی اوریاری اس کے حقیقی معنی کے حدود سے خارج ہیں اور ان کے بارے میں اشتراک لفظی کا سوال ہی پیدا
۱۔احزاب/۵۶
۲۔مغنی اللبیب،ج۲،باب پنجم،ص۳۶۵
۳۔الصلوۃوالبشرفی الصلوۃ علی خیرالبشر،ص۳۳،دار الکتب العلمیۃ،بیروت
نہیں ہوتا۔
لہذا اگر مادئہ ''ولی''قرینہ کے بغیر استعمال ہو تو وہ سرپرستی اورصاحب اختیار ہو نے کے معنی میں ہوگا۔
دوسر ا نکتہ بعض اہل لغت نے مادہ ''و لی''کو ایک اصل پر مبنی جانا ہے اورمفہوم کا اصلی ریشہ)جڑ) کو ''قرب'' قراردیا ہے۔اور بعض مفسرین نے کلمہ''ولی''کو اسی بنیاد پرذکر کیا ہے، اس سلسلہ میں چندمطالب کی طرف توجہ کر نا ضروری ہے:
سب سے پہلے اس بات کو ملحوظ رکھناچاہئے کہ لغوی معنی کے اس طرح کی تحلیل اوراس کاتجزیہ ایک حدس وگمان اور خوامخواہ کے اجتہاد کے سواء کچھ نہیں ہے اوراس پرکوئی دلیل نہیں ہے۔
دوسرے یہ کہ وہ چیز جومعنی کے سمجھنے اوراس لفظ سے تبادر کے لئے معیار ہے وہ اس کے استعمال کازمانہ ہے۔بیشک بہت سے مواقع پر''ولی''کے معنی سے قرب کامفہوم ذہن میں پیدا نہیں ہوتاہے۔بعض مواقع پرکہ جہاں قرینہ موجودہوجیسے''المطرالولی'')وہ بارش جوپہلی بارش کے بعدیااس کے بہت قریب واقع ہو ئی ہو)میں اس قسم کے استعمال کوقبول کیا جاسکتا ہے۔
اس بناپراگرفرض بھی کر لیاجائے کہ''قرب''اس معنی کی اصلی بنیادتھی اورآغاز میں لفظ''ولی''کامفہوم''قرب''کے معنی میں استعمال ہوتا تھا،لیکن موجودہ استعمال مینوہ معنی متروک ہو چکاہے اوراب اس کااستعمال نہیں ہے۔
تیسرا بعض اہل لغت جیسے ابن اثیرنے''النہایۃ۱'' میں اورابن منظورنے''لسان العرب۲''میں''ولی'' کے معنی بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''ولی'' خداکے
۱۔النہا یۃ،ج۵،ص۲۲۸
۲۔لسان العرب ،ج۱۵،ص۱۰۶
ناموں میں سے ایک نام ہے اوریہ ناصرکے معنی میں ہے اورکہاگیاہے کہ اس کے معنی امورجہان کے متولی و منتظم کے ہیں۔
اس بیان سے استفادہ ہوتاہے کہ''ولی''جوخداکے ناموں میں سے ایک نام ہے،ان کے نزدیک ناصرکے معنی میں ہے،جبکہ مطلب صحیح نہیں ہے کیو نکہ اگر ''ولی''کے معنی ناصر کے ہوں گے)چونکہ''ولی''کاایک مادہ اورایک ہیئت ہے،اوراس کامادہ''ولی''''ول ی''وہیئت فعیل ہے)تواس کاتقاضایہ ہے کہ مادہ''ولی''نصرکے معنی میں اوراس کی ہیئت)ہیئت فعیل) فاعل کے معنی میں ہے۔
ایک بات یہ کہ یہ دونوں نظریہ، بغیردلیل کے ہیں اوردوسرے یہ کہ:فعیل صفت مشبہ ہے جس کی دلا لت ثبوت پرہے جبکہ فاعل حدوث پردلالت کرتاہے اوریہ دونوں مفہوم کے اعتبار سے ایک دوسرے کے متغائیرہ ہیں۔
اس لئے''ولی''اسم الہی، اسی صاحب اختیاراورکائنات کے امورمیں متولی کے معنی میں ہے کہ جس کو دونوں اھل لغت نے اپنے مختارنظریہ کے بعد''قیل''کے عنوان سے بیان کیاہے۔
چوتھانکتہ:قرآن مجیدکی بہت سی آیتوں میں''ولی''،''نصیر'' کے مقابلہ میں آیاہے، جیسےتمہارے لئے اس کے علاوہ نہ کوئی سرپرست ہے اورنہ مددگار''
اگر''نصیر''،''ولی''کے معنی میں ہوتاتواس کے مقابلہ میں قرارنہیں دیا جا تااوران دونوں لفظوں کاایک دوسرے سے مقابلہ مینواقع ہو نااس بات کی دلیل ہے کہ مفہوم کے لحاظ سے یہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔
۱۔بقرہ/۱۰۷
پانچواں نکتہ:بعض افرادنے قرآن مجید کی بہت سی آیات کے بارے مینیہ تصورکیا ہے کہ ولی اورولایت نصرت اورمددکے معنی میں استعما ل ہوا ہے،جیسے:جب کہ ولایت سے مراد''نصرت کی ولایت''ہوسکتاہے نہ یہ کہ ولایت''نصرت''کے معنی میں ہے،کیونکہ نصرت ومددولایت و سر پرستی کی علا متوں میں سے ایک
علا مت ہے اس لحاظ سے ولایت کامعنی سرپرستی کے علاوہ کچھ نہیں ہے اوراس سے نصرت ویاری میں سرپرستی مرادہے۔
''ولی''کے معنی کے سلسلہ میں جوکچھ بیان کیاگیا،اس کے پیش نظر،آیہء کریمہ میں صرف سرپرست اورصاحب اختیارہی والا معنی مراد ہے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس کے علاوہ آیہء شریفہ میں قطعی ایسے قرینہ موجودہیں کہ جس سے مراد ”دوست“اور”یاور“نہیں ہوسکتے ہیں۔اس کی مزیدوضاحت سوالات کے جواب میں ائے گی۔

رکوع کے معنی

لغت میں”رکوع“کے معنی جھکنااورخم ہوناہے۔اسی لئے نمازمیں جھکنے کو”رکوع“کہتے ہیں۔۲

زبیدی”تاج العروس۳“میں کہتاہے:

”اگررکوع کوتنگدستی اورمفلسی کے لئے استعمال کیاجائے اور ایسے شخص کوجوامیری کے بعدفقیری اورتنگدستی میں مبتلا ہو جا ئے اورزوال سے دوچارہو تواسے”رکع

۱۔انفال/۷۲

۲۔الصاح جوہری،ج۳،ص۱۲۲۲،دارالعلم للملایین،القاموس المحیط،فیروزآبادی،ج۳، ص۳۱، دارالمعرفہ، بیروت،المنیر،فیومی،ص۲۵۴،ط مصر،جمھرۃ اللغۃ،ابن درید،ج۲، ص۱۷۷۰کتاب العین، خلیل بن احمد فراہیدی،ج۱،ص۲۰۰

۳۔تاج العروس،ج۲۱،ص۱۲۲،دارالہدایۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع۔

الرجل“کہتے ہیں اوریہ استعمال مجازی ہے۔“

اس لئے رکوع کاحقیقی معنی وہی جھکنااورخم ہوناہے اوراگراسے دوسرے کسی معنی،جیسے زوال اورخضوع میں استعمال کیاجائے تویہ اس کے مجازی معنی ہیں اوراس کے لئے قرینہ کی ضرورت ہے۔

آیہء ولایت کی شان نزول

شیعہ اوراہل سنّت تفسیروں کے منابع میں موجودبہت سی احادیث کے مطابق یہ آیہئ شریفہ حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام کے بارے میں نازل ہو ئی ہے اورسے مرادوہی حضرت(ع)ہیں۔

ہم اس سلسلہ میں ایک حدیث کو درج کرتے ہیں،جس کوثعلبی۱ نے اپنی تفسیر۲میں سنی محدثین اور مفسرین سے نقل کیا ہے اورشیعوں کے بڑے مفسرشیخ طبرسی نے بھی اس کو”مجمع البیان۳“میں درج کیاہے:

”...عن عباية بن الربعی قال:بيناعبدالله بن عباس جالس علی شفيرزمزم إذاأقبل رجل متعمّم بالعمامة؛فجعل ابن عباس لايقول:”قال رسول الله (ص)إلاّقال الرجل:قال رسول الله (ص)“!فقال ابن عباس:سألتک بالله،من أنت؟قال:فكشف العمامةعن وجهہ وقال:يا أيّهاالناس،من عرفنی فقد عرفنی ومن لم يعرفنی فأنا “

جندب من جنادةالبدری،أبوذرالغفاری،سمعت رسول الله

۱۔ثعلبی کے بارے میں ذہبی کا قول دوسرے اعتراض کے جواب میں بیان کیاجائے گا۔

۲”الکشف والبیان“ج۴،ص۸۱۔۸۰،داراحیائ التراث العربی

۳۔مجمع البیان،ج۳،ص۳۲۴

(ص)بہا تين وإلاّصمّتا،ورأيتہ بہا تين وإلاّفعميتا،يقول:علیّ قائد البررة،وقاتل الكفرة،منصورمن نصرہ،مخذول منخذ لہ۔أماّ إنّی صلّيت مع رسول الله (ص) يوماًمن الأيامّ صلاةالظّہر،فدخل سائل فی المسجدفلم يعطہ أحد،فرفع السائل يده إلی السّماء وقال:اللّہمّ أشہد إنّی سألت فی مسجدرسول الله فلم يعطنی احد شيئاً - وكان علیّ راكعاً - فأومی إليہ بخنصره اليمنی - وكان يتختّم فيہا - فأقبل السائل حتيّأخذالخاتم من خنصره!وذلک بعين النبيّ۔

فلماّ فرغ النّبيّ (ص)من الصلاةرفع يده إليالسّماء وقال:اللّہمّ إنّ أخی موسی سألک فقال:۔فأنزلتَ عليہ قرآناًناطقاً۔

اللّہمّ وأنامحمّدنبيّک وصفيک۔اللّہمّ فاشرح لی صدری ويسّرلی أمری،وأجعل لی وزيراًمن أہلی عليّاً اشددبہ ظہری۔

قال أبوذر:فوالله ماستتمّ رسول الله الكلمة حتّی أُنزل عليہ جبرئيل من عندالله،فقال يامحمّد!إقرأ،فقال:وماأقرأ؟قال:إقرأ:، ”إنّما وليّكم الله ورسولہ إلی راكعون“الآية۔

”عبايہ بن ربيع سے روايت ہے کہ اس نے کہا:اس وقت جب عبدالله بن عباس)مسجد الحرام میں)زمزم کے کنارے بیٹھے تھے) اور پیغمبر اکرم (ص) سے حدیث روایت کررہے تھے)اچانک ایک عمامہ پوش شخص آپہونچا)اوررسول خدا (ص)سے اس طرح حدیثیں نقل کرنا شروع کیں)کہ جب عبدالله ابن عباس کہتے تھے:”قال رسول الله، (ص)“وہ شخص بھی کہتاتھا:”قال رسول الله (ص)۔“ابن عباس نے کہ:تمھیں خدا کی قسم ہے یہ بتاؤکہ تم کون ہو؟اس شخص نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹائی اورکہا:اے لوگو!جومجھے پہچانتاہے،وہ پہچانتاہے،اورجومجھے نہیں پہچانتامیں اسے اپنے بارے میں بتادیناچاہتاہوں کہ میں جندب،جنادئہ بدری کابیٹا،ابوذرغفاری ہوں۔میں نے رسول خدا (ص) سے اپنے ان دونوں)کانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)کا نوں سے سنا اگریہ با ت صحیح نہ ہو تو)میرے کان)بہرے ہو جائیں اوران دونوں انکھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) آنکھوں سے دیکھا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اگر یہ با ت درست نہ ہو تو میری آنکھیں اندھی ہوجائیں)میں نے سنا اور دیکھا) فرما رہے تھے: علی (علیہ السلام) نیکوں کے پیشواور کافروں کے قاتل ہیں۔جوان کی مددکرے گااس کی خدا نصرت کرے گا،اورجوانھیں چھوڑدے گاخدااسے بھی چھوڑدے گا۔

ایک دن مینرسول خدا (ص)کے ساتھ ظہرکی نمازپڑھ رہاتھاکہ ایک سائل نے اہل مسجد سے سوال کیا،کسی نے اس کی حاجت پوری نہیں کی۔سائل نے اپنے ہاتھآسمان کی طرف بلند کئے اورکہا:

خداوندا! تو گواہ رہناکہ میں نے مسجدالنبیمیں سوال کیااورکسی نے میری حاجت پوری نہیں کی۔علی(علیہ السلام)رکوع کی حالت میں تھے،اپنی چھوٹی)انگلی جس میں انگوٹھی تھی)سے اس کی طرف اشارہ کیا۔سائل نے سامنے سے آکرانگوٹھی آپ(ع)کے ہاتھ سے نکال لی۔رسول خدا (ص)اس واقع کے شاہد اور گواہ ہیں جب پیغمبراسلام (ص)نمازسے فارغ ہوئے آسمان کی طرف رخ کرکے عرض کی:خداوندا!میرے بھائی موسیٰ(علیہ السلام) نے تجھ سے سوال کیا اور کہا"پروردگارا!میرے سینے کوکشادہ کردے،میرے کام کو آسان کر دے اور میری زبان کی گرہوں کوکھول دے،تا کہ یہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے اہل میں سے میرے بھائی ہارون کومیراوزیرقراردیدے،اس سے میری پشت کومضبوط کردے،اسے میرے کام میں شریک بنادے۔")اس کی درخواست کو بر لا)اور تو نے اس داستان کے بارے میں قرآن مجیدمینیوں فرمایا:"ہم تمھارے بازؤں کوتمھارے بھائی)ہارون)سے مضبوط کردیں گے اورتمھیں ان پرمسلط کردیں گے۔"

خداوندا!میں تیرا بر گزیدہ پیغمبرہوں،خداوندا!میرے سینے کوکشادہ کردے،میرے کام کوآسان کر،میرے اہل میں سے میرے بھائی علی(ع)کومیر اوزیرقراردے اوراس سے میری پشت کومضبوط کر۔)ابوذرکہتے ہیں:)خدا کی قسم رسول خدا (ص)نے ابھی اپنی بات تمام بھی نہیں کی تھی کہ جبرئیل امین خداکی طرف سے نازل ہوئے اورکہا:اے محمد!پڑھئے!) آنحضرت نے) کہا:کیا پڑھوں؟)جبرئیل نے کہا)پڑھئیے:< إنّماولیکم اللّٰہ ورسولہ...>"

شیخ طبرسی نے اس حدیث کے خاتمہ پرکہاہے:اس روایت کوابواسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اسی سند سے)کہ جیسے میں نے ذکرکی ہے)نقل کیاہے۔اس شان نزول کو بیان کر نے والی بہت ساری حدیثیں ہیں ان میں سے بعض کوہم دوسری مناسبتوں کے سلسلہ میں بیان کریں گے اوران میں سے بعض دوسری احادیث کے حوالہ ابن تیمہ کے جواب کے ذیل میں عرض کریں گے۔ان احادیث کے پیش نظرواضح ہو گیا کہ یہ شان نزول قطعی ہے اوراس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجا ئش نہیں ہے۔

آیہء ولایت کے بارے میں چند سوالات اوران کے جوابات

آیہء ولایت کے بارے میں چندسوالات کئے جا تے ہیں،مناسب ہے ہم اس باب میں ان کے جوابات دیں۔

۱۔کیاآیت میں"ولی"کامعنی دوست نہیں ہے؟

یہ آیہء کریمہ ایسی آیات کے سیاق میں ہے کہ جس میں مومنین کے لئے یہودونصاریٰ کو اپنے ولی قراردینے سے نہی کی گئی ہے۔چونکہ ان آیات مینولی'یاور"یا'دوست"کے معنی میں ہے،اس آیت میں بھی اس کے معنی اسی سیاق کے تحت درج ہے،لہذا اسی معنی میں ہونا چاہئے۔اگرایسا نہ ما نیں توسیاق واحدمیں تفکیک لازم آ ئیگی۔

اس لئے اس آیت کے معنی یوں ہوتے ہیں:"بس تمہارایاوریادوست اللہ اوراس کا رسول اور وہ صاحبان ایمان ہیں جو نمازقائم کرتے ہیں اورحالت خضوع اورانکساری مینزکوٰۃدیتے ہیں۔"

جواب:

اوّل یہ کہ:آیہء شریفہ میں سیاق کا پا یا جا نامنتفی ہے،کیونکہ آیہء کریمہ) چنانچہ اس کی شان نزول کے سلسلہ میں پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے اوراس کی مزیدوضاحت آگے کی جائے گی) ایک مستقل شان نزول رکھتی ہے۔نزول کامستقل ہونا اس معنی میں ہے کہ یہ آیت اپنے معانی و مفا ہیم کے لحاظ سے دوسری آیات سے مربوط نہیں ہے۔

بیشک قرآن مجیدکی آیات کی تر تیب وتنظیم،جس طرح اس وقت موجود ہے،ا سی اعتبار سے ہم اس کی قرائت کرتے ہیں باوجود اس کے کہ ان میں نزول کی تر تیب کے لحاظ سے تناقض پایا جاتا ہے۔یہاں تک بعض سورہ یا آیات کہ جوپہلے نازل ہوئی ہیں وہ موجودہ ترتیب میں قرآن کے آخر میں نظر آتی ہیں،جیسے:مکی سورے کہ جوقرآن مجیدکے آخری پارے میں مو جودہیں اور بہت سی آیات اورسور ے اس کے برعکس ہیں جیسے:سورئہ بقرہ کہ جوموجودہ تر تیب کے لحاظ سے قرآن مجیدکادوسراسورہ ہے جب کہ یہ مدینہ میں نازل ہونے والاپہلاسورہ ہے۔

لہذا مو جودہ تر تیب زمانہ نزول کے مطابق نہیں ہے،اورمعلوم ہے کہ آیات کے ظہور کے پیش نظرترتیب کا معیار زمانہ نزول

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہے۔
اگریہ کہاجائے کہ:آیات اورسورتوں کی تنظیم،پیغمبراکرم (ص) کے زیرنظرانجام پائی ہے اورآنحضرت (ص) نے آیات کی مناسبت اورمعنوی نظم کو مدنظررکھتے ہوئے ہرآیہ اورسورہ کواپنی مناسب جگہ پرقراردیاہے۔اس لئے موجودہ تر تیب کا زمانہ نزول سے مختلف ہو ناسیاق کے لئے ضرر کا باعث نہیں ہے۔
جواب میں کہنا چا ئے:اگر چہ یہ نظریہ صحیح ہے کہ موجودہ صوت میں قرآن مجید کی آیات کی تنظیم اور ترتیب آنحضرت (ص) کی نگرانی میں انجام پائی ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں کوئی مصلحت تھی جس کے پیش نظرہر آیت یا سورہ کو ایک خاص جگہ پر قرار دیا جائے،لیکن اس کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے کہ آنحضرت (ص) کی یہ مصلحت نظم ومناسبت کی رعایت اورآیات کے ایک دوسرے سے معنوی رابطہ کی وجہ سے مر بوط ہے ۔
اس لحا ظ سے ہر آیت کا نزول اگر اس کی پچھلی آیات سے دلیل کی بنا پر ثابت ہوجائے تو اس میں سیاق کاوجود ہے اورجس کسی آیت کا نزول مستقل یا مشکوک ہو تو اس آیت کا گزشتہ آیت سے متصل ہونا اس کے سیاق کا سبب نہیں بن سکتا ہے۔ زیر بحث آیت کا نزول بھی مستقل ہے اور مذکورہ بیان کے پیش نظر اس میں سیاق موجود نہیں ہے۔
دوسرے یہ کہ: اگر سیاق پا یابھی جائے پھر بھی گزشتہ آیت میں ثابت نہیں ہے کہ "ولی"کا معنی دوست اور ناصر کے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے:
اایّہاالّذین آمنوالا تتخذواالیہود والنصاریٰ اولیاء بعضہم اولیائ بعض۔۔۔)مائدہ/۵۱)
"ایمان والو!یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا ولی وسر پرست نہ قرار دو کہ یہ خودآپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں ۔"
اس آیت میں بھی) ہمارے مذکورہ اشارہ کے پیش نظر)ولایت،سر پرستی اورصاحب اختیار کے معنی میں ہے۔
تیسرے یہ کہ:اگر آیہء کریمہ میں موجودولایت دوستی یا نصرت کے معنی میں ہو تواس سے یہ لازم آ ئے گا کہ اس کا مفہوم خلاف واقع ہو، کیونکہ اس صورت میں اس کے معنی یوں ہوں گے " بس تمہارا مدد گار یادوست اللہ اور اس کا رسول اور وہ صاحبان ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور رکوع کی حالت مینزکواۃ دیتے ہیں۔"جبکہ معلوم ہے کہ مومنین کے مدد گاراوردوست ان افراد تک محدود نہیں ہیں جورکوع کی حالت زکواۃ دیتے ہیں بلکہ تمام مومنین ایک دوسرے کے مدد گاراوردوست ہیں!
مگریہ کہ آیہ کریمہ میں"راکعون"کے معنی"خداکی بارگاہ میں خضوع وخشوع کرنے والے کے ہیں اوریہ معنی مجازی ہیں اوررکوع کے حقیقی معنی جھکنے اور خم ہو نے کے ہیں ان مطالب کے پیش نظر،سیاق کی بات یہاں پر موضوع بحث سے خارج ہے اور اس کے وجودکی صورت میں بھی معنی مقصود کوکوئی ضررنہیں پہنچاتاہے ۔

۲۔مذکورہ شأن نزول)حالت رکوع میں حضرت علی(ع)کاانفاق کر نا)ثابت نہیں ہے۔
بعض افراد نے آیہ شریفہ کی شأن نزول پراعتراض کیاہے اور کہا ہے کہ یہ واقعہ)امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کا نماز کی حالت میں انفاق کرنا اوراس سلسلہ میں ایت کا نازل ہونا)ثابت نہیں ہے۔رہی یہ با ت کہ ثعلبی نے اس داستان کو نقل کیاہے تووہ صحیح اورغیر صحیح روایتوں میں تمیزکرنے کی صلاحیت نہینرکھتاہے،اوربڑے محدثین،جیسے طبری اورابن حاتم وغیرہ نے اس قسم کی جعلی داستانوں کونقل نہیں کیاہے؟!

جواب :
یہ شأن نزول شیعہ واہلسنت کی تفسیر اورحدیث کی بہت سی کتابوں میں نقل ہوئی ہے اور ان میں سے بہت سی کتابوں کی سندمعتبرہے۔چونکہ ان سب کو نقل کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے،اس لئے ہم ان میں سے بعض کے حوالے حاشیہ مینذکرکرتے ہیں۱
۱۔ احقاق الحق/ج۳/ص۳۹۹ تا۴۱۱، احکام القرآن جصاص/ج۲/ص۴۴۶، اربعین ابی الفوارس/ص۲۲مخطوط، ارجح المطالب/ص۱۶۹طبع لاہور)بہ نقل احقاق الحق) ، اسباب النزول/ص۱۳۳انتشارات شریف رضی، اصول کافی/ج۱/ص۱۴۳/ح ۷ وص۱۴۶/ح۱۶وص۲۲۸/ح۳ المکتبۃالاسلامیہ ، انساب الاشراف/ج۲/ص۳۸۱دار الفکر، البدا یۃ والنہایۃ)تاریخ ابن کثیر)/ج۷/ص۳۷۱دارالکتب العلمیہ، بحرالعلوم)تفسیر السمر قندی)/ج۱/ص۴۴۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت البحر المحیط/ج۳/ص۵۱۴مؤ سسۃالتاریخ عربی، تاریخ مدینۃ دمشق/ج۴۲/ص۳۵۶و۳۵۷دارالفکر، ترجمۃ الامام امیرالمؤ منین/ج۲/ص۴۰۹و۴۱۰دار التعارف للمطبو عات، التسہیل لعلوم التنذیل/ج۱۰ص۱۸۱دارالفکر
تفسیرابن کثیر/ج۲/ص۷۴دارالمعرفۃ بیروت، تفسیر بیضاوی/ج۱/ص۲۷۲دار الکتب العلمیہ، تفسیر الخازن/ج۱/ص۴۶۸دار الفکر، تفسیر فرات/ج۱/ص۱۲۳۔۱۲۹، تفسیر القرآن /ابن ابی حاتم/ج۴/ص۱۱۶۲المکتبۃالاہلیہ بیروت، تفسیر کبیر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

فخررازی/ج۶/جزء۱۲/ص۲۶داراحیائ التراث العربی بیروت، جامع احکام القرآن ۔ج۶/ص۲۲۱و۲۲۲دارالفکر، جامع الاصول/ج۹/ص۴۷۸/ح۶۵۰۳داراحیائ التراث العربی، جامع البیان طبری/ج۴/جزء ۶/ص۱۸۶دار المعرفة بیروت، الجواہر الحسان/ج۲/ص۳۹۶داراحیائ التراث العربی بیروت، حاشیةالشہاب علی تفسیربیضاوی /ج۳/ص۲۵۷دار احیائ التراث العربی بیروت، حاشیةالصاوی علی تفسیرجلالین /ج۱/ص۲۹۱ دار الفکر، الحاوی للفتاوی مکتبة القدس قاہرہ)بہ نقل احقاق الحق)، الدر المنثور/ج۳/ص۱۰۵و۱۰۶ دارالفکر، ذخائر العقبی/ص۸۸ مؤسسة الوفائ بیروت، روح المعانی /ج۶/ص۱۶۷ داراحیائ التراث العربی، الریاض النضرة /ج۲/ص۱۸۲دار الند وة الجدیدة، شرح المقاصد تفتازانی/ج۵/ص۲۷۰و۲۷۱، شرح المواقف جر جانی/ج۸/ص۳۶۰، شرح نہج البلاغہ/۱بن ابی الحدید، شواہد التنزیل /ص۲۰۹ تاص۲۴۸)۲۶حدیث)، غرائب القرآن نیشاپوری/ج۲/جزء۶/ص۶۰۶/دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر)تفسیر شوکانی)/ج۲ص۶۶/دار الکتب العلمیة بیروت، فرائد السمطین /ابراہیم بن محمد جوینی /ج۱/ص۱۸۷وص۱۹۵/مؤسسة المحمودی، الفصول المہمة/ص۱۲۳و۱۲۴/منثورات الا علمی تہران، الکشاف /زمخشری/ج۱/ص۳۴۷دار المعرفة بیروت، کفایة الطالب/ص۲۴۹وص۲۵۰/داراحیائ تراث اہل البیت، کنزالعمال/ج۱۳/ص۱۰۸وص۱۶۵/مؤسسةالرسالة، اللباب فی علوم الکتاب /ج۷/ص۳۹۰ وص۳۹۸/دارالکتب العلمیة بیروت، مجمع الزوائد/ج

اس قسم کے معتبرواقعہ کوجعلی کہنا،امیرالمؤمنین حضرت علی علیہ السلام کی مقدس بار گاہ میں جسارت اور ان بڑے محدثین کی توہین ہے کہ جنہوں نے اس حدیث کواپنی کتابوں میں درج کیاہے!اور ثعلبی کے متعلق اس طرح کے گستاخانہ اعترا ضات کہ وہ صحیح اورغیر صحیح احادیث میں تمیز دینے کی صلا حیت نہیں رکھتاہے،جب کہ اہل سنت کے علمائے رجال نے اس کی تعریف تمجیدکی ہے اوروسیع پیمانے پر اس کو سر اہا اور نوازاہے۔ہم یہاں پرنمونہ کے طورپران میں سے صرف دوبزرگوں کے نظریات پیش کرتے ہیں:

علمائاہل سنت میں علم رجال کے ماہر نیز مشہور ومعروف عالم دین اورحدیث شناس،ذہبی،ثعلبی کے بارے مینیوں کہتے ہیں:

''الإمام الحافظ العلا مة شیخ التفسیر کان أحد أو عیة العلم وکان صادقاً موثقاًبصیراً بالعربیة''۱

''یعنی:وہ امام،حافظ،علامہ،استادتفسیرنیز ایک علمی خزانہ ہیں۔وہ سچّے،قابل اعتماداورعربی ب کے حوالے سے وسیع معلو مات اور گہری نظررکھنے والے ہیں۔''

۲۔عبدالغافر نیشابوری''منتخب تاریخ نیشاپوری'' کہتے ہیں:

''احمد بن محمدبن ابراہیم۔۔المقرىء المفسر الواعظ،الادیب،الثقة،الحافظ،صاحب التصانیف الجلیلة من

۷/ص۸۰/دارالفکر۔ المرا جعات/ص۲۵۷،مرقاة المفاتیح/ج۱۰/ص۴۶۲/دارالفکر مطالب السؤول/ج۱/ص۸۶ و۸۷، معالم التنزیل/ج۲/ص۴۷ المعجم الاوسط/ج۷/ص۱۲۹وص۱۳۰/مکتبة المعارف الریاض، معرفة علوم الحدیث/ص۱۰۲/دارالکتب العلمیة بیروت منا قب ابن مغازلی/ص۳۱۱/المکتبة الاسلامیة، مناقب خوارزمی/ص۲۶۴ وص۲۶۵وص۲۶۶/مؤسسة النشر الاسلامی، مواقف ایجی /ج۸/ص۳۶۰ نظم درر السمطین/ص۸۶/مطبعة القضاء)بہ نقل احقاق الحق)، النکت والعیون)تفسیر الماوردی)/ج۲/ص۴۹/مؤسسة الکتب الثقا فیةنورالابصار/ص۸۶ و۸۷/دارالفکر

۱۔سیر اعلام النبلاء،ج۱۷،ص۴۳۵،مؤسسہ الرسالة،بیروت

تفسیر،الحاوی لانواع الفوائد من المعانی والإشارات، وہو صیحع النقل موثق بہ۔''۱

''عبد الغافر نے ان کی اس عبارت میں توصیف کی ہے کہ احمدبن محمدبن ابراہیم مقرىء)علم قرات کے ماہر)،مفسر،واعظ،ادیب،قابل اعتماد،حافظ نیز معانی اوراشارات پر قابل قدرکتابوں کے مصنف تھے۔ان کی احادیث صحیح اورقابل اعتمادہیں۔''

ثعلبی کے باوثوق ہونے اوران کی عظمت کے علاوہ امیرالمؤمنین حضرت علی علیہ السلام کے سائل کو انگوٹھی دینے کی داستان کو صرف ثعلبی ہی نے نقل نہیں کیاہے۔بلکہ یہ واقعہ شیعہ اوراہل سنت کے حدیث اورتفسیر کی بہت سی کتابوں میں درج ہے۔یہاں تک کہ طبری اورابن حاتم نے بھی اس داستان کونقل کیاہے،جن کے بارے میں معترض نے کہاتھا:''یہ لوگ اس قسم کی داستانیں نقل نہیں کرتے ہیں''۔مناسب ہے ہم یہاں پران دو نوں افرادکی روایتوں کونقل کریں:

ابن کثیرنے اپنی تفسیرمیں بیان کیاہے:

''قال إبن أبی حاتم۔۔وحد ثناابو سعید الأشجّ،حدثناالفضل بندکین ابونعیم الأحول،حدثناموسی بن قیس عن سلمة بن کهیل قال: تصدّق علی بخاتمہ وہوراکع فنزلت۲

اس حدیث میں ابن کثیرابن ابی حاتم کی کتاب سے صحیح سند کے ساتھ سلمتہ بن کہیل سے، حضرت علی علیہ السلام کے متعلق حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی کو بہ طور صدقہ دینے کا واقعہ نقل

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۱۔تاریخ نیشابوری ،ص۱۰۹ ۲۔تفسیر ابن کثیر،ج۲،ص۷۴
کرتاہے اورکہتاہے:اس قضیہ کے بعدآیہء شریفہنازل ہوئی۔ابن جریر طبری نے بھی اپنی تفسیر میں روایت نقل کی ہے:"حدثنامحمدابن الحسین قال:حدثناحمدبن المفضل قال:حدثناأسباط عن السدّی۔۔۔علی بن أبی طالب مرّ بہ سائل وہوراکع فی المسجد فأعطاہ خاتمہ"۱
اس روایت میں بھی حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے حا لت رکوع میں اپنی انگشتری کو راہ خدا میں دینے کو بیان کیا گیا ہے۔

۳۔کیا"إنمّا"حصرپردلالت کرتاہے؟
فخررازی نے کہاہے کہ"إنّما"حصرکے لئے نہیں ہے۔اس کی دلیل خدا وندمتعال کایہ قول ہے کہإنّمامثل الحیاۃ الدنیاکماء أنزلناہ من السماء۔۔۔۲یعنی:زندگانی دنیا کی مثال صرف اس بارش کی ہے جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا"
بیشک دینوی زندگی کی صرف یہی ایک مثال نہیں بلکہ اس کے لئے اور بھی دوسری مثالیں ہیں،اس لئے اس آیت میں"إنّما"حصرپردلالت نہیں کرتاہے۔

جواب:
اول یہ کہ:جس آیہء شریفہ کو فخررازی نے مثال کے طورپرپیش کیاہے،اس میں بھی "إنمّا"حصر کے طور پراستعمال ہواہے۔لیکن حصر دوقسم کاہے:حصرحقیقی میں مخاطب کے خیال اورتصور کی نفی کی جا تی ہے، مثلا اگر کوئی کہے :"زید کھڑا ہے " اس کے مقا بلہ میں کہاجا تا ہے:
"إنّماقائم عمرو"یعنی کھڑا شخص صرف عمروہے نہ زید۔ اس جملہ کامقصد یہ نہیں ہے کہ دنیا میں کھڑے انسان عمرومیں منحصرقراردئے جائیں،بلکہ مقصودیہ ہے کہ مقابل کے اس تصور کو زائل کیاجائے کہ زیدکھڑاہے اوراسے یہ سمجھایاجائے کہ صرف عمروکھڑاہے۔
۱۔تفسیرطبری ،ج۶،ص۱۸۶،دار المعرفۃ،بیروت
۲۔سورئہ یونس/۲۴
آیہ کریمہ بھی اس مطلب کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ دنیا کی زندگانی کو صرف آسمان سے برسنے والے پانی کی مثال اورتشبیہ دینی چاہئے جس کے برسنے کے نتیجہ میں ایک پوداگتا ہے اور سرانجام وہ پودا خشک ہو جاتاہے،کیونکہ یہ مثال دنیاوی زندگی کے فانی اور منقطع ہو نے کی حکایت کر تی ہے ،نہ یہ کہ اس کے لئے ایک ایسی مثال پیش کی جائے جو اس کے دوام،استمرار اوربقا کی حکایت کرتی ہو۔
دوسرے یہ کہ:لغوی وضع کے لحاظ سے "إنّما"حصر کے لئے ہے لیکن قرینہ موجود ہونے کی صورت میں غیر حصر کے لئے بھی بہ طورمجاز استعمال ہو سکتا ہے۔فخررازی کی طرف سے بہ طوراعتراض پیش کی گئی آیت میں اگر"انما"غیرحصر کے لئے استعمال ہوا ہے تو وہ قرینہ موجود ہونے کی وجہ سے بہ طورمجازی استعمال ہو اہے۔اس لئے اس آیہء شریفہ میں "إنّما"کا حقیقی معنی وہی حصر،مقصودہے۔

۴۔کیا"الذین آمنوا"کا اطلاق علی علیہ السلام کے لئے مجازی ہے؟
اگر"الذین آمنوا"کہ جوجمع ہے اس سے مراد علی علیہ السلام ہوں گے تولفظ جمع کا استعمال مفرد کے معنی میں ہو گایہ استعمال مجازی ہے اور مجازی استعمال کو قرینہ کے بغیر قبول نہیں کیا جاسکتا ہے۔

جواب:
اول یہ کہ:شیعہ امامیہ کی احادیث کے مطابق"الذین آمنوا"صرف امیرالمؤ منین علیہ السلام سے مخضوص نہیں ہے بلکہ اس میں دوسرے معصوم ائمہ بھی شامل ہیں۔ہماری احادیث کے مطابق تمام ائمہء معصومین اس کرامت وشرافت کے مالک ہیں کہ رکوع کی حالت میں سائل کو انگوٹھی دیں۔۱
۱۔اصول کافی،ج۱ص۱۴۳،ح۷وص۱۴۶،ح۱۶ وص۲۲۸،ح۳ المکیۃ الاسلامیہ۔کمال الدین ،ح۱،ص۲۷۴۔۲۷۹ دار الکتب الاسلا میۃ فرائد السبطین ،ج۱،ص۳۱۲،ح۲۵ مؤسسہ المحمودی لطاعۃ والنشر۔ینا بیع المودۃ،ص۱۱۴۔۱۱۶
دوسرے یہ کہ:بالفرض اس موضوع سے ایک خاص مصداق یعنی حضرت علی علیہ السلام کاارادہ کیا گیا ہے اور یہ استعمال مجازی ہے،اس مجازی استعمال کے لئے وہ احادیث قرینہ ہیں جو اس کی شأن نزول میں نقل کی گئی ہیں اور بیان ہو ئیں۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۵۔کیا حضرت علی علیہ السلام کے پاس انفاق کے لئے کوئی انگوٹھی تھی؟
جیسا کہ مشہور ہے حضرت علی(علیہ السلام) فقیر اورغریب تھے اوران کے پاس کوئی قیمتی انگوٹھی نہیں تھی۔

جواب:
احادیث اورتاریخ گواہ ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام غریب اور فقیر نہیں تھے۔ حضرت(ع)اپنے ہاتھوں سے اور اپنی محنت وکوشش کے ذریعہ نہریں کھودتے تھے اور نخلستان آباد کرتے تھے،اپنے لئے مال ودولت کی ذخیرہ اندوزی نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے مال کوخدا کی راہ میں انفاق کرتے تھے۔

۶۔کیا)راہ خدا میں) انگوٹھی انفاق کرنا حضور قلب)خضوع وخشوع) کے ساتھ ھم آھنگ وسازگارہے؟
حضرت علی (علیہ السلام)نمازکی حالت میں مکمل طور پرحضور قلب کے ساتھ منہمک ہو تے تھے۔جو اس طرح حضور قلب کے ساتھ یاد خدا میں ڈوبا ہوا ہووہ دوسرے کی بات نہیں سن سکتا۔اس خشوع وخضوع کے پیش نظر حضرت(ع)نے کیسے سائل کے سوال اوراس کے مدد کے مطالبہ کوسن کر اپنی انگوٹھی اس کوانفاق کی!

جواب:
حضرت علی علیہ السلام اگر چہ فطری طورپر)نمازمیں خاص حضورقلب کی وجہ سے) دوسروں کی بات پر توجہ نہیں کرتے تھے،لیکن اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ مقلب القلوب اوردلوں کو تغیر دینے والا خداوند متعال،سائل کے سؤال کے وقت آپ(ع)کی توجہ کواس کی طرف متوجہ کرے تاکہ اس صدقہ کوجوایک اہم عبادت ہے آیہء شریفہ کے نزول کا سبب قرار دے اوریہ آیہء شریفہ آپ(ع)کی شأن میں نازل ہو۔
اس آیت کی شأن نزول سے مربوط احادیث)جن میں سے بعض بیان کی گئیں) اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ(ع)نے سائل کی طرف متو جہ ہو کرمذکورہ صدقہ کو اپنے ہاتھوں سے دیاہے۔

۷۔کیا انفاق،نمازکی حالت کو توڑ نے کا سبب نہیں بنتا؟
نماز کی حالت میں انگوٹھی انفاق کرنا،نمازکی ظاہری حالت کوتوڑنے کا سبب ہے۔اس لئے حضرت(ع)سے اس قسم کا فعل انجام نہیں پاسکتا ہے۔

جواب:
جو چیزنماز کی حالت کو توڑ نے کا سبب ہے وہ فعل کثیر ہے اوراس قسم کامختصر فعل نمازکو توڑنے کاسبب نہیں ہو سکتاہے۔شیعہ فقہا اس قسم کے امورکونمازکو باطل کرنے کاسبب نہیں جانتے ہیں۔
ابوبکرجصاص کتاب"أحکام القرآن"۱میں"باب العمل الیسیرفی الصلاۃ"کے عنوان سے آیہء کریمہ کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:اگرآیہء شریفہ سے مراد رکوع کی حالت میں صدقہ دینا ہے تویہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کے دوران چھوٹے اورجزئی کام مباح ہیں۔پیغمبر اکرم (ص)سے نمازکی حالت میں چھوٹے اورجزئی کام کے جائز ہونے کے سلسلہ میں چند احادیث روایت ہوئی ہیں جیسے وہ حدیثیں جو اس بات پردلالت کرتی ہیں کہ آنحضرت (ص)نے نماز کی حالت میں اپنے جوتے اُتارے اوراپنے ریش مبارک پر ہاتھ پھیرااوراپنے ہاتھ سے)کسی جگہ کی طرف)اشارہ فرمایا۔اس لئے نماز کی حالت میں صدقہ

۱۔احکام القرآن ،ج۲،ص۴۴۶،دار الکتب العلمیہ،بیروت
دینے کے مباح ہونے کے بارے میں آیہء شریفہ کی دلالت واضح اورروشن ہے۔
قرطبی"جامع" أحکام القرآن۱میں کہتے ہیں:طبری نے کہا ہے کہ یہ)امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے توسط سے نماز کی حالت میں انگوٹھی کا بہ طور صدقہ دینا)اس بات کی دلیل ہے کہ چھوٹے اورجزئی امور نمازکو باطل نہیں کرتے ہیں،کیونکہ صدقہ دینا ایسا امر تھاجو نماز کی حالت میں انجام دیا گیا ہے اور نماز کو باطل کرنے کا سبب نہیں بنا۔

۸۔کیا مستحبی صدقہ کو بھی زکوٰۃ کہاجاسکتاہے؟

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

فخررازی نے کہا ہے کہ زکوٰۃ، کے نام کا اطلاق ''زکوٰۃ''واجب کے لئے ہے اورمستحب صدقہ پرزکوٰۃ اطلاق نہیں ہوتاہے،اس کی دلیل یہ ہے کہ خداوند متعال نے)بہت سے مواقع پر)فرمایا ہے:یعنی:زکوٰۃاداکرو۔فعل امر واجب پر دلالت کرتا ہے۔
اب جب کہ زکوٰۃ، کا اطلاق صدقہ واجبہ کے لئے ہو تا ہے تواگرعلی(علیہ السلام)نے واجب زکوٰۃ کونماز کی حالت میں ادا کیا ہے توآپ(ع)نے ایک واجب امرکواپنے اول وقت سے موخیر کیا ہے اور یہ اکثر علماء کے نزدیک گناہ شمار ہوتا ہے۔اس لئے اس کی حضرت علی(علیہ السلام)کی طرف نسبت نہیں دی جاسکتی ہے۔اگر یہ کہا جائے کہ:زکوٰۃ سے مراد مستحب صدقہ ہے،تویہ اصل کے خلاف ہے،کیونکہ آیہء شریفہآتواالزکوٰۃ سے یہ استفادہ ہوتاہے کہ جوبھی صدقہ زکوٰۃ کا عنوان رکھتا ہے وہ واجب ہے۔

جواب:
اول یہ کہ:آیہء شریفہ میں ذکر کی گئی زکوٰۃ سے مرادبیشک زکوٰہ مستحب ہے اورشأن نزول کی حدیثیں اس مطلب کی تائیدکرتی ہیں۔لیکن یہ کہنا کہ''آیہء شریفہ'' مینزکوٰۃ سے مرادزکوٰۃ واجب ہے اس لئے جس چیز پرزکوٰۃاطلاق ہو گا وہ

۱۔''جامع الاحکام القرآن''،ج۶،ص۲۲۱،دارالفکر
واجب ہو گا''اس کاصحیح نہ ہونا واضح اورعیان ہے کیونکہ ایک طرف جملہءمیں وجوب پر دلالت کرنے والا لفظ''آتوا''فعلامرہے اور لفظ زکوٰۃ کا استعمال ماہیت زکوٰۃ کے علاوہ کسی اورچیز میں نہیں ہواہے۔اور ماہیت زکوٰۃ،واجب اورمستحب میں قابل تقسیم ہے اوریہ تقسیم کسی قرینہ کے بغیرواقع ہوتی ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وجوب واستحباب لفظ کے دائرے سے خارج ہے۔دوسری طرف سے شیعہ وسنی احادیث اورفقہاکے فتوؤں مینزکوٰۃ کی دوقسمیں ہیں،زکوٰۃواجب اورزکوٰۃمستحب لہذا یہ کہنا کہ جوبھی زکوٰۃہو گی واجب ہوگی اس اطلاق کے خلاف ہے۔
دوسرے یہ کہ:آیہء شریفہ میں بہ صورت فعل امر''آتوا ''نہیں آیاہے بلکہ جملہ''یؤ تون الزکوٰۃ''اخبارہے نہ انشاء۔اور یہ کہ آیہ شریفہ مینصدقہ سے مرادمستحب صدقہ ہے،اس کی بعض اہل سنت فقہا اورمفسرین تصدیق کرتے ہیں۔
جصاص''أحکام القرآن''میں کہتے ہینکاجملہ اس بات پردلالت کرتاہے کہ مستحب صدقہ کوزکوٰۃکہاجاسکتاہے،کیونکہ علی(علیہ السلام)نے اپنی انگوٹھی کوصدقہ مستحبی)زکوٰۃ مستحبی)کے طورپرانفاق کیاہے اوراس آیہء شریفہ میں:
المضعفون>۱یعنی:جوزکوٰۃدیتے ہو اوراس مینرضائے خداکاارادہ ہوتاہے توایسے لوگوں کودگنا جزا دی جا تی ہے''
لفظ''زکوٰۃ''صدقہء واجب اورصدقہء مستحب دونوں کوشامل ہوتا ہے۔''زکوٰۃ کا اطلاق''واجب اورمستحب دونوں پرمشتمل ہوتاہے،جیسے نماز کا اطلاق صرف نمازواجب کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ مستحب نماز بھی اس میں شامل ہے۔۲
۱۔سورہ روم/۳۹
۲۔احکام القرآن،ج۲،ص۲۴۶

۹۔کیا رکوع میں زکوٰۃ دینے کی کوئی خاص اہمیت ہے؟
اگررکوع سے مرادنمازکی حالت مینرکوع ہے تویہ قابل مدح وستائش نہیں ہے،کیونکہ رکوع میں انفاق کرنایانمازکی کسی دوسر ی حا لت میں انفاق کرنا اس میں کوئی فرق نہیں ہے؟

جواب:
یہ کہ آیہء شریفہ مینرکوع امیرالمؤمنین حضرت علی علیہ السلام کی زکوٰۃ کے لئے ظرف واقع ہوا ہے،یہ اس لحاظ سے نہیں ہے کہ اس حالت میں انفاق کرنا قابل تمجیدوستائش یا کسی خاص تعریف کا باعث ہے بلکہ یہ اس لحاظ سے ہے کہ سائل کا سوال حضرت(ع)کے رکوع کی حالت مینواقع ہواہے اورعلمائے اصول کی اصطلاح کے مطابق''اس سلسلہ میں قضیہ،قضیہ خارجیہ ہے اور رکوع کا عنوان کوئی خصو صیت و موضوعیت نہیں رکھتاہے۔''اور تعریف وتمجید اس لحاظ سے ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اس حالت میں اس عبادی عمل کو انجام دیا ہے۔اگرحضرت(ع) نے رکوع میں یہ انفاق انجام نہ دیا ہو تو وہ سائل ناامیدی اور محرومیت کی حالت میں مسجد سے واپس چلاجاتا۔

۱۰۔کیا اس آیت کامفہوم سابقہ آیت کے منافی ہے؟
فخررازی کاکہناہے:اگریہ آیت علی(علیہ السلام)کی امامت پردلالت کرے گی تو یہ آیت اپنے سے پہلے والی آیت کے منافی ہوگی کہ جوابوبکر کی خلافت کی مشروعیت پردلالت کرتی ہے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جواب:
اس سے پہلے والی آیت ابوبکر کی فضیلت اوران کی خلافت کی مشروعیت پرکسی قسم کی دلالت نہیں کرتی ہے۔اس سے پہلے والی آیت یوں ہے:
(سورہ مائدہ/۵۴)
''اے ایمان والو!تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پلٹ جائے گا تو عنقریب خدا ایک ایسی قوم کو لا ئے گا جس کو وہ دوست رکھتا ہو گا اور وہ لو گ بھی خدا کو دوست رکھتے ہوں گے، مؤمنین کے لئے متوا ضع اورکفارکے لئے سر سخت ہو ں گے،راہ خدا میں جہاد کرنے والے اورکسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہیں کریں گے۔۔۔''
فخررازی نے کہاہے:یہ آیت ابوبکر کی خلافت کی مشروعیت پردلالت کرتی ہے،کیونکہ خدا وند متعال نے مؤمنین سے خطاب کیاہے کہ اگر وہ اپنے دین سے پلٹ جائیں گے توآیت میں مذکورصفات کی حا مل ایک قوم کولا ئے گاتاکہ وہ ان کے ساتھ جنگ کریں ۔پیغمبر (ص)کے بعد جس نے مرتدوں سے جنگ کی وہ تنہاابوبکرتھے۔چونکہ یہ آیت ابوبکرکی تعریف وتمجید شمار ہوتی ہے،لہٰذاان کی خلافت کی مشروعیت پر بھی دلالت کرتی ہے۔
فخررازی نے ابوبکر کی خلافت کو شر عی جواز فراہم کر نے کے لئے آیت میں اپنی طرف سے بھی ایک جملہ کا اضافہ کیاہے۔
آیہء شریفہ میں یہ فر مایاگیاہے:اگر تم مؤمنین میں سے کوئی بھی اپنے دین سے پلٹ جائے گاتوخداوندمتعال عنقریب ایسی ایک قوم کو بھیجے گا جن میں مذکورہ اوصاف من جملہ خداکی راہ میں جہاد کرنے کا وصف ہوگا۔
آیہء شریفہ مینیہ نہیں آیاہے کہ''وہ مرتدوں سے جنگ کریں گے''لیکن فخررازی نے اس جملہ کو اپنے استدلال کے لئے اس میں اضافہ کیاہے۔
دوسری متعدد آیتوں میں بھی اس آیت کے مضمون سے مشابہ آیا ہے کہ اگر تم لوگ کافر ہوگئے توخدا وند متعال ایسے افراد کو بھیجے گا جوایسے نہیں ہوں گے۔ملا حظہ ہو:
۱۔
)سورئہ انعام/۸۹)
''اگریہ لوگ ان سے کفر اختیار کر تے ہیں)انکارکرتے ہیں)توہم ان پرایک ایسی قوم کو مسلط کر دیں گے کہ جو کفر اختیار کر نے والے نہیں ہوں گے)انکارکرنے والی نہیں ہے)
۲۔
)سورئہ محمد/۳۸)
''اوراگرتم منہ پھیر لوگے تووہ تمہارے بدلے دوسری قوم کوبھیج دے گاجواس کے بعدتم جیسے نہ ہوں گے۔
۳۔ (سورئہ توبہ/۳۹)
''اگر تم راہ خدا میں نہ نکلو گے توخدا تمھیں دردناک عذاب میں مبتلاکرے گااورتمہارے بدلے دوسری قوم کو لے آئے گا اورتم اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاسکوگے۔''
لہٰذااس آیت کامضمون بھی مذکورہ مضامین کے مشابہ ہے،اورآیت میں کسی قسم کی ایسی دلالت موجود نہیں ہے کہ خداوند متعال ایک قوم کو بھیج دے گا جومرتدوں سے جنگ کرے گی۔

۱۱۔کیاآیت میں حصرائمہ معصومین)علیہم السلام)کی امامت کے منافی ہے؟
اگر آیہء شریفہ علی(علیہ السلام)کی امامت پر دلالت کرتی ہے تویہ امامیہ مذہب کے عقایدسے متناقض ہے جس طرح اہل سنت مذہب سے اس کاتناقض ہے،کیونکہ شیعہ صرف علی(ع)کی امامت کے معتقد نہیں ہیں بلکہ بارہ اماموں کی امامت پر بھی اعتقادرکھتے ہیں؟

جواب:
اول یہ کہ:مذکورہ قطعی شواہدکی بنیاد پرہمینیہ معلوم ہواکہ آیہء شریفہ مینولایت سے مرادسرپرستی اوررکوع سے مراد''نمازکارکوع''ہے۔اس سے واضح ہوجاتاہے کہ آیت میں پایا جا نے والاحصر،حصراضافی ہے نہ حصر حقیقی ،کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ پیغمبر (ص) اورائمہ معصو مین)علیہم السلام)کے علاوہ کچھ دوسرے اولیاء بھی ہیں،جیسے فقہا،حکام، قاضی،باپ،دادااوروصی۔اگرہم یہاں حصرسے حصرحقیقی مرادلیں توآیت ان تمام اولیاء کی ولایت کی نفی کرے،جبکہ حقیقت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

میں ایسا نہیں ہے۔یہ بذات خود ایک قرینہ ہے کہ آیہئ کریمہ میں موجودحصر، حصراضافی ہے اوراس سے مرادرسول اکرم (ص)کے بعدحضرت علی علیہ السلام کی سر پرستی و ولایت ہے۔موجودہ دلائل کے پیش نظر دوسرے ائمہ علیہم السلام کی امامت ثابت ہے اوراس میں کسی قسم کا منافات نہیں ہے۔
دوسرے یہ کہ:شیعہ امامیہ اوراہل سنت کی کتا بوں میں موجود متعدد روایات کے مطابقسے مرادصرف حضرت علی علیہ السلام نہیں ہیں ۱بلکہ تمام ائمہ معصو مین مذکورہ مستحبی زکوٰۃکوحالت رکوع میں دینے میں کامیاب ہوئے ہیں اورآیہء کریمہ نے آغازہی میں امامت کو ان سچے اماموں میں منحصرکردیاہے۔

۱۲۔کیاعلی)علیہم السلام)پیغمبراکرم (ص)کے زمانہ میں بھی سرپرستی کے عہدہ پرفائزتھے؟
اگرآیہء شریفہ علی(ع) کی امامت پر دلالت کرے گی تواس کالازمہ یہ ہوگاکہ علی(علیہ السلام) پیغمبراکرم (ص)کی حیات کے دوران بھی ولی وسرپرست ہیں جبکہ ایسانہیں ہے۔
۱۔اصول کافی،ج۱،ص۱۴۳،ح۷وص۱۴۶،ح۱۶وص۲۲۸،ح۳الحکمتبۃالاسلامیہ۔کمال الدین،ج۱،ص۲۷۴۔۲۷۹،دارالکتب الاسلامیۃ فرائدالسمطین ،ج۱،ص۳۱۲،ح۲۵۰،موسستہ المحمودی للطباعۃ ونشرینابیع المودۃ،ص۱۱۴۔۱۱۶

جواب:
اول یہ کہ حضرت علی علیہ السلام بہت سے دلائل کے پیش نظر پیغمبراکرم (ص) کی زندگی میں بھی ولی وسر پرست تھے۔لیکن یہ سر پرستی جانشینی کی صورت میں تھی۔یعنی جب بھی پیغمبراکرم (ص) نہیں ہوتے تھے،علی علیہ السلام آنحضرت (ص) کے جانشین ہوا کرتے تھے۔حدیث منزلت اس کا واضح ثبوت ہے اس طرح سے کہ وہ تمام منصب و عہدے جو حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت سے تھے ،وہ سب حضرت علی علیہ السلام کے لئے پیغمبر اکرم)ص)کی نسبت سے اس حدیث کی روشنی میں ثابت ہو تے ہیں۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور کی طرف روانہ ہوتے وقت اپنے بھائی سے مخاطب ہوکر فرمایا:"میری قوم میں تم میرے جانشین ہو"۔یہ خلافت کوہ طور پر جانے کے زمانہ سے مخصوص نہیں ہے ،جیساکہ محققین اہل سنت نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔۱ س بناء پرحضرت علی علیہ السلام پیغمبراکرم (ص)کے جانشین تھے۔
دوسرے یہ کہ:فرض کریں کہ یہ ولایت کسی دلیل کی وجہ سے پیغمبراکرم (ص)کے زمانہ میں حضرت علی علیہ السلام کے لئے ثابت نہیں ہے تواس صورت میں پیغمبراکرم (ص) کی حیات کے بعد آیہء ولایت کا اطلاق مقید ہو گااوراس دلیل کی بناپریہ ولایت پیغمبراسلام (ص)کی رحلت کے وقت سے حضرت علی علیہ السلام کے لئے ثابت ہو جا ئے گی۔

۱۳۔کیا حضرت علی (علیہ السلام) کوآیہء ولایت کے پیش نظرچوتھا خلیفہ جاناجاسکتاہے؟
فرض کریں آیہء شریفہ علی (علیہ السلام) کی امامت پر دلالت کرتی ہے تویہ بات حضرت علی(علیہ السلام)سے پہلے تینوں خلفاء کی خلافت کے منافی نہیں ہے،کیونکہ اجماع اورشوریٰ کی بناپرپہلے ہم ان خلفاء کی خلافت کے قائل ہوں گے اور پھر ان خلا فتوں کے بعد آیہء ولایت

۱۔شرح مقاصد،تفتازانی ،ج۵،ص۲۷۶،منشورات الشریف الرضی
پر عمل کریں گے جوحضرت(ع)کی امامت بیان کرنے والی ہے۔ج

جواب:
سب سے پہلے یہ کہ:مسئلہ خلافت کے سلسلہ میں اجماع اورشوریٰ کے ذریعہ استدلال و استنادا سی صورت مینصحیح ہے جب اجماع وشوریٰ کے اعتبار کے لئے معتبر دلیل موجود ہو۔اوراس سلسلہ میں اہل سنت کی طرف سے پیش کیا جانے والا استدلال شیعہ امامیہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔
دوسرے یہ کہ:جس شوریٰ اوراجماع کا دعویٰ کیا گیاہے،وہ کبھی امت میں واقع نہیں ہواہے۔
تیسرے یہ کہ:اجماع اورشوریٰ کی دلیل اسی صورت میں صحیح ہے کہ مسئلہ کے بارے میں کوئی نص موجود نہ ہواوراگر کسی مسئلہ کے بارے میں خدا کی طرف سے کوئی نص موجود ہے تواس مسئلہ میں نہ اجماع کسی کام کاہے اورنہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

شوریٰ۔چنانچہ خداوند متعال فرماتاہے:۱
''یعنی کسی مومن مردیا عورت کویہ اختیارنہیں ہے کہ جب خداورسول کسی امر کے بارے میں فیصلہ کردیں تووہ بھی اس امر کے بارے میں اپنا اختیارجتائے''

۱۴۔کیاحضر ت علی (علیہ السلام)نے کبھی آیہء ولایت کے ذریعہ احتجاج واستدلال کیا ہے؟
اگرآیہء ولایت علی (علیہ السلام) کی ولایت پردلالت کرتی ہے توکیوں حضرت (ع)نے اپنی امامت کے لئے اس آیت سے استدلال نہیں کیا؟جبکہ آپ(ع)نے شوریٰ کے دن اوردوسرے مواقع پراپنے حریفوں کے سا منے اپنے بہت سے فضائل بیان کئے ہیں۔

۱۔سورئہ احزاب/۳۶
جواب:
بعض بزرگ شیعہ وسنی محدثین نے ایسے مواقع کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں حضرت علی علیہ السلام نے اپنی امامت کے سلسلہ میں دلائل پیش کرتے ہوئے من جملہ آیہء ولایت کو بھی بیان کیا ہے۔
ان میں سے ابراھیم بن محمدجوینی نے فرائدالسمطین ۱ میں اور)شیعہ علماء میں سے)ابن بابویہ نے کمال الدین ۲ میں نقل کیا ہے کہ:''حضرت علی علیہ السلام نے عثمان کی خلافت کے دوران ایک دن مسجدالنبی (ص) میں مہاجر وانصار کی ایک جماعت کے سامنے اپنے فضائل بیان کرتے ہوئے اپنی شأن میں ایہء ولایت کے نزول کی طرف اشارہ فرمایا۔''
ہم نے اس مفصل حدیث کوآیہء ''اولی لامر'' کی بحث کے آخرمینذکرکیاہے۔ کتاب''فرائدالسمطین''کے مصنف کی شخصیت کو پہنچاننے کے لئے آیہء ''اولی الامر''کی تفسیر کے آخری حصہ کی طرف رجوع کیا جائے۔
۱۔فرائد اسمطین ،ج۱،ص۳۱۲،مؤسسہ المحمودی للطبا عة والنشر
۲۔کماالدین،۱ ،ص۲۷۴

امامت اورائمہ معصومین کی عصمت

پانچواں باب :
آیہء صادقین کی روشنی میں اما مت

(سورئہ توبہ/۱۱۹)
''اے صا حبا ن ایمان!اللہ سے ڈرواورصادقین کے ساتھ ہوجاؤ''
جس آیہء شریفہ کے بارے میں ہم بحث وتحقیق کرنا چاہتے ہیں،اس پر سر سری نگاہ ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ایک اخلاقی پہلوہے مذ کورہ آیت میں تقوی کاحکم دینے کے بعد مو منین سے یہ کہا جا رہا ہے کہ صادقین کے ساتھ ہوجاؤ۔لیکن یہ بات یاد رہے کہ ہمیں ہمیشہ سرسری نگاہ کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ قرآن مجید کا ارشادہے:
(سورہ ملک/۳۔۴)
''پھر نظراٹھاکردیکھوکہیں کوئی شگاف تو نہیں ہے۔اس کے بعدبارنگاہ ڈالو ''
خاص کر قرآن مجید میں اس کے بلندمعارف تک رسائی اوراس کے مفاہیم کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لئے اس امر کی رعا یت بہت ضروری ہے چنانچہ بعض مواقع پر خودقرآن نے تدبرکرنے کاحکم فرمایاہے۔ہمیشہ اور بار بارغوروخوض کی ضرورت ہے۔ اس لئے قرآن مجید کے سلسلہ میں ابتدائی اورسرسری نگاہ ڈالنے پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کی آیتوں پر تدبر اور غورو خوض کرناچاہئے۔
اگرہم اس آیہ کریمہ کا اس نقطہ نظر سے مطا لعہ کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ اس آیت کریمہ میں قرآن مجید کے ایک عظیم اور اصلی معارف، یعنی اما مت و رہبری کے مسئلہ ، کو بہترین تعبیر میں پیش کیا گیا ہے۔
اس لحاظ سے امامت سے مربوط آیات کی بحث و تحقیق میں یہ آیہ کریمہ بھی نمایاں اور قابل توجہ ہے۔ اس آیہ شریفہ کے سلسلہ میں بحث و تحقیق چند محوروں پرمشتمل ہے:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۱۔آیت کے مفردات اور مفاہیم کی تحقیق۔
۲۔مذکورہ آیت کااس سے پہلے والی آیات سے ربط
۳۔اس آیت کامسئلہ رہبری سے ربطہ اور اس کے قرائن کی چھان بین پڑتال۔
۴۔علما ء ومفسرین کے بیانات
۵۔شیعہ،سنی احادیث وروایات

آیت کے بارے مفردات میں بحث
اس حصہ میں جن الفاظ کی تحقیق ضروری ہے وہ لفظ"صدق"اور"صادقین"ہیں۔اس سلسلہ میں پہلے ہم ان کے لغوی معنی پر ایک نظرڈالیں گے اور ان کے بعد اس کے قرآنی استعمالات پر بحث کریں گے۔

استعمالا ت لغوی
اس سلسلہ میں ہم دو اہل لغت کے بیانات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:
۱۔ ابن منظور نے "لسان العرب۱"میں لفظ"صدق"کے مختلف استعمالات کویوں بیان کیاہے:
الصدق:نقیض الکذب،سچ،جھوٹ کی ضدہے۔
رجل صدق:نقیض رجل سوء۔اچھاانسان برے انسان کی ضدہے۔یعنی اچھائی اور برائی کی صفتیں ایک دوسرے کی ضدہیں۔
وکذالک ثواب صدق وخمارصدق،اسی طرح کہا جاتا ہے اچھا لباس اوراچھابرقعہ۔
ویقال: رجل صدق،مضاف بکسرالصادومعناہ نعم الرجل ھونیزاسی
۱۔لسان العرب ،ج۱۰،ص۳۰۹۔۳۰۷
طرح حالت اضا فت میں صاد کے کسرے کے ساتھ استعمال ہو تا ہے"رجل صدق"یعنی وہ ایک اچھا مردہے۔
رجل صدق اللقاء وصدق النظر،خوش اخلاق مرداور خوش بین انسان۔
والصّدق:بالفتح الصلب من الرماح وغیرہا، ورمح صدق:
مستو،وکذالک سیف صدق:صاف اورسیدھا نیزہ ،اوراسی طرح سیدھی تلوارکو بھی صدق کہتے ہیں۔
عن ابن درستویہ:قال إنّما لصدق الجامع للأوصاف المحمودۃ۔ابن درستویہ کا کہنا ہے کہ"صدق"اس شخص کوکہاجاتاہے جس میں تمام پسندیدہ اوصاف موجودہوں۔
قال الخلیل:الصدق:الکامل کلّ شیءٍ۔خلیل نے کہاہے کہ ہرمکمل چیزکو"صدق"کہتے ہیں۔
۲۔"مفردات قرآن ۱ "میںراغب کاکہناہے:ویعبّرعن کل فعل فاضل ظاہراًوباطناً ًبا لصدق،فیضاف إلیہ ذٰلک الفعل الّذی یوصف بہ نحو قولہ۔۔۔"ہروہ کام جوظاہروباطن کے اعتبارسے اچھا اور پسندیدہ ہو اسے"صدق" سے تعبیر کیا جاتا ہے اوراس کے موصوف کی"صدق"کی نسبت)اضافت) دی جاتی ہے۔استعما لات قرآ نی کے وقت ہم اس کے شاہدپیش کریں گے۔

استعمالات قرآنی
قرآن مجید میں ہمیں بہت سی ایسی آیات نظر آتی ہیں جن میں لفظ"صدق"کوایسی چیزوں کی صفت قرار دیا گیاہے جوگفتگووکلام کے مقولہ نہیں ہے۔نمونہ کے طور پر درج ذیل آیات ملاحظ ہوں:
۱۔مفردات فی القرآن،ص۲۷۷،دارالمعرفۃ،بیروت
"وبشّرالّذین آمنوا أنّ لہم قدم صدق عندربّہم>
(سورہ یونس/۲)
اس آیہء شریفہ میں' صدق"،"قدم"کی صفت واقع ہے۔
)سورئہ یونس/۹۳)
اس آیہء شریفہ میں"صدق"کو"جگہ"کی صفت قرار دیا گیاہے۔
سورئہ اسراء/۸۰)
اس آیہء شریفہ میں "مدخل" و "مخرج" یااسم مکان)داخل اورخارج کرنے کی جگہ) ہیں یا مصدر) خودکوداخل کرنایاخارج کرنا)ہیں۔بہرحال کسی طرح بھی مقولہ کلام سے نہیں ہے۔
)سورئہ قمر/۵۰)
اس آیہ شریفہ میں "صدق"،"مقعد")جگہ اوربیٹھنے)کی صفت ہے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

)سورئہ بقرہ/۱۷۷)
اس آیہء شریفہ میں خداوندمتعال نے پہلے نیکیوں کوعقائد کے شعبہ میں یعنی خدا،قیامت،فرشتوں،آسمانی کتابوں اورانبیاء پرایمان کے سلسلہ میں اس کے بعدعمل کے شعبہ میں یعنی اپنے رشتہ داروں،محتاجوں،ابن سبیل اورسائلوں کوانفاق کرنا،خداکی راہ میں بندوں کو آزادکرنانیزایفائے عہدکرنا وغیرہ وغیرہ کی طرف اشارہ کیاہے۔اس کے بعداخلاقی شعبہ میں یعنی مشکلات و پریشاں نیوں مینصبروتحمل استقامت و پائیداری کا مظا ہرہ کر نے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔اورمذکورہ تینوں شعبوں میں نیکیاں کرنے والونصد ق وتقویٰ کے ذریعہ تعریف کرتاہے۔
لغت اورآیات کریمہ میں مذکورہ استعمالات کے پیش نظرواضح ہوجاتاہے کہ"صدق"کاایک ایساوسیع مفہوم ہے کہ جس کا دائرہ صرف مقولہء،کلام،وعدہ وخبرتک محدود نہیں ہے،بلکہ یہ فکرواندیشہ عقا ئد و اخلا قیات نیزانسانی رفتارجیسے دیگر مواردپربھی اطلاق کرتا ہے اوراس کااستعمال ان موا رد میں حقیقی ہے۔

اس آیت کا گزشتہ آیات سے ربط
اس آیت سے پہلی والی آیت)جیساکہ تفسیر وحدیث کی کتابوں میں آیا ہے)ان مومنین کے بارے میں ہے کہ جنہوں نے پیغمبراسلام (ص) کے ہمراہ جنگ تبوک میں جانے سے انکار کیا تھا اوراس کے بعدنادم اورپشیمان ہوکرانھوں نے توبہ کرلی تھی،مسلمانوں نے پیغمبراکرم (ص) کے حکم سے ان کے ساتھ اپنے رشتہ نا طے توڑ دئے تھے،یہاں تک کہ ان کی بیویوں نے بھی ان سے بات کرنا چھوڑدی تھی۔
انہوں نے جب شہر سے باہرنکل کربارگاہ الٰہی میں التماس والتجا کی اور خدا کی بار گاہ میں توبہ کی تو خدا وند متعال نے ان کی توبہ قبول کی اوروہ پھرسے اپنے لوگوں اوراپنے خانوادوں میں واپس لوٹے۔
بعد والی آیت میں بھی خدا وند متعال فرماتا ہے"اہل مدینہ اوراس کے اطراف کے لوگوں کو نہیں چا ہئیے کہ پیغمبر خدا (ص)کی مخالفت اوران سے رو گردانی کریں۔ اس کے بعد خدا کی راہ میں مشکلات و پریشا نیاں،بھوک وپیاس کی سختیاں برداشت کرنے کی قدرواہمیت کی طرف بھی اشارہ کرتاہے۔
اس آیہء شریفہ)زیر بحث آیت)میں مؤمنین کومخاطب کرکے انھیں تقویٰ و پر ہیز گاری کا حکم دیا گیا ہے،اورانھیں اس بات کا پیغام دیا گیا ہے کہ وہ"صادقین"کے ساتھ ہوجائیں۔اب دیکھنا یہ ہے کہ آیہء شریفہ میں"صادقین"سے مراد کون لوگ ہیں؟

اس آیت کا ائمہ معصومین(ع)کی امامت سے ربط
ابتدائی نظر میں)جیسا کہ"صدق" کا مفہوم بیان کرتے ہوئے اشارہ کیا گیا) ایسالگتاہے کہ جملہسے مرادسچوں کے ساتھ ہونے کاحکم ہے۔
قابل غور بات اورجو چیز ضروری ہے وہ سچ بولنااورجھوٹ بولنے سے پر ہیز کر نا ہے۔ لیکن سچ بولنے والوں کے ساتھ ہونا یہ شر عی واجبات میں سے نہیں ہے،جبکہ سچوں کے ساتھ ہونے کا یہ آیہ شریفہ میں حکم ہواہے اور یہ امروجوبی ہے اور جملہکا وقوع"إ تقواالله"کے سیاق میں ہے کہ جس میں تقوائے الٰہی کا حکم تھالہٰذایہ بیشک وجوب کے لئے ہے اوراس سے وجوب کی مزیدتاکیدہوتی ہے۔
مفہوم صدق کی وسعت کے پیش نظرمقولہ کلا م و گفتگو تک محدودیت نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ فکرو عقائد،اخلاق وکردار نیزرفتار و عمل تک پھیلا ہواہے کہ جس مینصادقین سے ہونے کو آیہء کریمہ مینواجب قرار دیا گیاہے،ہم اس نتیجہ پرپہنچتے ہیں کہ صادقین کے ساتھ ہونے سے مرادجسمانی معیت اورہمراہی نہیں ہے بلکہ ہمراہی ہراس چیز میں ہے جس میں صحت وسچائی پا ئی جاتی ہو اورآیہء کریمہ میں صادقین سے مرادوہ لوگ ہیں جوصدق مطلق کے مالک ہیں نہ مطلق صدق کے۔او رصدق مطلق وہ ہے جوہر جہت سے سچااورصحیح ہواورفکروعقائد،گفتاروکرداراور اخلاقیات کے لحاظ سے کسی طرح کا انحراف نہ رکھتاہو۔اس طرح کا شخص معصوم کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتاہے۔اس طرح کے انسان کے ساتھ ہونے کامطلب اس کے افکار و عقائد، کرداراخلاق کی پیروی کر نا ہے۔
چونکہ مسلمانوں کااس بات پراجماع ہے کہ چودہ معصومین علیہم السلام کے علاوہ کوئی صاحب عصمت اور صدق مطلق کا مالک نہیں ہے،اس لئے"صادقین" سے مرادپیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام ہوں گے۔

علماء ومفسرین کے بیانات کی تحقیق
اس سلسلہ میں ہم صرف دوبزرگ علماء کے بیانات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

علامہئ بہبہانی کا قول:
پہلا قول شیعہ امامیہ کی ایک عظیم شخصیت وبزرگ عالم دین،گراں قدرمفکرمرحوم علامہ محقق سید علی بہبہانی کاہے۔وہ اپنی عظیم کتاب''مصباح الھدایہ'')کہ جوواقعاًامامت کے بارے میں ایک بے نظیرکتاب ہے)میں آیہء شریفہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
''وقداستفاضت الروایات من طریقناوطریق العامۃأنّ الصادقین ہم أہل بیت النبیّی المطہّرون۔''وقد ذکرفی غایۃ المرام عشرۃخبارمن طریقنا وسبعۃ أخبار من طریق العامۃ۔١
أقول:ویدّل علی اختصاص الصادقین فی الآیۃالکریمہ فی الأئمّۃ المعصومین الطیّبین من آل محمد (ص)وعدم إرادۃ مطلق الصادقین منہ۔کمادلّت علیہ الروایات المستفیضۃ من الطر فین:أنّہ لوکان المراد بالصدق مطلق الصدقالشامل لکلّ مرتبۃ منہ المطلوب من کلّ مؤ من،وبالصادقین المعنی العام الشامل

١۔نمایۃ المرام ،ص٢۴٨
لکلّ من اتّصف بالصدق فی أیّ مرتبۃ کان،،لوجب أن یعبّرمکان''مع'' بکلمۃ''من''ضرورۃأنّہ یجب علی کلّ مؤمن أن یتحرزعن الکذب و یکون مع الصادقین۔فالعدول عن کلمۃ ''من''إلی''مع'' یکشف عن أن المراد ''باالصدق''مرتبۃمخص صۃو''باالصادقین'' طائفۃ معینۃ۔ومن المعلوم أنّ ہذہ المرتبۃ مرتبۃ کاملۃ،بحیث یستحقالمتصفون بہا أن یتبعہم سائر المؤمنین جمیعاً،وہذاالمرتبۃ الکاملۃ التی تکون بہذہ المثا بۃ لیست إلاّ العصمۃ والطہارۃ التی لم یتطرّق معہا کذب فی القول والفعل،إذفی الأمّۃ من طہّرہ اللّٰہ تعالی وأذہب عنہ الرجس!وہم أہل بیت النبیّی بنصّایۃ التطہیرواتّفاق جمیع المسلمین۔
فلوأُرید من الصّادقین غیر المعصومین لزم أن یکون المعصومون مأمورین بمتا بعۃ غیر المعصومین المتطرّق فیہم الکذب و لو جہلاً أو سہواً و ہو قبیح عقلاً ، و تعیّن أن یکون المراد الصادقین المطہّرین الحائزین جمیع مراتب الصدق قولاً و فعلاً،ولا یصدق ذلک إلاّ علی أہل بیت النبیّی (ص) الّذین أذہب اللّٰہ عنہم الرجس و طہرَّہم تطہیراً، و إلیہ یشیر قول مولانا الرضا (علیہ السلام)''ہم الأئمّۃ الصدیقون بطا عتہم''١
و یدلّ علی کونہم أئمّۃ کمانبّہ علیہ مولانا الرضا (علیہ السلام) فی ہذہ الروایۃ أمرہ سبحانہ وتعالی جمیع المؤ منین بعد أمرہم بالأتّقاء عن محارمہ بأن یکونوا مع الصادقین، و لا یصدق الکون
١۔فی المصدر:''والصدیقون بطا عتہم ''فراجع
معہم إلا بأن یکونوا تحت طاعتہم ،متحرّزین عن مخا لفتہم ۔ ولیس للإمامۃ معنی إلاّافتراض طاعۃ الإمام علی المأموم من قبلہ تعالی،بل لا تعبیرأقرب إلی معنی الإمامۃ من أمر المؤمنین بأن یکونوامعہ،إذ حقیقۃ الإئتمام عبارۃ عن متابعۃ المأموم إمامہ وعدم مفارقتہ عنہ۔١
شیعہ اور اہل سنّت سے مستفیض٢روایتیں نقل ہوئی ہیں کہ آیہء شریفہ مینصادقین سے مراد)پیغمبراسلام (ص))کے اہل بیت علیہم السلام ہیں۔مرحوم بحرانی نے اپنی کتاب ''غایۃ المرام'' میں شیعہ طریقہ سے دس احادیث اورسنی طریقہ سے سات احادیث نقل کی ہیں۔
آیہء کریمہ میں''صادقین''سے مراد)جیساکہ فریقین کی احادیثوں میں ایاہے)ائمہء معصومین علیہم السلام ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ''صدق'')سچائی)کہ جو''صادقین''کے عنوان میں ماخوذہے،اس سے مرادمطلق سچائی ہے کہ جوہرمرتبہ کو شامل ہے اور''صادقین''کے زمرے میں ہروہ شخص شامل ہوکہ جو صفت صدق کے کسی بھی مرتبہ سے متصف ہے تو آیہء کریمہ کی تعبیر ''کو نوا من الصا دقین''ہونی چا ہئے تھی اوراسصورت میں اس آیت کے معنی یہ ہو تے کہ ہرمسلمان پر ضروری ہے کہ وہ سچ بو لنے والوں سے ہو اورجھوٹ سے پرہیزکرے۔
یہ جو''مع الصادقین''تعبیرہے،یہ خوداس بات کی دلیل ہے کہ''صدق''سے مراد ایک خاص مرتبہ و مقام ہے اور''صادقین''سے مرادایک مخصوص اور ممتازگروہ)اورصادقین کے ساتھ ہونے کا معنی ان کی پیروی کرنا)ہے۔
صفت صد ق کا کا مل اور نہائی مرتبہ وہی عصمت وطہارت ہے جس کی وجہ سے گفتار وکردار میں سچائی مکمل طورپرمحقق ہوتی ہے۔

١۔''مصباح الہدایۃ''ص٩٣۔٩٢،مطبع سلمان فارسی قم ٢۔سے دس تک کی احادیث پر''حدیث مستفیض''اطلاق ہوتا ہے)اس مطلب کاقطعی ثبوت یہ ہے کہ)اگر''صادقین''سے مرادائمہ معصومین(ع)کے علاوہ کوئی اورہوں تواس فرض کی بنیادپرکہ آیہء تطہیرکی نص مو جود ہے اورتمام مسلمانوں کا اہل بیت کے معصوم ہو نے پر اتفاق ہے ،اس کالازمہ یہ ہوتا کہ تمام انسان حتی کہ ائمہ معصو مین بھی غیرمعصوم کی اطاعت وپیروی کریں اوریہ عقلاًقبیح ہے۔لہٰذایہ مرتبہ)عصمت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

وطہارت)پیغمبر (ص)کے خاندان کے علاوہ کہیں اورنہیں پایا جاسکتاہے۔
دوسراثبوت یہ ہے کہ خدا وند متعال نے آیت کی ابتداء میں تمام مؤمنین کو تقویٰ اورگناہوں سے اجتنا ب کر نے کاحکم دیاہے اوراس کے بعد انہیں"صادقین" کے ساتھ ہونے کا فرمان جاری کیا ہے،اوران کے ساتھ ہونے کا مطلب ان کی اطاعت کرنے اوران کی نافرمانی نہ کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور امامت کے معنی بھی اس کے علاوہ کچھ نہیں ہےں کہ مأموم پر امام کی اطاعت واجب ہے۔
اگرہم امامت واطاعت کی صحیح تعبیر کرناچاہیں توبہترین تعبیریہ ہے کہ امام کے ساتھ ہونا اوراس کی پیروی و اطا عت سے جدانہ ہو ناہے۔

فخررازی کا قول
دوسراقول اہل سنت کے مشہورومعرو ف علا مہ فخررازی کاہے۔وہ آیہء شریفہ کی تفسیر میں کہتے ہیں:
"و فی الآیة مسائل: المسألة الأولی: أنّہ تعالی أمرالمؤمنین بالکون مع الصادقین! و متی وجب الکون مع الصادقین فلا بدّمن وجود الصادقین فی کلّ وقت، و ذلک یمنع من إطباق الکلّ علی الباطل، و متی إمتنع إطباق الکلّ علی الباطل وجب إذا أطبقوا علی شیء أن یکونوا محقّین۔ فہذا یدل علی أنّ إجماع الأمّة حجّة۔
فإن قیل: لمَ لا یجوز أن یقال: المراد بقولہ: < کونوا مع الصادقین > أی کونوا علی طریقة الصادقین، کما أنّ الرجل إذا قال لولدہ: "کن مع الصالحین" لا یفید إلاّ ذلک؟
سلّمنا ذلک، لکن نقول: إنّ ہذا الأمر کان موجوداً فی زمان الرسول فقط، فکان ہذا أمراً بالکون مع الرسول، فلا یدّل علی وجود صادق فی سائر الأز منة۔
سلّمنا ذلک لکن لم لا یجوز أن یکون الصادق ہو المعصوم الذی یمتنع خلوّ زمان التکلیف عنہ کما تقو لہ الشیعة؟
و الجواب عن الاول: أنّ قولہ: < کونوا مع الصادقین> أمر بموافقة الصادقین، و نہی عن مفارقتہم، و ذلک مشروط بوجود الصادقین وما لا یتمّ الواجب إلاّ بہ فہو واجب۔ فدّلت ہذہ الآیة علی وجود الصادقین ۔ و قولہ: " إنّہ عدول عن الظاہر من غیر دلیل۔ قولہ: " ہذا الأمر مختصّ بزمان الرسول (ص) أنّ التکالیف المذکورة فی القرآن متوجہة إلی المکلّفین إلی قیام القیامة، فکان الأمر فی ہذا التکلیف کذلک۔
الثانی : أنّ الصیغة تتناولال أوقات کلّہا بدلیل صحة الاستثناء۔ الثالث: لمّا لم یکن الوقت المعین مذکوراً فی لفظ الآیة لم یکن حمل الآیة علی البعض أولی من حملہ علی الباقی۔ فإماّ أن لا یحمل علی شیء من الأوقات فیفضی إلی التعطیل و ہو باطل ! أو علی الکلّ فہو المطلوب۔و الرابع: و ہو أنّ قولہ: < یا أیّہا الّذین آمنوا اتّقوا اللّٰہ > أمر لہم بالتقوی و ہذا الأمر إنّما یتناول من یصحّ منہ أن لا یکون متّقیاً، و إنّما یکون کذلک لو کان جائز الخطأ۔ فکانت الآیة دالّة علی أنّ من کان جائز الخطأ وجب کونہ مقتدیاً بمن کان واجب المعصمة، و ہم الّذین حکم اللّٰہ تعالی بکونہم صادقین۔ فہذ ایدّل علی أنّہ واجب علی جائز الخطأ کونہ مع المعصوم عن الخطأ حتی یکون المعصوم عن الخطأ مانعا لجائز الخطأ عن الخطأ! و ہذا المعنی قائم فی جمیع الأزمان، فوجب حصولہ فی کل الازمان۔
قولہ:"لم لا یجوزأن یکون المراد ہو کون المؤمن مع المعصوم الموجود فی کلّ زمان"
قلنا:نحن نعترف بأنّہ لابدّ من معصوم فی کلّ زمان،إلا أناّ نقول: ذلک المعصوم ہو مجموع الأمّة و أنتم تقولون ذلک المعصوم واحد منہم۔ فنقول: ہذا الثانی باطل، لأنّہ تعالی أوجب علی کلّ واحدمن المؤمنین أن یکون مع الصادقین،وإنّما یمکنہ ذلک لو کان عالماً بان ذلک الصادق من ہو ،لاالجاہلبأنّہ من ہو۔
فلو کان مأموراً بالکون معہ کان ذلک تکلیف مالا یطاق، وأنّہ لا یجوز، لکنّا لا نعلم إنساناً معیّناً موصوفاً بوصف العصمة، و العلم
بأنّا لانعلم ہذا الانسان حاصل بالضرورة، فثبت أنّ قولہ: لیس أمراً بالکون مع شخص معیّن۔
و لمّا بطل ہذا بقی أنّ المراد منہ الکون مع مجموع الأمّة، وذلک یدل علی أنّ قول مجموع الأمّة حقّ و صواب ، و لا معنی لقولنا،"الإجماع حجة"إلاّ ذلک"[1]
ترجمہ:
"خداوند متعال نے مو منین کو صادقین کے ساتھ ہو نے کا حکم دیا ہے۔اس مطلب کا لازمہ یہ ہے کہ ہرزمانہ میں صادقین کاوجودہو اور یہ اس بات کے لئے ما نع ہے کہ پوری امت کسی باطل امر پر ا تفاق کر ے ۔اس لئے اگر پوری امت کسی چیز پر اتفاق کرتی ہے تو ان کا یہ اتفاق صحیح و بر حق ہو گا اوریہ،اجماع امت کے حجت ہونے کی دلیل ہے۔
اگر کہا جائے:صادقین کے ساتھ ہو نے کا مقصد یہ کیوں نہیں ہے کہ صادقین کے طریقہ کار کی پیروی کرے ،چنانچہ اگر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ایک باپ اپنے بیٹے سے کہے:"صالحین کے ساتھ ہو جاؤ"یعنی صالحین کی روش پر چلو)اور یہ امر اس بات پر دلالت نہیں کرتا ہے کہ ہرزمانہ میں صادقین کا وجود ہو)
جواب یہ ہے کہ:یہ خلاف ظاہر ہے،کیونکہیہ ہے کہ پہلے ان صادقین کا و جود ہو جن کے ساتھ ہو نے کا حکم دیا گیا ہے۔
مزید اگریہ کہا جائے کہ:یہ جملہ صرف رسول خدا (ص) کے زمانہ میں موضوعیت رکھتا تھا،کیونکہ اس زمانہ مینصرف آنحضرت (ص)کی ذات صادق کے عنوان سے مو جود تھی اور یہ اس بات پردلالت نہیں کرتاہے کہ ہرزمانہ میں صادقین موجود ہوں۔
۱۔التفسیر الکبیر ،فخررازی ،ص۲۲۱۔۲۲۰،دار احیاء التراث العربی ،بیروت
اس کا جواب یہ ہے کہ:یہ خطاب قرآن مجید کے دوسرے خطابوں کے مانندقیامت تک
کے لئے تمام مکلفین سے متعلق و مر بوط ہے اوراس میں ہر زمانہ کے مکلفین سے مخطاب ہے اور یہ خطاب رسول اللہ (ص)کے زمانہ سے مخصوص نہیں ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ استثناء صحیح ہے)اوراستثناء کے صحیح ہو نے کی دلیل ہمیشہ مستثنی منہ میں عمومیت کا پا یا جا تا ہے) ۔
اس کے علاوہ خدا وند متعال نے پہلے مرحلہ میں مؤ منین کو تقویٰ کا حکم دیا ہے،اور یہ انھیں تمام افراد کے لئے تقویٰ کا حکم ہے کہ جن کے لئے امکان ہے کہ متقی نہ ہوں اوراس خطاب کے مخاطبین وہ لوگ ہیں جو جائزالخطاء ہیں۔لہٰذاآیہء شریفہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جائز الخطاء افراد کو ہمیشہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہونا چاہئے کہ جو خطا سے معصوم ہوں تاکہ وہ معصوم لوگ انھیں خطا سے بچا سکیں۔اور اس طرح کاامکان ہرزمانہ میں ہے۔اس لئے آیہء شریفہ تمام زمانوں سے متعلق ہے اورصرف پیغمبر (ص)کے زمانہ سے مخصوص نہیں ہے۔
یہاں تک فخررازی کے بیان سے یہ بات واضح ہو جا تی ہے کہ صادقین سے مراد خطا سے معصوم افراد ہیں اور یہ افراد ہر زمانہ میں موجود ہیں اوریہ مطلب صحیح اور نا قابل اشکال ہے۔ لیکن فخررازی کاکہنا ہے:
"معصوم"صادقین" امت کے مجموعی افراد ہیں اور یہ امت کے خاص اورمشخص افراد نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ اس صورت میں ہر ایک پر لازم ہے کہ ان معین مشخص افراد کو پہچانے ان کی معرفت حاصل کرے تا کہ ان کے ساتھ ہو جائے جبکہ یہ معرفت اورآگا ہی ممکن نہیں ہے اورہم ایسے خاص افراد کو نہیں پہچانتے ہیں کہ جو خطا و غلطی سے پاک اورمعصوم ہوں۔ لہٰذااس بات کے پیش نظر معصوم صادقین سے مراد مجموعہ امت ہے کہ جس کا نتیجہ اجماع کی حجیّت ہے۔"

فخررازی کے قول کا جواب
فخررازی کے بیان میں دونمایاں نکتے ہیں:
پہلانکتہ:یہ ہے کہ معصوم صادقین سے مراد مشخص و معیّن افراد نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ ہمیں ان کے بارے میں علم وآگاہی نہیں ہے۔
اس قول کا صحیح نہ ہو نا واضح و روشن ہے،کیونکہ شیعہ اما موں کی عصمت کی دلیلوں کی طرف رجوع کرنا ہرایک کے لئے ممکن ہے،جن احادیث میں ان معصوم اما موں کاصراحتاًنام لیا گیا ہے،وہ تواتر کی مقدار سے زیادہ ہیں نیزیہ حدیثیں بعض سنی منابع اور بے شما ر شیعہ منابع میں ذکر ہوئی ہیں۔
دوسرا نکتہ:یہ کہ" معصوم صادقین سے مراد تمام امت ہے"اس پر بہت سا رے اعتراضات ہیں ذیل کے عبا رت میں ملا حظہ ہو:
۱۔چودہ معصومین(ع)کی عصمت کے علاوہ کسی اور کی عصمت کا قول تمام مسلمانوں کے قطعی اجماع کے خلاف ہے
۲۔آیہ شریفہ میں صادقین کے عنوان)جو ایک عام عنوان ہے)سے جو چیز ظاہر ہے وہ اس کااستغراقی اورشمولی ہو نا ہے نہ کہ مجموعی ہونا اور فخررازی کے کلام سے جو بات ظاہر اور واضح ہے کہ عصمت مجموعہ امت کی صورت میں ہے نہ جمیع امت کی صورت میں اور"مجموعہ"ایک اعتباری عنوان ہے جووحدت افراد کو ایک دوسرے سے منسلک کر دیتا ہے۔عنوان عام میں اصل"استغراقی ہو نا"ہے،کیونکہ عام مجموعی مجازہے اور اسے قرینہ کی ضرورت ہے جبکہ اصالۃالحقیقۃ کا تقاضا یہ ہے کہ عام،جس کا حقیقی عنوان استغراقی ہو نا ہے اس پر حمل ہو۔
۳۔عصمت ایک حقیقی عنوان ہے اوراسے ایک حقیقی موضوع کی ضرورت ہے،اور عام مجموعی ایک اعتباری موضوع ہے اورحقیقی موجود کا اعتباری موضوع پر قائم ہو نا محال ہے۔
۴۔فخررازی کا قول"یاایھاالذین آمنوا"اور صا دقینکے درمیان ایک دوسرے مقابل ہو نے کا جو قرینہ پا یا جا تا ہے اس کے خلاف ہے اور ان دو عناوین کے درمیان مقا بلہ کا تقاضا ہے کہ وہ مومنین کہ جن کو خطاب کیا جا رہا ہے وہ دوسرے ہوں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور وہ صادقین جوان کے مقا بل میں قرار دیئے گئے ہیں اور جن کے ساتھ ہو نے کا حکم دیا گیا ہے وہ دوسرے ہوں۔
۵۔صادقین سے مراد مجموعہ امت)عام مجموعی) ہونا خود فخررازی کے بیان سے متناقص ہے،کیونکہ اس نے اس مطلب کی توجیہ میں کہ صادقین کا اطلاق فقط پیغمبر (ص)کی ذات میں منحصر نہیں ہے ،کہاہے:
''آیہء شریفہ اس پہلو کو بیان کر نے والی ہے کہ ہرزمانے میں ایسے مؤ منین کا وجود رہا ہے کہ جو جائزالخطا ہوں اور ایسے صادقین بھی پائے جاتے رہے ہیں کہ جوخطا سے محفوظ اورمعصوم ہوں اور ان مؤمنین کو چاہئیے کہ ہمیشہ ان صادقین کے ساتھ ہوں۔''
لہذا فخر رازی نے ان مؤمنین کو کہ جن کوخطاب کیا گیا ہے جائز الخطا اور صادقین کو خطا سے معصوم فرض کیا ہے۔

اس آیت کے بارے میں شیعہ اورسنّی احادیث
حاکم حسکانی۱نے تفسیر''شواہد التنزیل۲''میں چند ایسی حدیثینذکرکی ہیں،جن سے ثابت ہو تا ہے کہ آیہ شریفہ میں ''صادقین'' سے مراد (ص)اورحضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام یاپیغمبراکرم (ص)کے اھل بیت(ع)ہیں۔یہاں پرہم ان احادیث میں سے صرف
۱۔اہل سنت کے بڑے مشہور معروف عالم دین، ذہبی نے حسکانی کے بارے میں کہاہے:''شیخ متقن ذوعنایة تامة بعلم الحدیث،وکان معمّراً عالی الاسناد۔تذکرة الحفاظ،ج۳،ص۱۲۰۰،دارالکتب العلمیة بیروت۔یعنی:متقن اورمحکم اسناد میں علم حدیث کے بارے میں خاص اہمیت و توجہ کے کامل رکھتے ہیں۔انہوں نے ایک طولانی عمر گذاری ہے اور)حدیث میں)عالی اسنادکے مالک تھے ۔ ۲۔شواہد التنزیل،ج۱،ص۳۴۱
ایک کی جا نب اشارہ کرتے ہیں:
''حدثنایعقوب بن سفیان البسوی قال:حدثناابن قعنب،عن مالک بن أنس،عن نافع،عن عبداللّٰہ بن عمرفی قولہ تعالی: قال:أمراللّٰہ اصحاب محمد (ص)بأجمعہم أن یخافوا للّٰہ،ثمّ قال لہم :یعنی محمداً واہل بیتہ۔''۱
''یعقوب بن سفیان بسوی نے ابن قنعب سے،اس نے مالک بن انس سے،اس نے نافع سے اس نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ خداوندمتعال کے اس قول:''اتقواللّٰہ''کے بارے میں کہا:خداوندمتعال نے پیغمبراکرم (ص)کے تمام اصحاب کوحکم دیاکہ خداسے ڈریں۔اس کے بعدان سے کہا':'صادقین''یعنی پیغمبر (ص)اور ان کے اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ ہوجائیں۔''
اسی حدیث کوشیعوں کے عظیم محدث اوربزرگ عالم دین ابن شہر آشوب۲نے تفسیر یعقوب بن سفیان سے،مالک بن انس سے،نافع بن عمرسے روایت کی ہے۔
شیعوں کے ایک بہت بڑے محدث کلینی نے اس سلسلہ میں اصول کافی مینیوں روایت کی ہے:
''عن ابن اُذینہ،عن برید بن معاویةالعجلی قال: أباجعفر۔علیہ السلام۔عن قول اللّٰہ عزّوجلّ:قال: إیاّ نا عنی''۔۳
۱۔شواہد التنزیل،ج۱،ص۳۴۵،ح۳۵۷
۲۔ذہبی نے تاریخ اسلام میں۵۸۱ئھ سے ۵۹۰ئھ کے حوادث کے بارے میں بعض بزرگ علماء)ابن ابی طی)کی زبانی اس کی تمجیدکی ہے اور اسے اپنے زمانہ کے امام اورمختلف علوم میں بے مثال شمار کیا ہے اورعلم حدیث میں اسے خطیب بغدادی کے ہم پلہ اورعلم رجال مینیحیی بن معین کے مانند قراردیاہے اور اس کی سچائی وسیع معلو مات نیز،کثرت خشوع وعبادت اورتہجدکا پابند ہو نے سے متصف کیاہے۔مناقب،ابن شہرآشوب،ج۳،ص۱۱۱،ذوی القربیٰ ۳۔اصول کافی ،ج۱،ص۲۰۸،مکتبةالصدق
''ابن اذینہ نے برید بن معاویہ عجلی سے روایت کی ہے انھوں نے کہا:میں نےخداوندمتعال کے قولکے بارے میں امام باقر(علیہ السلام)سے سوال کیا،حضرت(ع)نے فرمایا:خداوندمتعال نے اس سے صرف ہمارے)اہل بیت پیغمبرعلیہم السلام کے)بارے میں قصدکیاہے۔''
اہل سنّت کے ایک بہت بڑے محدث جوینی نے ایک روایت مینیوں نقل کیا ہے:
''ثمّ قال علیّ(علیہ السلام):أنشدکم اللّٰہ أتعلمون أنّ اللّٰہ أنزل فقال سلمان:
یارسول اللّٰہ،عامّة ہذاأم خاصّة؟قال:أماّ المؤمنون فعامّة المؤمنین أمروابذلک،وأمّاالصادقون فخاصّة لأخی علیّ وأوصیائی من بعد إلی یوم القیامة قالوا:اللّٰہمّ نعم۔''۱
''اس کے بعد علی(علیہ السلام) نے فرمایا:تمھیں خداکا واسطہ دے کر کہتا ہوں۔کیاتم جانتے ہو،جب یہ آیہءنازل ہوئی،توسلمان نے آنحضرت سے کہا :یارسول اللہ! (ص)کیا یہ آیت اس قدرعمومیت رکھتی ہے تمام مؤمنین اس میں شامل ہو جا ئینیا اس سے کچھ خاص افراد مراد ہیں؟پیغمبر (ص)نے فرمایا:جنہینیہ حکم دیا گیا ہے اس سے مرادعام مؤمنین ہیں،لیکن صادقین سے مرادمیرے بھائی علی(علیہ السلام)اوراس کے بعدقیامت تک آنے والے میرے دوسرے اوصیاء ہیں؟انہوں نے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جواب میں کہا:خداشاہدہے،جی ہاں۔‘‘
البتہ اہل سنت کی حدیث وتفسیرکی بعض کتا بوں میں چند دوسری ایسی روایتیں بھی نقل
۱۔فرائدالسبطین ،ج۱،ص،۳۱۷،مؤسسہ المحمودی للطبا عۃ والنشر ،بیروت،کماالدین ،ص۲۶۴۔بحار الا نور
،ج۳۳ص۱۴۹۔مصباح الہدایۃ،ص۹۱طبع سلمان الفارسی۔قابل ذکر ہے کہ مؤخر الذکر مد رک میں بجائے ’’أنشدکم اللّٰہ‘‘’اسالکم باللّٰہ‘‘آیا ہے۔
ہوئی ہیں،جن میں’’صادقین‘‘سے مرادکے بارے میں ابوبکروعمریا پیغمبر (ص) کے دوسرے اصحاب کو لیا گیا ہے۔البتہ یہ روایتیں سندکے لحاظ سے قابل اعتماد نہیں ہیں۔ہم ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں:
۱۔ابن عساکرنے ضحاک سے روایت کی ہے کہ:قال:مع ابی بکروعمراصحابہما۱‘‘
آیہء شریفہ میں’’صادقین‘‘سے ابوبکر،عمراوران کے اصحاب کا قصد کیا گیا ہے ۲۔طبری نے سعیدبن جبیرسے ایک اورروایت نقل کی ہے کہ’’صادقین‘‘سے مراد ابوبکروعمرہیں۔۲

ان احادیث کاجواب:
پہلی حدیث کی سندمیں جویبربن سعیدازدی ہے کہ ابن حجرنے تہذیب التہذیب۳ میں علم رجال کے بہت سارے علما،جیسے ابن معین،ابن داؤد،ابن عدی اورنسائی کے قول سے اسے ضعیف بتا یاہے،اورطبری۴نے اسی روایت کوضحاک سے نقل کیاہے کہ اس کی سندمیں بھی جویبرہے۔
دوسری روایت کی سندمیں اسحاق بن بشرکاہلی ہے کہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں۵ابن ابی شیبہ،موسی بن ہارون،ابوذرعہ اوردارقطنی کی روایت سے اسے جھوٹا اور حدیث روایت سے اسے جھوٹااورحدیث جعل کرنے والابتایاہے۔
دوسرے یہ کہ:اس کے بعدکہ ہم نے خود آیہء شریفہ اوراس کے شواہد سے جان لیاکہ آیت میں’’صادقین‘‘ سے مرادوہ معصوم ہیں جن کے ساتھ ہونے کا ہمیں حکم دیا گیاہے،اور یہ بات ہم جانتے ہیں کہ جو بھی مسلمانوں کے اتفاق نظر سے معصوم نہ ہووہ اس آیت)صادقین کے دائرے) سے خارج ہے۔
۱۔تاریخ مدینۃدمشق،ج۳۰،ص۳۱۰دارالفکر
۲۔جامع البیان،ج ۱۱،ص۴۶
۳۔تہذیب التہذیب، ج۲ص۱۰۶دارالفکر۔
۴۔جامع البیان،ج۱۱،ص۴۶
۵۔میزان الاعتدال،ج۱،ص۱۸۶،دارالفکر

امامت اورائمہ معصومین کی عصمت

چھٹاباب :
امامت آیہء تطہیرکی روشنی میں

إنّمایریداللّٰہ لیذہب عنکم الرجس أہل البیت ویطہّرکم تطہیرا> (سورہرئہ احزاب/۳۳)
’’بس اللہ کاارادہ یہ ہے اے اہل بیت!تم سے ہرقسم کی برائی کودوررکھے اوراس طرح پاک وپاکیزہ رکھے جوپاک وپاکیزہ رکھنے کاحق ہے۔‘‘
ایک اورآیت جوشیعوں کے ائمہء معصومین(ع)کی عصمت پر دلالت کرتی ہے وہ آیہئ تطہیرہے۔یہ آیہء کریمہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپکے اہل بیت علیہم السلام،یعنی حضرت فاطمہ زہراسلام اللہ علیہااورشیعہ امامیہ کے بارہ معصوم اماموں کی عصمت پردلالت کرتی ہے۔
آیہء کریمہ کی دلالت کو بیان کرنے کے لئے اس کے چند پہلوقابل بحث ہیں:
۱۔آیہء کریمہ میں لفظ’’إنّما‘‘فقط اورانحصارپردلالت کرتاہے۔
۲۔آیہء کریمہ میں ارادہ سے مرادارادہ،تکو ینی ہے نہ ارادہ تشریعی۔
۳۔آیہء کریمہ میں’’اہل بیت‘‘سے مرادصرف حضرت علی،فاطمہ،وحسن وحسین)علیہم السلام)اوران کے علاوہ شیعوں کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دوسرے ائمہ معصو مین علیہم السلام ہیں اورپیغمبراسلام (ص) کی بیویاں اس سے خارج ہیں۔
۴۔آیہء کریمہ کے بارے میں چندسوالات اوران کے جوابات

''إنّما''حصرکا فائدئہ دیتا ہے
جیساکہ ہم نے آیہء ولایت کی تفسیرمیں اشارہ کیاکہ علمائے لغت وادبیات نے صراحتاًبیان کیاہے لفظ''إنّما''حصرپردلالت کرتاہے۔لہٰذااس سلسلہ میں جوکچھ ہم نے وہاں بیان کیااس کی طرف رجوع کیاجائے۔اس سلسلہ میں فخررازی کے اعتراض کاجواب بھی آیہئ ولایت کے اعتراضات کے جوابات میں دے دیاگیاہے۔

آیہء تطہیرمیں ارادے سے مرادارادہ تکوینی ہے نہ تشریعی
آیہء شریفہ کے بارے میں بحث کادوسراپہلویہ ہے کہ:آیہء شریفہ میں جوارادہ ذکر کیاگیاہے،اس سے مرادارادہ تکوینی ہے نہ ارادہ تشریعی۔خداوندمتعال کے ارادے دوقسم کے ہیں:
۱۔ارادہ تکوینی:اس ارادہ میں ارادہ کامتعلق اس کے ساتھ ہی واقع ہوتاہے،جیسے، خداوندمتعال نے ارادہ کیاکہ حضرت ابراھیم علیہ السلام پرآگ ٹھنڈی اورسالم)بے ضرر)ہو جائے توایساہی ہوا۔
۲۔ارادہ تشریعی:یہ ارادہ انسانوں کی تکالیف سے متعلق ہے۔واضح ر ہے کہ اس قسم کے ارادہ میں ارادہ اپنے مراداورمقصودکے لئے لازم وملزوم نہیں ہے۔خداوندمتعال نے چاہاہے کہ تمام انسان نماز پڑھیں، لیکن بہت سے لوگ نماز نہیں پڑھتے ہیں۔تشریعی ارادہ میں مقصود اور مراد کی خلات ورزی ممکن ہے، اس کے برعکس تکوینی ارادہ میں ارادے کی اپنے مراد اور مقصود سے خلاف ورزی ممکن نہیں ہے۔
اس آیہ شریفہ میں ارادے سے مراد ارادہ تکوینی ہے نہ تشریعی اور اس کے معنی یہ ہے کہ:خداوند متعال نے ارادہ کیاہے کہ اہل بیت)علیہم اسلام)کو ہرقسم کی ناپاکی من جملہ گناہ و معصیت سے محفوظ رکھے اورانھیں پاک و پاکیزہ قراردے۔ خداوندمتعال کے اس ارادہ کے ساتھ ہی اہل بیت اطہارسے ناپاکیاں دور نیزمعنوی طہارت اور پاکیزہ گی محقق ہوگئی ،خداوندمتعال نے یہ ارادہ نہیں کیاہے کہ وہ خود اپنے آپ کو گناہ کی پلیدی اور ناپاکی سے محفوظ رکھیں اورخداوندمتعال کے حکم اور فرائض پر عمل کرکے اپنے آپ کوپاک وپاکیزہ بنائیں۔

آیہ تطہیر میں ارادہ کے تکوینی ہونے کے دلائل:
۱۔ارادہ تشریعی فریضہ شرعی کے مانند،دوسروں کے امورسے متعلق ہوتا ہے، جبکہ آیہ شریفہ میں ارادہ کا تعلق ناپاکی اور پلیدی کودورکرنے سے ہے جو ایک الہی فعل ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس آیہ شریفہ میں ارا دے سے مرادارادہ،تشریعی نہیں ہے۔
۲۔ انسانوں کوپلیدی اور ناپاکیوں سے دور رہنے اورپاک وپاکیزہ ہونے کے بارے میں خداوند متعال کا تشریعی ارادہ پیغمبر اکر (ص)کے اہل بیت (ع)سے مخصوص نہیں ہے بلکہ خدا وند متعال کا یہ ارادہ ہے کہ تمام انسان ناپاکیوں سے محفوظ رہیں اورطہارت وپاکیزگی کے مالک بن جائیں۔جبکہ آیہ تطہیرسے استفادہ ہوتاہے کہ یہ ارادہ صرف پیغمبراکرم (ص)کے اہل بیت علیہم السلام سے مخصوص ہے اور یہ اس کلمہ حصر کی وجہ سے ہے کہ جو آیہ شریفہ کی شروع میں آیا ہے۔ اس سے بالکل واضح ہو جا تا ہے کہ ارادہ کامتعلق)جوناپا کیوں سے دوری اورخداکی جا نب سے خاص طہا رت ہے)خارج میں متحقق ہے۔
۳۔آیہ شریفہ شیعوں اورسنیوں کے تفسیرواحادیث کی کتا بوں میں مذکوربے شمار احادیث اورروایتوں کے مطابق اہل بیت پیغمبر (ص)کی فضیلت وستائش کی ضامن ہے۔ اگرآیہ شریفہ میں ارادہ الہی سے مراد،ارادہ تشریعی ہوتاتویہ آیت فضیلت وستائش کی حامل نہیں ہوتی۔اس بناپر،جوکچھ ہمیں اس آیہ شریفہ سے معلوم ہوتاہے،وہ اہل بیت پیغمبر (ص)سے مخصوص طہارت و پاکیزگی اوران کاپلیدی اورناپاکیوں سے دور ہو نا ارادہ الٰہی کے تحقق سے مر بوط ہے۔اوریہ ان منتخب انسانوں کے بارے میں خداکی جانب سے عصمت ہے۔ اس ارادہ الٰہی کے تکوینی ہونے کا ایک اورثبوت وہ احادیث ہیں جو خاص طور سے خدا وند متعال کی طرف سے اہل بیت علیہم السلام کی طہارت پر دلالت کرتی ہیں۔ہم یہاں پر ان احادیث میں سے دوحدیثوں کونمونہ کے طورپرذکرکرتے ہیں:
'' واخرج الحکیم الترمذی والطبرانی وابن مردویہ وابونعیم والبیہقی معاً فی الدلائل عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال رسول اللہ - (ص)- انّ اللّٰہ قسّم الخلاق قسمیں فجعلنی فی خیرہما قسماً، فذلک قولہ۱۲فأنامن أصحاب الیمین وأناخیرأصحاب الیمین ثمّ جعل القسمین أثلاثاً،فجعلنی فی خیرہا ثلثاً،فذلک قولہ :۳فأنامن السابقین وأناخیرالسابقین، ثمّ جعل الأثلاث قبائل،فجعلنی فی خیرہا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

قبیلة،وذلک قولہ:۴ وأناأتقی ولدآدم وأکرمہم عنداللّٰہ تعالی ولافخر،ثمّ جعل القبائل بیوتاًوجعلنی فی خیرہا بیتاً،فذلک قولہ:۵فأناوأہل بیتی مطہّرون من الذنوب۔‘‘۶

۱۔سورئہ واقعہ/۲۷ ۲۔سورئہ واقعہ/۴۱ ۳۔سورئہ واقعہ/۸۔۱۰ ۴۔سورئہ حجرات/۱۳ ۵۔سورئہ/احزاب/۳۳
۶۔الدرالمنثور، ج ۵، ص ۳۷۸، دارالکتاب، العلمیہ، بیروت، فتح، القدیر، شوکافی، ج ۴، ص ۳۵۰ دارالکتاب العلمیہ، بیروت۔المعروفہ و التاریخ، ج ۱، ص ۲۹۸
’’حکیم ترمذی،طبرانی،ابن مردویہ،ابو نعیم اور بیہقی نے کتاب’’الدلائل‘میں ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ پیغمبراکرم (ص)نے فرمایا:خداوندمتعال نے اپنی مخلوقات کودو حصوں میں تقسیم کیا ہے اور مجھ کوان میں سے برترقراردیاہے اورخداوندمتعال کاقول یہ ہے:اور میں اصحاب یمین میں سے سب سے افضل ہوں۔اس کے بعدمذکورہ دوقسموں)اصحاب یمین اوراصحاب شمال)کوپھرسے تین حصوں میں تقسیم کیااورمجھ کوان میں افضل ترین لو گوں میں قرار دیا اور یہ ہے خدا وند کریم کا قول:اورمیں سابقین اور افضل ترین لو گوں میں سے ہوں۔اس کے بعدان تینوں گروہوں کوکئی قبیلوں میں تقسیم کردیا،چنانچہ فر ما یا:

’’اورپھرتم کو خاندان اور قبائل میں بانٹ دیاتاکہ آپس میں ایک دوسرے کوپہچان سکوبیشک تم میں سے خداکے نزدیک زیادہ محترم وہی ہے جوزیادہ پرہیزگارہے‘‘ اورمیں فرزندان آدم میں پرہیزگار ترین اور خدا کے نزدیک محترم ترین بندہ ہوں اورفخرنہیں کرتاہوں۔
’’اس کے بعدقبیلوں کوگھرانوں میں تقسیم کر دیااورمیرے گھرانے کوبہترین گھرانہ قرار دیااورفرمایا’’بس اللّٰہ کاارادہ یہ ہے اے اہل بیت!تم سے ہر طرح کی آلودگی وبرائی کودوررکھے اور اس طرح پاک وپاکیزہ رکھے جوپاک و پاکیزہ رکھنے کاحق ہے۔‘‘پس مجھے اورمیرے اہل بیت کو)برائیوں) گناہوں سے پاک قراردیاگیاہے۔‘‘
۲۔ ’’. . . حدثني الحسن بن زيد، عن عمربن علي، عن أبيہ عليّ بن الحسين قال خطب الحسن بن علي الناس حين قتل عليّ فحمداللّٰہ و أثنى عليہ ثمّ قال:لقد قبض في ہذہ الليلة رجل لايسبقہ الأوّلون بعمل و لايدركہ الآخرون، و قدكان رسول اللّٰہ (ص) يعطيہ رايتہ فيقاتل وجبرئيل عن يمينہ وميكائيل عن يسارہ حتى يفتح اللّٰہ عليہ، وما ترک على أہل الأرض صفراء ولابيضاء إلّا سبع مائة درہم فضلت عن عطاياہ أراد أن يبتاع بہاخادماً لأہلہ.
ثمّ قال: أيّہا الناس! من عرفني فقد عرفني ومن ُلم يعرفنيفأنا الحسن بن علي وأنا ابن النبيّ وأنا ابن الوصيّ وأناابن البشير، وأنا ابن النذير، وأناابن الداعي إلى اللّٰہ باذنہ، وأنا ابن السراج المنير، و أنا من أہل البيت الّذى كان جبرئيل ينزل إليناويصعدمن عندنا، و أنامن أہل البيت الّذى كان جبرئيل ينزل إلينا و يصعدمن عندنا، وأنا من أہل البيت الّذى أذہب اللّٰہ عنہم الرجس وطہّرہم تطہيراً و أنا من أہل البيت الّذى افترض اللّٰہ مودّتہم على كلّ مسلم، فقال تبارک و تعالى لنبية:۱فاقتراف الحسنة مودّتناأہل البيت. ۲‘‘
۱۔ سورہ شوریٰ/۲۳
۲۔مستدرک الصحیحین، ج۳،ص۱۷۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت
’’. . . عمربن علی نے اپنے باپ علی بن حسین (علیہ السلام)سے روایت کی ہے انہوں نے کہا: حسن بن علی (علیہ السلام)نے)اپنے والدگرامی)حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعدلوگوں کے در میان ایک خطبہ دیا جس میں۔حمدوثنائے الٰہی کے بعدفرمایا:
آج کی شب ایک ایساشخص اس دنیا سے رحلت کرگیاکہ گزشتہ انسانوں میں سے کسی نے ان پرسبقت حاصل نہیں کی اورنہ ہی مستقبل میں کوئی ا س کے مراتب و مدا رج تک پہو نچنے والا ہے۔
پیغمبراسلام (ص)اسلامی جنگوں میں ان کے ہاتھ پرچم اسلام تھما کر انہیں جنگ کے لئے روانہ کر تے تھے، جبکہ اس طرح سے کہ جبرئیل)امورتشریعی میں فیض الٰہی کے وسیلہ)ان کی دائیں جانب اورمیکائیل)امورارزاق میں فیض الٰہی کے ذریعہ)ان کی بائیں جانب ہوا کرتے تھے۔او روہ جنگ سے فتح کامرانی کے حاصل ہو نے تک واپس نہیں لوٹتے تھے۔
انھوں نے اپنے بعد زر وجواہرات میں سے صرف سات سودرہم بہ طور ’’تر کہ‘‘ چھوڑے جو صدقہ و خیرات کے بعد باقی بچ گئے تھے اور وہ اس سے اپنے اہل بیت کے لئے ایک خادم خریدناچاہئے تھے۔
اس کے بعدفرمایا:اے لوگو!جو مجھے پہچانتا ہے، وہ پہنچاتا ہے اورجونہیں پہچانتاوہ پہچان لے کہ میں حسن بن علی (ع) ہوں، میں پیغمبر کافرزندہوں، ان کے جانشین کا فرزند، بشیر)بشارت دینے والے)ونذیر)ڈرانے والے)کافرزندہوں،جوخداکے حکم سے لوگوں کوخداکی طرف دعوت دیتاتھا،میں شمع فروزان الٰہی کا بیٹاہوں، اس خاندان کی فرد ہوں کہ جہاں ملائکہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نزول اور جبرئیل رفت وآمد کر تے تھے۔میں اس خاندان سے تعلق رکھتا ہوں کہ خدائے متعال نے ان سے برائی کودورکیاہے اورانھیں خاص طور سے پاک وپاکیزہ بنایاہے۔میں ان اہل بیت میں سے ہوں کہ خداوندمتعال نے ان کی دوستی کوہرمسلمان پرواجب قراردیاہے اورخدا وندمتعال نے اپنے پیغمبرسے فرمایا:'' اے پیغمبر!کہدیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کے بد لے کسی اجرت کا مطا لبہ نہیں کر تا ہوں سواء اس کے کہ میرے قرابتداروں سے محبت کرواورجوشخص بھی کوئی نیکی دے گا ہم اس کی نیکیوں کی جزامیں اضافہ کردیں گے ''لہذانیک عمل کاکام انجام دینا ہی ہم اہل بیت(ع)کی دوستی ہے۔''

ان دواحادیث سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں خداکی مخصوص طہارت کے خارج میں متحقق ہو نے سے مرادان کی عصمت کے علاوہ کوئی اورچیز نہیں ہے۔اور یہ بیان واضح طور پر اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ آیہء شریفہ میں ارادہ سے مراد ارادہ،تکوینی ہے۔

آیہء تطہیر میں اہل بیت علیہم السلام

اس آیہء شریفہ کی بحث کاتیسراپہلویہ ہے کہ آیہء کریمہ میں ''اہل البیت''سے مراد''کون ہیں؟اس بحث میں دوزاویوں سے توجہ مبذول کرناضروری ہے:

۱۔اہل بیت کا مفہوم کیاہے؟

۲۔اہل بیت کے مصادیق کون ہیں؟

اگرلفظ''اہل''کا استعمال تنہاہوتویہ مستحق اورشائستہ ہو نے کامعنی دیتاہے اوراگراس لفظ کی کسی چیز کی طرف اضافت ونسبت دی جائے توا س اضا فت کے لحاظ سے اس کے معنی ہوں گے۔مثلاً''اہل علم''اس سے مرادوہ لوگ ہیں جن میں علم ومعرفت موجودہے اور''اہل شہروقریہ''سے مرادوہ لوگ ہیں جواس شہریاقریہ مینزندگی بسرکرتے ہیں،اہل خانہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس گھر میں سکونت پذیر ہیں،مختصریہ کہ:''اہل''کامفہوم اضافت کی صورت میں مزید اس شی کی خصوصیت پردلالت کرتاہے کہ جس کی طرف اس کی نسبت دی گئی ہے۔۔

لفظ''بیت''میں ایک احتمال یہ ہے کہ بیت سے مراد مسکن اور گھرہواور دوسرااحتمال یہ ہے کہ بیت سے مراد حسب ونَسَب ہوکہ اس صورت میں''اہل بیت''کامعنی خاندان کے ہوں گے۔ایک اوراحتمال یہ ہے کہ'' اہل بیت ''میں''بیت''سے مراد،خا نہ نبوت ہواور یہاں پر قابل مقبول احتمال یہیموخرالذکراحتمال ہے،اس کی وضاحت انشاء اللہ آیندہ چل کر آئے گی۔

ان صفات کے پیش نظر''اہل بیت''سے مرادوہ افراد ہیں جواس گھرکے محرم اسرار ہوں اورجوکچھ نبی (ص)کے گھرمیں واقع ہوتاہے اس سے واقف ہوں۔

اب جبکہ''اہل بیت''کامفہوم واضح اورمعلوم ہوگیا توہم دیکھتے ہیں کہ خارج میں اس کے مصادیق کون لوگ ہیں اور یہ عنوان کن افرادپر صادق آتاہے؟

اس سلسلہ میں تین قول پائے جاتے ہیں:

۱۔''اہل بیت''سے مرادصرف پیغمبراکرم (ص)کی بیویاں ہیں۔۱

۲۔''اہل بیت''سے مراد خودپیغمبر،علی وفاطمہ،حسن وحسین)علیہم السلام)نیزپیغمبر (ص)کی بیویاں ہیں۔۲

۳۔شیعہ امامیہ کانظریہ یہ ہے کہ''اہل بیت''سے مرادپیغمبر (ص)آپکی دختر گرامی حضرت فاطمہ زہرا(سلام اللہ علیہا)اورباره ائمہ معصومین) علیہم السلام)ہیں۔

بعض سنی علماء جیسے:طحاوی نے''مشکل ا لآثار''میں اورحاکم نیشابوری نے''المستدرک''میں''اہل بیت''سے صرف پنجتن پاک)علہیم السلام)کو مراد لیاہے۔

''اہل بیت''کوواضح کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس سلسلہ میں دوجہات سے

۱۔تفسیرابن کثیر،ج۳،ص۲۹۱

۲۔تفسیرابن کثیر،ج۳،ص۴۹۲

بحث کریں:

۱۔آیہء شریفہ کے مفاد کے بارے میں بحث۔

۲۔آیہء شریفہ کے ضمن میں نقل کی گئی احادیث اورروایات کے بارے بحث۔

آیت کے مفاد کے بارے میں بحث

آیت کے مفہوم پر بحث کے سلسلہ میں درج ذیل چند نکات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اول یہ کہ:لغوی اور عرفی لحاظ سے''اہل بیت''کا مفہوم پنجتن پاک کے عنوان کوشامل ہے۔
دوسرے یہ کہ آیہء شریفہ مینضمیر''عنکم)جوجمع مذکر کے لئے ہے)کی وجہ سے اہل بیت کے مفہوم میں پیغمبراکرم (ص) کی بیویاں شامل نہیں ہیں۔
تیسرے یہ کہ:بہت سی ایسی روایتیں مو جودہیں جن میں''اہل بیت''کے مرادسے پنجتن پاک)علیہم السلام)کو لیاگیاہےلہذایہ قول کہ اہل بیت سے مرادصرف پیغمبراکرم (ص)کی بیویاں ہیں،ایک بے بنیاد بلکہ برخلاف دلیل قول ہےیہ قول عکرمہ سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتاتھا:
''جوچاہتا ہے،میں اس کے ساتھ اس بابت مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہوں کہ آیہئ شریفہ میں''اہل بیت کا مفہوم''پیغمبر (ص)کی بیویوں سے مختص ہے[1]''
اے کاش کہ اس نے)اس قول کی نسبت اس کی طرف صحیح ہونے کی صورت میں)مباہلہ کیاہوتا اورعذاب الہٰی میں گرفتار ہواہوتا!کیونکہ اس نے پنجتن پاک(ع)کی شأن میں نقل کی گئی ان تمام احادیث سے چشم بستہ انکار کیا ہے جن میں آیہء تطہیرکی شان نزول بیان کی گئی ہے۔

۱۔روح المعانی ،ج۲۲،ص۱۳،داراحیائ التراث العربی،بیروت
لیکن دوسرے قول کہ جس کے مطابق''اہل بیت کے مفہوم''میں پیغمبر (ص) کی بیویاں نیزعلی،فاطمہ،حسن اورحسین)علیہم السلام)شامل ہیں کوبہت سے اہل سنت،بلکہ ان کی اکثریت نے قبول کیا۔
اور انھوں نے،اس نظریہ کو ثابت کر نے کے لئے آیات کے سیاق سے استدلال کیا ہے۔اس کی وضاحت یوں کی ہے کہ آیہء تطہیرسے پہلے والی آیتیں اور آیت تطہیر کے بعد والی آیتیں پیغمبراکرم (ص) کی بیویوں سے متعلق ہیں۔چونکہ آیہء تطہیر ان کے درمیان میں واقع ہے،اس لئے مفہوم اہل بیت کی صلا حیت اورقرینہء سیاق کے لحاظ سے،اس میں پیغمبراکرم (ص)کی بیویاں شامل ہیں۔
ابن کثیر نے اپنی تفسیر،قرینہء سیاق کے پیش نظر آنحضرت (ص) کی بیویوں کو یقینی طو رپر اہل بیت کی فہرست میں شامل جاناہے۔

سیاق آیہء تطہیر
کیا آیہء تطہیر کے سیاق کے بارے میں کیا گیا دعویٰ قابل انعقادہے؟اورپیغمبر (ص)کی بیویوں کے اہل بیت کے زمرے میں شامل ہونے کو ثابت کرسکتاہے؟مطلب کوواضح کرنے کے لئے درج ذیل چند نکات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے:
اول یہ کہ:چند آیات کے بعد صرف ایک آیت کا واقع ہو نا سیاق کے واقع ہو نے کا سبب نہیں بن سکتا ہے اوردوسری طرف سے یہ یقین پیدا نہیں کیا جاسکتا ہے کہ یہ آیتیں ایک ساتھ ایک مر تبہ نازل ہوئی ہیں،کیونکہ سیاق کے واقع ہو نے کے سلسلہ میں شر ط یہ ہے کہ آیات کا نزول ایک دوسرے کے ساتھ انجام پایا ہولہذاہم شک کرتے ہیں اورممکن نہیں ہے کہ ہم سیاق کو احراز)متعین)کر سکیں جبکہ موجودہ قرآن مجیدکی تر تیب نزول قرآن کی ترتیب کے متفاوت ہے،اس لئے اس مسئلہ پرکبھی اطمینان پیدانہیں کیا جا سکتا ہے کہ آیہء تطہیر کا نزول پیغمبر (ص)کی بیویوں سے مربوط آیات کے بعد واقع ہواہے۔
اگریہ کہا جائے کہ:اگرچہ یہ آیتیں ایک ساتھ نازل نہیں ہوئی ہیں،لیکن ہرآیہئ اورسورئہ کو پیغمبر (ص) کی مو جودگی میں ان کی نظروں کے سامنے ایک خاص جگہ پرانھیں رکھا گیا ہے،اس لئے آیات کا ایک دوسرے کے ساتھ معنوی رابطہ کے پیش نظران آیات میں سیاق واقع ہو اہے لہذاپیغمبر (ص) کی بیویاں پنجتن پاک علیہم السلام کے ساتھ اہل بیت کے زمرے میں شامل ہوں گی۔
اس کا جواب یہ ہے کہ:اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ آیہء تطہیر کا اس خاص جگہ پرواقع ہو نا آیات کے معنوی پیوند کے لحاظ سے ہے اور وہ چیز کہ جس پر دلیل قائم ہے صرف یہ ہے کہ پیغمبراکرم (ص) نے کسی مصلحت کے پیش نظر اس آیت کواپنی بیویوں سے مربوط آیات کے درمیان قراردیا ہے،لیکن یہ کہ مصلحت صرف آیات کے درمیان معنوی رابطہ کی وجہ سے ہے اس پر کوئی دلیل موجود نہیں ہےممکن ہے اس کی مصلحت آنحضرت (ص) کی بیویوں کے لئے ایک انتباہ ہوکہ تمہارااہل بیت''کے ساتھ ایک رابطہ اور ہے ،اس لئے اپنے اعمال کے بارے میں ہوشیار رہنا،نہ یہ کہ وہ خود''اہل بیت''کی مصداق ہیں۔
دوسرے یہ کہ:آیہء کریمہ میں کئی جہتوں سے یہ ثابت ہو تا ہے کہ آیہء تطہیر کا سیاق اس کی قبل اور بعد والی آیات کے سیاق سے متفاوت ہے اوریہ دو الگ الگ سیاق ہیں اور ان میں سے ہر ایک ،ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے جس کا دوسرے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سے کوئی ربط نہیں ہے۔وہ جہتیں حسب ذیل ہیں:
پہلی جہت:پیغمبر (ص) کی بیوں سے مربوط آیات کا سیاق سرزنش کے ساتھ ہے)چنانچہ آیت۲۸ کے بعدغورکرنے سے معلوم ہو تا ہے)اوران آیات میں پیغمبراکرم (ص)کی بیویوں کی کسی قسم کی ستائش اور تعریف نہیں کی گئی ہے،جبکہ آیہء تطہیر کے سیاق میں فضیلت وبزرگی اورمدح و ستا ئش ہے اورآیہ تطہیر کے ذیل میں ذکر ہو نے والی احادیث سے یہ مطلب اور بھی زیادہ روشن و نمایاں ہو جا تا ہے۔
دوسری جہت:یہ کہ آیہء تطہیر کی شأن نزول مستقل ہے اورآنحضرت (ص)کی بیویوں سے مربوط آیات کی شأن نزول بھی مستقل ہے چنانچہ آنحضرت (ص) کی بیویوں نے اپنے حق سے زیادہ نفقہ کاتقاضا کیا تھا لہذا مذکورہ آیتیں اسی مناسبت سے نازل ہوئی ہیں۔اس شأن نزول کے بارے میں مزیدآگاہی حاصل کرنے کے لئے شیعہ وسنی تفسیروں کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔
اس سلسلہ میں پہلے ہم آنحضرت (ص) کی بیویوں سے مربوط آیات کی طرف اشارہ کر تے ہیں کہ اور اس کے بعد اس حدیث کا ترجمہ پیش کریں گے جسے ابن کثیر نے ان آیات کی شأن نزول کے سلسلہ میں ذکر کیا ہے:
)احزاب/۲۸۔۳۴)
”پیغمبر!آپ اپنی بیویوں سے کہد جئے کہ اگر تم سب زندگانی دنیااوراس کی زینت کی طلبگارہوتوآؤمیں تمہارامہرتمھیں دیدوں اورخوبصورتی کے ساتھ رخصت کردوں اوراگراللہ اور رسول اورآخرت کی طلبگار ہو تو خدا نے تم میں سے نیک کردار عورتوں کے لئے اجر عظیم قرار دیا ہے ۔اے زنان پیغمبرجو بھی تم میں سے کھلی ہوئی برائیوں کاارتکاب کرے گااس کو دھرا عذاب کر دیا جائے گا اوریہ بات خد اکے لئے بہت آسان ہے۔اورجوبھی تم میں سے خدااوررسول کی اطاعت کرے اورنیک عمل انجام دے اسے دہرا اجر عطا کیا جائے گا اورہم نے اس کے لئے بہترین رزق فراہم کیا ہے ۔اے زنان پیغمبر!تم اگر تقویٰ اختیار کرو تو تمہارامرتبہ عام عورتوں کے جیسا نہیں ہے،لہذا کسی آدمی سے نازکی)دل لبھانے والی کیفیت) سے بات نہ کرو کہ بیمار دل افراد کوتمہاری طمع پیدا ہو اور ہمیشہ شائستہ و نیک باتیں کیا کرواور اپنے گھروں میں بیٹھی رہواور جاہلیت کے زما نہ کی طرح بناؤ سنگار نہ کرواور نماز قائم کرو اورزکوۃادا کرو اوراللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کرو۔بس اللہ کا ارادہ ہے اے اہل بیت!کہ تم سے ہر طرح کی برائی کو دور رکھے اوراس طرح پاک وپاکیزہ رکھے جوپاک وپاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔اورازواج پیغمبر!تمہارے گھروں میں جن آیات الٰہی اور حکمت کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انھیں یادرکھو خدا لطیف اور ہرشے سے آگاہ ہے۔“
ابن کثیر نے ابی الزبیر سے اوراس نے جابر سے روایت کی ہے:
”لوگ پیغمبر (ص)کے گھر کے سامنے بیٹھے تھے،اسی حالت میں ابوبکراورعمرآگئے اورداخل خا نہ ہونے کی اجازت چاہی۔پہلے انھیں اجازت نہیں دی گئی۔جب انھیں اجازت ملی اور وہ خا نہ رسول میں ہوئے توانہوں نے کیادیکھاکہ آنحضرت (ص)بیٹھے ہوئے ہیں اورآپ کی بیویاں بھی آپکے گردبیٹھی ہوئی ہیں اورآنحضرت (ص) ،خاموش تھے۔عمر نے آنحضرت (ص)کو ہنسا نے کے قصد سے کہا:یارسول اللہ!اگرآپ دیکھتے کہ بنت زید) اس سے مراد عمر کی زوجہ ہے) نے جب مجھ سے نفقہ کا تقاضا کیا تو میں نے کیسی اس کی پٹائی کی!یہ سن کرپیغمبراکرم (ص)ایسا ہنسے کہ آپکے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔پیغمبر (ص)نے فرمایا:یہ)میری بیویاں)میرے گردجمع ہوئی ہیں ا ور مجھ سے)بیشتر)نفقہ کا تقاضا کرتی ہیں۔اس وقت ابوبکرعائشہ کو مار نے کے لئے آگے بڑھے اور عمر بھی اٹھے اوردونوں نے اپنی اپنی بیٹیوں سے نصیحت کر تے ہو ئے کہا:تم پیغمبر (ص)سے ایسی چیزکامطالبہ کرتی ہوجوپیغمبر کے پا س نہیں ہے؟آنحضرت (ص)نے انھیں مار نے سے منع فرمایا۔اس قضیہ کے بعد آنحضرت (ص)کی بیویوں نے کہا:ہم آج کے بعد سے پیغمبر (ص)سے کبھی ایسی چیز کا تقاضا نہیں کریں گے،جوان کے پاس موجود نہ ہوخدا وند متعال نے مذکورہ آیات کو نازل فرمایا جس میں آنحضرت (ص)کی بیویوں کو پیغمبر کی زوجیت میں باقی رہنے یا انھیں طلاق کے ذریعہ آنحضرت کو چھوڑ کے جا نے کا اختیار دیا گیاہے۔۱“
یہ تھی،آنحضرت (ص)کی ازواج سے مربوط آیات کی شأن نزول۔جبکہ آیہء تطہیر کی شأن نزول پنجتن آل عبا اورائمہ معصومین (علیہم السلام) سے متعلق ہے۔اس سلسلہ میں شیعہ وسنی تفسیر اورحدیث کی کتا بوں میں کافی تعداد میں روایتیں نقل ہوئی ہیں ۔ہم ان میں سے چند ایک کا ذکر احادیث کے باب میں کریں گے۔
۱۔تفسیر ابن کثیر،ج۳،ص۴۹۱
اس شأن نزول اورپیغمبراکرم (ص)کی ازواج سے مربوط آیات کی شأن نزول میں احتمالاً کئی سالوں کا فاصلہ ہے۔اب کیسے ان آیا ت کے در میان وحدت سیاق کے قول کو تسلیم کیا جا سکتا ہے اورکیاان دو مختلف واقعات کو ایک سیاق میں ضم کرکے آیت کے معنی کی توجیہ کی جاسکتی ہے؟

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تیسری جہت:یہ کہ سیاق کے انعقادکو مختل کرنے کاایک اورسبب پیغمبراکرم (ص)کی بیویوں سے مربوط آیات اور آیہء تطہیر کے ضمیروں میں پا یا جا نے والا اختلاف ہے۔مجموعی طورپر مذکورہ آیات میں جمع مونث مخاطب کی ۲۲ضمیریں ہیں۔ان میں سے ۲۰ضمیریں ایہء تطہیرسے پہلے اوردوضمیریں ایہء تطہیر کے بعداستعمال ہوئی ہیں،جبکہ آیہء تطہیر میں مخاطب کی دوضمیریں ہیں اوردونوں مذکر ہیں۔اس اختلاف کے پیش نظر کیسے سیاق محقق ہوسکتا ہے؟

اعتراض:آیہء تطہیرمیں ”عنکم“اور”یطھّرکم“سے مراد صرف مرد نہیں ہیں،کیونکہ عورتوں کے علاوہ خود پیغمبر (ص)علی ،حسن وحسین (علیہم السلام) بھی اس میں داخل تھے۔اس لئے”کم“کی ضمیر آئی ہے اورعربی ادبیات میں اس قسم کے استعمال کو ”تغلیب“کہتے ہیں اوراس کے معنی یہ ہیں کہ اگر کسی حکم کا ذکرکرنا چاہیں اوراس میں دوجنس کے افراد شامل ہوں،تو مذکر کو مونث پر غلبہ دے کر لفظ مذکر کو ذکر کریں گے اوراس سے دونوں جنسوں کا ارادہ کریں گے۔ اس کے علاوہ،مذکرکی ضمیرکا استعمال ایسی جگہ پر کہ جہاں مونث کا بھی ارادہ کیا گیا ہے قرآن مجید میں اور بھی جگہوں پر دیکھنے میں آیا ہے،جیسے درج ذیل آیات میں۱ کہ حضرت ابراھیم) علیہ السلام) کی زوجہ سے خطاب کے بعد جمع مذکر حاضر کی ضمیر اور اہل بیت کا عنوان ذکر ہوا ہے۔

۲کہ حضرت موسی علیہ اسلام کے اہل خاندان)کہ جس سے

۱۔ ہود/۷۳

۲۔قصص/۲۹

مرادان کی زوجہ ہے) کے ذکرکے بعد ضمیرجمع مذکر حاضر کے ذریعہ خطاب کیا گیا ہے۔

جواب: ہر کلام کا اصول یہ ہے کہ الفاظ کو اس کے حقےقی معنی پر حمل کیا جائے اور َّ◌ٰ◌ٰ◌ٰ◌َ◌ٰ◌ٰ◌ّ”اصالة الحقےقة“اےک ایسا عقلائی قاعدہ ہے کہ جس کے ذریعہ ہر لغت وزبان کے محاورات و مکالمات میں استناد کیا جاتاہے۔

اس عقلائی قاعدے کی بنیاد پر جس لفظ کے بارے میں یہ شک پیدا ہو کہ وہ اپنے حقےقی معنی میں استعمال ہوا ہے یا نہیں، اسے اس کے حقےقی معنی پر حمل کرنا چاہیے۔ اس لحاظ سے آیہء تطہیر میں

دو جگہ پراستعمال ہوئی”کم“کی ضمیرسے مراد اس کے حقےقی معنی ہیں اور یہ کہ آ یہ شرےفہء مذکور میں تمام افراد اہلبیت مذکر تھے، صرف قرینہ خارجی اور آیت کی ذیل میں روآیت کی گئی احادیث کی وجہ سے قطعی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت کی فہرست میں حضرت فاطمہ زہراسلام اللھعلیہابھی شامل ہیں، اور ان کے علاوہ کوئی مونث فرد اہل بیت میں شامل نہیں ہے۔ اور آیہ شرےفہ میں قاعدئہ”اقرب المجازات“جاری ہوگا۔

لےکن شواہدکے طور پر پےش کی گئی آیات میں قرینہ کی وجہ سے مونث کی جگہ ضمیر مذکر کا استعمال ہوا ہے اوریہ استعمال مجازی ہے اور اےک لفظ کا مجازی استعمال قرینہ کے ساتھ دلیل نہیں بن سکتا ہے کہ قرینہ کے بغیر بھی یہ عمل انجام دیا جائے اور جےسا کہ کہا گیاکہ اصل استعمال یہ ہے کہ لفظ اس کے حقےقی معنی میں استعمال ہواور ایسا نہ ہونے کی صورت میں قاعدہ”اقرب المجازات“کی رعآیت کی جانی چاہئے۔

آیہ تطہیر کے بارے میں احادیث

شےعہ اور اہل سنت کے منابع میں بڑی تعداد میں ذکر ہونے والی احادیث سے واضح طور پریہ معلوم ہوجاتا ہے کہ آیہ تطہیر میں”اہل بیت“سے مراد صرف پنجتن پاک) علیہم السلام) ہیں اور ان میں پےغمبر اسلام (ص) کی بےویاں کسی جہت سے شامل نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں مذکورہ

منابع میں اتنی زیادہ حدیثیں نقل ہوئی ہیں کہ حاکم حسکانی ۱نے اپنی کتاب”شواہد التنزیل“ کے صفحہ۱۸سے لیکر ۱۴۰تک انہی احادیث سے مخصوص کیا ہے۔۲ہم ذیل)حاشیہ) میں اہل سنت

۱۔ذہبی،تذکرةالحافظ،ج۲،ص۱۲۰۰پر کہتا ہے:حاکم حسکانی علم حدیث کے کامل عنایت رکھنے والاایک محکم اورمتقن سند ہے۔

۲۔ اسدالغابة/ج۵ص۵۲۱/داراحیائ التراث العربی ،بیروت، الاصابة/ج۲/ص۵۰۹/دارالفکر، اضوائ البیان /ج۶/ص۵۷۸/عالم الکتب بیروت، انساب الاشراف/ج۲/ص۳۵۴/دارالفکر، بحار الانوار،ج۳۵،ازص۲۰۶،باب آیة تطہیر تاص۲۳۲ مؤسسة الوفائ بیروت، تاریخ بغداد /ج۹/ص۱۲۶/ وج۱۰/ص۲۷۸/دارالفکر، تاریخ مدینہ دمشق/ج۱۳/ص۲۰۳و ۲۰۶و۲۰۷وج۱۴/ ص۱۴۱و۱۴۵، تفسیر ابن ابی حاتم /ج۹/ص۳۱۲۹/المکتبة المصربة بیروت، تفسیر ابی السعود/ ج۷/ ص۱۰۳/دارالحیائ التراث العربی بیروت، تفسیر البیضاوی/ج۲۳/ص ۳۸۲/دارالکتاب العلمیة، تفسیر فرات الکوفی/ج۱/ص۳۳۲ تا۳۴۲/مؤسسة النعمان، تفسیر القرآن العظیم ابن کثیر/ج۳/ص۵۴۸/دارالکتب العلمیة بیروت، تفسیر اللباب ابن عادل دمشقی/ج۱۵/ص۵۴۸/

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دارالکتاب العلمیة بیروت، تفسیر الماوردی/ج۴/ص۴۰۱/دارالمعرفة بیروت، التفسیر المنبر/ج۲۳/ص۱۴/دارالفکرالمعاصر، تهذیب التهذیب/ج۲/ص۲۵۸/دارالفکر، جامع البیان/ طبری/ج۲۲/ص۵/دارالمعرفة بیروت، جامع احکام القرآن/ قرطبی/ج۱۴/ص۱۸۳/دارالفکر، الدار المنثور/ج۶/ص۶۰۴/دارالفکر، ذخائر العقبی/ص۲۱تا۲۴، روح البیان/ج۷/ص۱۷۱/داراحیائ التراث العربی، روح المعانی/ آلوسی/ج۲۲/ص۱۴/دار احیائ التراث العربی/الریاض النضرة/ج۲)۴-۴)/ص۱۳۵/دار الندوة الجدیدة بیروت، زاد المسیر/ ابن جوزی/ج۶/ص۱۹۸/ دارالفکر، سنن الترمذی/ج۵/ص۳۲۸-۳۲۷و ۶۵۶/ دارالفکر، السنن الکبری / بیهقی/ ج۲ / ص۱۴۹/ دارالمعرفة بیروت، سیر اعلام النبلاء/ ذهبی/ج۳/ص۲۵۴و ۲۸۳/ مؤسسة الرسالة بیروت، شرح السنة بغوی/ج۱۴/ص۱۱۶/المکتب الاسلامی بیروت، شواهد التنزیل/ج۲/ص۸۱-۱۴۰/ موسسة الطبع و النشر لوزرارة الارشاد، صحیح ابن حبان/ج۱۵/ص۴۴۲ الٰی ۴۴۳/موسسة الی سالة بیروت، صحیح مسلم/ج۵/ص۳۷/ کتاب الفضائل باب فضائل / مؤسسة عزالدین بیروت، فتح القدیر/ شوکانی/ج۴/ص۳۴۹تا۳۵۰/ دار الکتاب العلمیة بیروت، فرائد السمطین/ جوینی/ج۱/ص۳۶۷/مؤسسة المحمودی بیروت، کفایة الطالب/ص۳۷۱تا۳۷۷/داراحیاء تراث اہل البیت، مجمع الزوائد/ج۹/ص۱۶۶-۱۶۹/دارالکتب العربی بیروت، المستدرک علی الصحیحین /ج۲/ص۴۱۶و ج۳/ص۱۴۷/دارالمعرفة بیروت، مسند ابی یعلی/ج۱۲/ ص۳۴۴و۴۵۶/ دار الہامون للتراث، مسند احمد/ج۴/ص۱۰۷و ج۶/ص۲۹۲/دارصادر بیروت، مسند اسحاق بن راہویہ/ ج۳/ص۶۷۸/مکتبة الایمان مدینة المنورة، مسندطیالسی/ص۲۷۴/ دارالکتب اللبنانی، مشکل الآثار/ طحاوی/ج۱/ص۳۳۵/دارالباز، المعجم الصغیر/طبرانی/ج۱/ص ۱۳۵/ دارالفکر، المعجم الاوسط/طبرانی/ج۲/ص۴۹۱/ مکتبة المعارف ریاض، المعجم لکبیر/طبرانی/ ج۲۳/ ص۲۴۵و ۲۸۱و ۲۸۶و ۳۰۸و۳۲۷و ۳۳۰و۳۳۳و۳۳۴و۳۳۷و۳۵۷و۳۹۳و۳۹۶، المعرفة و التاریخ بسوی/ ج۳۹۸/۱، المنتخب من مسند عبد بن حمید/ص۱۷۳ و ۳۶۷/عالم الکتب قاہرہ مناقب ابن مغازلی/ص۳۰۱-۳۰۲/ المکتبةالاسلامیة

کے بعض منابع کا ذکرکرتے ہیں کہ جن میں مذکورہ احادیث یا درج ہو ئی ہے یاان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ان احادیث کے راویوں کا سلسلہ جن اصحاب پرمنتہی ہو تا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ امیرالمؤمنین حضرت علی علیہ السلام
۲۔ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہعلیہا
۳۔ حسن بن علی علیہ السلام
۴۔ انس بن مالک
۵۔ براء بن عازب انصاری
۶۔ جابربن عبد اللہ انصاری
۷۔ سعد بن ابی وقاص
۸۔ سید بن مالک)ابو سعید خدومی)
۹۔ عبد اللہبن عباس
۱۰۔ عبداللہ بن جعفرطیار
۱۱۔ عائشہ
۲۱۔ ام سلمہ
۱۳۔ عمربن ابی سلم
۱۴۔ واثلة بن اسقع
۱۵۔ ابی الحمرائ

اس کے علاوہ شیعوں کی حدیث اور تفسیر کی کتابوں اور بعض اہل سنت منابع میں درج کی گئی احادیث اور روایتوں سے استفادہ ہو تا ہے کہ " اہل بیت "سے مراد پیغمبر اسلام (ص)علی، فاطمہ نیز شیعوں کے گیارہ ائمہ معصومین)علیہم السلام)ہیں۔

آیہ تطہیر کے بارے میں احادیث کی طبقہ بندی

آیہ تطہیر سے مربوط احادیث کو اہل سنت کے مصادر میں مطالعہ کرنے اور شیعوں کے منابع میں موجود ان احادیث کا سرسری جائزہ لینے کے بعد انہیں چند طبقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ وہ حدیثیں جن میں " اہل بیت " کی تفسیر علی و فاطمہ، حسن وحسین علیہم السلام کے ذریعہ کی گئی ہے۔
۲۔ وہ حدیثیں جن کا مضمون یہ ہے کہ پیغمبر اسلام (ص) نے علی، وفاطمہ،حسن و حسین علیہم السلام کو کساء کے نیچے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

قرار دیا پھر آیہ تطہر نازل ہوئی ، اور یہ واقعہ '' حدیث کساء '' کے نام سے مشہور ہے ۔ ان میں سے بعض احادیث میں آیا ہے کہ ام سلمہ یا عائشہ نے سوال کیا کہ : کیا ہم بھی اہل بیت میں شامل ہیں؟
۳۔ وہ حدیثیں جن میں پیغمبر اکرم (ص) ہرروز صبح کو یا روزانہ پانچوں وقت حضرت علی و فاطمہ علیہماالسلام کے کھرکے دروازے پر تشریف لے جاتے تھے اور سلام کر تے تھے نیز آیہ تطہیر کی تلاوت فرماتے تھے۔
۴۔ وہ حدیثیں جواس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آیہ تطہیر پنجتن پاک علیہم السلام یا پنجتن پاک علیہم السلام نیز جبرئیل ومیکائیل کے بارے میں نازل ہوئی ہے ۔
یہاں پرمناسب ہے کہ احادیث کے مذکورہ چارطبقات میں سے چند نمونوں کی طرف اشارہ کیا جاے:

۱۔ ''اہل بیت''کی پنجتن پاک سے تفسیر
ذیل میں چند ایسی احادیث بیان کی جاتی ہیں جن میں آیہء تطہیر میں''اہل بیت''کی تفسیرپنجتن پاک) علیہم السلام)سے کی گئی ہے:
الف:کتاب''المستدرک علی الصحیحین''میں عبداللہ بن جعفر سے روایت کی گئی ہے:
لمّا نظر رسول اللّٰہ (ص) إلی الرحمة ہابطة قال: أُدعوالی، أُدعوالی۔ فقالت صفیة: من یا رسول اللّٰہ؟ قال:أہل بیتی:علیاً وفاطمہ والحسن و الحسین - علیہم السلام - فجیئی بہم،فألقی علیہم النبیّ (ص) کساء ہ ثم رفع یدیہ ثمّ قال: ''اللّٰہمّ ہؤلاء آلی فصل علی محمد و علی آل محمد'' و أنزل اللّٰہ عزّوجلّ:< إنّما یرید اللّٰہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہّرکم تطہیراً> ہذا حدیث صحیح الاسناد۔ ۱
''جب پیغمبر خدا (ص)نے رحمت الہی)جو آسمان سے نازل ہوئی تھی) کا مشاہدہ کیا تو فرمایا: میرے پاس بلاؤ!میرے پاس بلاؤ!صفیہ نے کہا:یارسول اللہ کس کو بلاؤں؟آپ نے فرمایا:میرے اہل بیت،علی وفاطمہ، حسن وحسین)علیہم السلام)کو۔
جب ان کو بلایا گیا،تو پیغمبراکرم (ص)نے اپنی کساء)ردا)کوان پر ڈال دیااوراپنے ہاتھ پھیلاکر یہ دعا کی:خدایا!''یہ میرے اہل بیت ہیں۔محمد اور ان کے اہل بیت پر دورد ورحمت نازل کر۔''اس وقت خدا وند متعال نے آیہء شریفہنازل فرمائی۔
اس حدیث کے بارے میں حاکم نیشاپوری کا کہنا ہے:
''ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔''
''اس حدیث کی سند صحیح ہے اگرچہ بخاری اورمسلم نے اپنی صحیحین میں سے نقل نہیں
۱۔المستدرک علی الصحیحین،ج۳،ص۱۴۸
کیا ہے۔''۱
قابل غوربات ہے کہ حاکم نیشاپوری کا خود اہل سنت کے حدیث ورجال کے بزرگ علماء اور امام میں شمار کیا جاتا ہے ۔
ب:عن ابی سعید الخدری عن أُم سلمة قالت: ''نزلت ہذہ الآیة فی بیتی:< إنّما یرید اللّٰہ لیذہب عنکم الرجس أہل البیت و یطہّرکم تطہیراً > قلت: یا رسول اللّٰہ، ألست من أہل البیت؟ قال: إنّک إلی خیر، إنّک من أزواج رسول اللّٰہ (ص)۔ قالت: و أہل البیت رسول اللّٰہ و علیّ و فاطمة والحسن والحسن'' ۲
''ابی سعیدخدری نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:یہ آیت:
میرے گھر میں نازل ہوئی میں نے عرض کی یارسول اللہ!کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟فرمایا:تمھارا انجام بخیر ہے،تم رسولکی بیوی ہوپھرام سلمہ نے کہا:''اہل بیت''رسول اللہ (ص) علی و فاطمہ، حسن وحسین (علیہم السلام) ہیں۔
۱۔حاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب ''المستدرک علی الصحیحین''میں ان ا حادیث کودرج کیا ہے جو بخاری کے نزدیک صحیح ہو نے کی شرط رکھتی تھیں،لیکن انہوں نے انھیں اپنی کتابوں میں درج نہیں کیا ہے۔جو کچھ ذہبی اس حدیث کے خلاصہ کے ذیل میں۔ اس کے ایک راوی ۔ملیکی کے بارے میں کہتا ہیں کہ:''قلت: الملیکی ذاھب الحدیث''اس کے عدم اعتماد کی دلیل نہیں ہو سکتی ہے۔کیونکہ اس کے بارے میں جیسا کہ ابن حجر نے''تہذیب التہذیب''ج۶،ص۱۳۲ پر''ساجی''سے نقل کر کے''صدوق'' کی تعبیرکی ہے۔ اس کی صداقت اور سچ کہنے کی دلیل ہے۔اوراس کی مدح میں جوتعبیرات نقل کی گئی ہے وہ اس کی حدیث کے بارے میں ہے اورخود صحیح بخاری ومسلم میں بھی ہم بہت سے ابواب میں ان کے راویوں کوپاتے ہیں کہ بہت سی تعرفیں کی گئی ہیں۔
۲۔تاریخ مدینة دمشق،ج۱۳،ص۲۰۶

۲۔آیہء تطہیر کی تفسیرمیں حدیث کساء کی تعبیر
شےعہ اور اہل سنت کی تفاسیر و احادیث کی کتابوں میں اس مضمون کی فراون حدیثیں موجود ہیں کہ پےغمبر اسلام صلی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل بیت علیہم السلام کو اےک کساء کے نےچے جمع کیا اور اس کے بعد ان کے بارے میں آیہ تطہیر نازل ہوئی۔ ہم اس کتاب میں ان احادیث میں سے چند اےک کو نمونہ کے طور پر پےش کرتے ہیں۔
قابل توجہ بات ہے کہ شےعہ امامیہ کے نزدےک حدیث کساء ایک خاص اہمیت و منزلت کی حامل ہے۔ یہ حدیث مرحوم بحرانی ۱کی کتاب،''عوالم العلوم''میں حضرت فاطمہ زہرا)سلام اللھعلیہا) سے روآیت کی گئی ہے اور مختلف زمانوں میں شےعوں کے نا مور علماء اور فقہا کے نام سے مزّین اسناد کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔ نیز یہ حدیث شےعوں کی مجلسوں اور محفلوں میں پڑھی جاتی ہے اور توسّل اور تبّرک کا ذریعہ قرار دی گئی ہے۔
احادیث کے اس گروہ میں درجہ ذیل تعبیر یں توجہ کا باعث ہیں اور ان تعبیروں میں سے ہر اےک ''اہل بیت '' کے دائرے کو پنجتن پاک)علیہم اسلام) کی ذات میں متعین کرتی ہیں:
۱۔''إنّک الی خیر'' یا جملہء''انّک من ازواج النبّی'' سے ضمیمہ کے ساتھ۲
۲۔''تنحّی، فإنّک علی خیر۔''۳
۳۔''فجذبہ من یدی۔''۴
۴۔''ماقال إنّک من ٍہل البیت۔''۵
۵۔''لا،وأنت علی خیر۔''۶
۱۔ عوام العوم، جلد حضرت زہراء علیہماسلام۔ ج۱۱،ص ۶۳۸موسسہ الامامم مھدی علیہ اسلام
۲۔الدر المنثور،ج۶،ص۶۳۸،موسسة الامام مھدی
۳۔تفسیرابن کثیر،ج۳،ص۴۹۳
۴۔الدر المنثور،ج۶،ص۱۶۰۴۔المعجم الکبیرج،۲۳،ص۳۳۶ ۵۔تاریخ مدینةدمشق ج۱۴،ص۱۴۵
۶۔تاریخ مدینةدمشق،ج۱۳،ص۲۰۶
۶۔''فواللّٰہ ماأنعم۔''۱
۷۔''مکانک،أنت علی خیر۔''۲
۸۔''فوددت أنّہ قال:نعم۔۔۔''۳
۹۔''تنحیّ لی عن أہل بیتی۔''۴
۱۰۔''إنّک لعلی خیر،ولم ید خلنی معہم۔''۵
۱۱۔''فواللّٰہ ماقال:أنت معہم۔''۶
۱۲۔''اجلسی مکا نک،فانک علی خیر۔''۷
۱۳۔''إنّک لعلی خیر،وہؤلائ أہل بیتی۔''۸

۱۔''إنک إلی خیر''کی تعبیر
''أخرج ابن جریر و ابن حاتم و الطبرانی و ابن مردویہ عن أمّ سلمة زوج النبیّ (ص) إنّ رسول اللّٰہ (ص)کان ببیتہا علی منامة لہ علیہ کساء خیبریّ! فجا ء ت فاطمة - رضی اللّٰہ عنہا - ببرمة فیہا خزیرہ۔ فقال رسول اللّٰہ (ص): أُدعی زوجک و ابنیک حسناً و حسیناً۔ فدعتہم، فبینما ہم یأکلون إذنزلت علی رسول اللّٰہ (ص):< إنّما یرید اللّٰہ لیذہب عنکم الرجس أہل البیت و یطہّرکم تطہیراً> فأخذ النبیّ (ص) بفضلة ازاراہ فشّاہم إیّاہا، ثمّ أخرج یدہ من الکساء و أومابہا إلی السماء ثمّ قال: ''اللّٰہمَّ ہؤلاء
۱۔تفسیرابن کثیر،ج۳،ص۴۹۲،تفسیر طبری ج،۲۲ص،۵
۲۔تاریخ مدینةدمشق،ج۱۴،ص۱۴۱ ۳۔مشکلا آثار،ج۱،ص۳۳۶
۴۔تاریخ مدینةدمشق،ج۱۳،ص۲۰۳
۵۔شواہدالتنزیل،ج۲،ص۶۱
۶۔شواہد التنزیل،ج۲،ص۱۳۴
۷۔شواہدالتنزیل،ج۲،ص۱۹
۸۔المستدرک علی الصحیحین،ج۲،ص۴۱۶
أہل بیتی و خاصّتی، فأذہب عنہم الرجس و طہّرہم تطہیراً''، قالہا ثلاث مرّات۔
قالت أُم سلمة - رضی اللّٰہ عنہا -: فأدخلت رأسی إلی الستر فقلت: یا رسول اللّٰہ، و أنا معکم؟ فقال: ''إنّک إلی خیر''مرّتین۔''۱
اس حدیث میں،حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے توسط سے ایک کھانا حاضرکرنے کے بعدپیغمبر اکرم (ص) ان سے فرماتے ہیں کہ تم اپنے شوہر علی اوراپنے بیٹے حسن وحسین علیہم السلام کو بلاؤ اور وہ حضرات تشریف لاتے ہیں۔کھانا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تناول کرتے وقت آیہء تطہیرنازل ہوتی ہے اور پیغمبر خدا (ص) فرماتے ہیں:''خداوندا!یہ میرے اہل بیت اور میرے خواص ہیں۔تو ان سے ہر طرح کی برائی کو دورکر اورانھیں پاک وپاکیزہ رکھام سلمہ کہتی ہیں:میں نے بھی سر اٹھاکر کہا: یارسول اللہ کیامیں بھی آپ کے ساتھ ہوں؟حضرت نے دومر تبہ فرمایا:تم نیکی پر ہو۔
یہ نکتہ قابل غور ہے کہ اگر اس آیہء شریفہ کے مطابق حضرت ام سلمہ''اہل بیت''میں ہوتیں،توآنحضرت (ص) صراحتاًانھیں مثبت جواب دیتے۔لیکن قرآن مجید میں موردتائیدقرار پایا گیاآپکا خلق عظیم ہرگزآپکو اس بات کی اجازت نہیں دیتاکہ آپ ام سلمہ کو صراحتاً منفی جواب دیں۔مذکورہ جملہ جو متعدد احادیث میں آیا ہے،اس نکتہ کے پیش نظر پیغمبر اکرم (ص) کی بیویوں کے ''اہل بیت''کے دائرہ سے خارج ہونے کی واضح دلیل ہے۔

۱۔الدرّالمنثور،ج۶،ص۶۰۳،دارالفکر

۲۔''تنحی فإنّک الی الخیر''کی تعبیر
''عن العوام یعنی ابن حوشب،عن ابن عم لہ قال:دخلت مع أبی علی عائشة...فسألتہا عن علیّ...فقالت:تسألنی عن رجل کان من أحبّ الناس إلی رسول اللہ (ص)وکانت تحتہ ابنتہ وأحبّ الناس إلیہ۔لقد رأیت رسول اللہ (ص)دعا علیّاً و فاطمہ و حسناً وحسیناً - رضی اللہ عنہم - فألقی علیہم ثوباً۔ فقال: اللّہم ہؤلائ أہل بیتی، فأذہب عنہم الرجس و طہّرھم تطہیراً۔ قالت: فدنوت منہم و قلت: یا رسول اللہ، و أنا من أہل بیتک؟ فقال (ص):تنحیّ،فإنّک علی خیر۔''۱
''عوام بن حوشب نے اپنے چچازاد بھائی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا:میں اپنے باپ کے ہمراہ عائشہ کے پاس گیا۔میں نے ان سے علی کے بارے میں سوال کیا۔عائشہ نے کہا:تم مجھ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھتے ہو،جو پیغمبرخدا (ص)کے نزدیک محبوب ترین فردہے۔پیغمبراکرم (ص)کی عزیز ترین بیٹی ان کی شریک حیات ہے۔
میں نے رسول خدا (ص)کو دیکھا کہ آپنے علی وفاطمہ،حسن وحسین)علیہم السلام)کو بلایا اوران کے اوپر ایک کپڑے سے سایہ کیا اورفرمایا:خدا وندا!یہ میرے اہل بیت ہیں۔ان سے برائی کو دور رکھ اورانھیں خاص طور سے پاک وپاکیزہ قرار دے۔عائشہ نے کہا:میں ان کے نزدیک گئی اورکہا:یارسول اللہ! کیا میں آپ کے اہل بیت میں سے ہوں؟فرمایا:تم خیرونیکی پر ہو۔''

۱۔تفسیرابن کثیر،ج۳،ص۲۹۳،دارالمعرفة،بیروت

۳۔''فجذبہ من یدی''کی تعبیر
''...عن أُم سلمة أن رسول اللہ (ص) قال لفاطمة: ایتینی بزوجک و ابنیہ۔ فجائت بہم، فألقی رسول اللہ (ص) علیہم کساءً فدکیّاً ثمّ وضع یدہ علیہم ثمّ قال: اللّہمّ إنّ ہؤلاء اہل محمد - و فی لفظ آل محمد - ، فاجعل صلواتک و برکاتک علی آل محمد، کما جعلتہا علی آل ابراھیم إنّک حمید مجید۔ قالت أُم سلمة...: فرفعت الکساء لأدخل معہم، فجذبہ من یدی و قال: إنّک علی خیر۔''۱
''ام سلمہ سے روایت ہے کہ پیغمبرخدا (ص)نے فاطمہ(سلام اللہ علیہا)سے فرمایا:اپنے شوہراوربیٹوں کومیرے پاس بلاؤ۔فاطمہ (سلام اللہ علیہا) نے انھیں بلایا۔پیغمبرخدا (ص)نے فدکی کساء)ایک لباس جو فدک میں بناتھا)کو ان پر ڈال دیااوراس کے بعد اپنا ہاتھ ان پر رکھ کر فرمایا:
خدا وندا!یہ آل محمدہیں۔تو ان پر درود وبرکتوں کا نزول فرما،جس طرح آل ابراھیم پر ناز ل فرمایا ہے،بیشک تو لائق حمد و ستائش ہے۔
ام سلمہ نے کہا:میں نے کساء کا سرا اٹھایا تاکہ زیر کساء ان کے ساتھ ملحق ہو جاؤں۔پس پیغمبر (ص)نے اسے میرے ہاتھ سے کھینچ لیا اور فرمایا:تم خیر ونیکی پر ہو۔''

۴۔''ماقال:إنّک من اھل البیت''کی تعبیر
''عن عمرة بنت أفعیٰ، قالت: سمعت أُم سلمة تقول: نزلت ہذہ
۱۔الدر المنثورج۶،ص۶۰۴،دارالفکر۔المعجم الکبیر،ج۲۳،ص۳۳۶
الآیة فی بیتی:و فی البیت سبعة: جبریل و میکائیل و رسول اللہ (ص) و علی و فاطمہ و الحسن و الحسین۔ قالت: و أنا علی باب البیت۔ فقلت: یا رسول اللہ، ألستُ من أہل البیت؟ قال:
'' عمرہ بنت افعی سے روایت ہے کہ اس نے کہا: میں نے ام سلمہ سے سنا ہے کہ وہ کہتی تھیں: یہ آیت انّما یرید اللہ لیذھب

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

عنکم الرجس اهل البیت . . .> میرے گھرمیں اس وقت نازل ہوئی ، جب گھر میں سات افراد تھے: جبرئیل ، میکائیل، پیغمبرخدا (ص)،علی وفا طمہ، حسن و حسین)علیہم السلام)۔ام سلمہ نے کہا: میں گھر کے دروازہ کے پاس کھڑی تھی اور میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟ فرمایا: تم نیکی پر ہو، تم پیغمبر کی بیویوں میں سے ہو " اور آپ نے نہیں فرمایا:" تم اہل بیت میں سے ہو۔"

۵۔" لا، وانت علی خیر "کی تعبیر
" عن عطية، عن أبي سعيد، عن أمّ سلمة أن النبيّ (ص)غطّى على عليّ و فاطمہ و حسن وحسين كساءً، ثمّ قال: ہؤلاء أہل بيتى، إليک لا إلى النار . قلت امّ سلمة:فقلت: يا رسول الله، و أنا معہم؟ قال: لا، وأنت على خير"۲
۱۔ مشکل الآثار، ج۱، ص۳۳۳، دارالبازـ تاریخ مدینة دمشق ج ۱۴،صفحہ۱۴۵ دارالفکر
۲ ۔ تاريخ مدينة دمشق، ج۱۳، ص۲۰۶، دارالفکرـ حدیث کی سندیوں:
أخبرنا أبو عبد الله الفراوى و أبو المظفر الفشيرى، قالا: أنا أبوسعد الاديب، أنا أبو عمرو بن حمدان ، و أخبرتنا أمّ المجتبى العلويّہ، قالت: قريئ على إبراہيم بن منصور أنا أبوبكر بن المقرىء قالا:أنا أبوبعلى، نا محمد بن اسماعيل بن أبي سمينة، نا عبدالله بن داوود، عن فضيل عن عطية .
عطیہ،ابی سعید،ام سلمہ سے روایت ہے کہ پیغمبر اکرم (ص)نے ایک کساء کو علی وفاطمہ،حسن وحسین علیہم السلام پر ڈال دیااور فرمایا:خداوندا!یہ میرے
اہل بیت ہیں تیری بار گاہ میں نہ کہ آگ کی طرف۔ام سلمہ نے کہا:میں نے کہا یارسول اللہ! کیامیں بھی ان کے ساتھ)اہل بیت میں شامل)ہوجاؤں؟فرمایا:نہیں ،تم نیکی پر ہو۔"

سندحدیث کی تحقیق:
"ابو عبداللہ فراوی محمدبن فضیل بن احمد" ذہبی کا اس کے بارے میں کہناہے:" شیخ ، امام، فقہ، مفتی، مسند)علم حدیث کے معروف عالم) خراسان اور فقیہ حرم" سمعانی کہتے ہیں: میں نے عبدالرشید طبری سے مرومیں سنا کی وہ کہتے تھے: الفراوی ہزار راویوں کے برابر ہے۔)سیر اعلام النبلاء ج ۱۸، ص۷۳موسسہ الرسالہ) " ابوسعد ادیب کنجرودی"، ذہبی اس کے بارے میں کہتے ہیں: شیخ، فقیہ، امام، ادیب، نحوی طبیب، مسند خراسانی) سیراعلام النبلاء، ج۱۸، ص ۱۰۱) سمعانی اس کے بارے میں کہتے ہیں: " وہ ادیب، فاضل، عاقل، خوش رفتار، باوثوق اورسچاتھا")الانساب ،ج۵، ص۱۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔)
"ابو عمرو بن حمدان" ذہبی اس کے بارے میں کہتا ہے:" شیخ صالح ، قابل وثوق ہے)سیراعلام النبلاء، ج۱۸،ص۷۳)
"ابو بکربن المقری،محمد بن ابراھیم"اس کے بارے میں ذھبی کہتے ہیں:شیخ حافظ اورسچا ہے")سیراعلام النبلاء،ج۱۶،ص۳۹۸)
"ابویعلی"صاحب مسند،احمد بن علی بن مثنی،محدث موصل)سیراعلام النبلاء،ج۱۴۰،ص۱۷۴)
"محمد بن اسماعیل بن ابی سمینہ"ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ابوحاتم وصالح بن محمد سے نقل کیا ہے کہ وہ ثقہ اور قابل اعتماد ہے۔)تہذیب التہذیب،ج۹،ص۵۰،دارالفکر)
"عبداللہ بن داؤد"مزی نے اس کے بارے میں محمد بن سعد سے طبقات میں نقل کیا ہے کہ وہ ثقہ اور عابد تھا)تہذیب الکمال،ج۴،ص۴۵۸)
"فضل بن غزوان"ابن حجر نے اس کے بارے میں کہا ہے:احمداور ابن معین نے کہاہے:وہ ثقہ ہے۔اورابن حبان نے"کتاب الثقات"میں اس کا ذکر کیا ہے۔تہذیب التہذیب،ج۸،ص۲۶۷)"عطیہ)بن سعد)اس کے بارے میں تہذیب التہذیب ج۷،ص۲۰۰سے استفادہ ہوتا ہے کہ:وہ ابن سعد کی طرف سے قابل وثوق قرار پایا ہے۔اورابن معین نے)ایک روایت میں)اسے شائستہ جانا ہے اورعلم رجال کے بعض علماء نے اس کی تعریفیں کی ہیں اوراس کی حدیثوں کی تائید کی ہے اس کا جرح کرنے والے جیسے نسائی جرح کرنے میں سخت گیر ہیں اہل سنت کے اہل فن ودرایت اور علم حدیث کے علماء جیسے تہانوی نے کتاب"قواعدفی علوم الحدیث"ص۱۱۷ میں،اس قسم کی جرح کرنے والے افراد کونا قابل اعتبار جانا ہے اورعطیہ ان افراد میں سے ہیں کہ جنھیں امیرالمؤمنین علی بن ابیطالب کے خلاف سب وشتم سے انکار کرنے پر حجاج کی طرف سے چارسو کوڑے مارے گئے ہیں جودین کے معاملہ میں اس طرح ثابت قدم اورپائیدار ہو،وہ کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا ہے۔ممکن ہے اہل رجال کی اس کے بارے میں جرح و تنقیداس کے شیعہ ہونے کی وجہ سے ہو۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۶۔"فواللہ ما انعم"کی تعبیر
"...عن الأعمش عن حکیم بن سعدقال:ذکرنا علیّ بن أبی طالب - رضی اللّٰہ عنہ - عندأُمّ سلمۃ!قالت:فیہ نزلت:!
"قالت:أُم سلمۃ:جاء النبیّ(ص) إلی بیتی...فجلّلہم نبیّ اللّٰہ بکساء...فنزلت ہذہ الآیۃ...فقلت:یارسول اللّٰہ، وأنا؟ قالت:فواللّٰہ ماأنعم، وقال:إنّک إلی خیر۔"۱
اس حدیث میں،پیغمبراسلام (ص)نے جب علی وفاطمہ،حسن وحسین (علیہم السلام) کو کساء کے نیچے قرار دیا پھر آیہء تطہیر نازل ہوئی۔ام سلمہ نے سوال کیا:یارسول اللہ !کیا میں بھی ہوں ؟لیکن انھوں نے مثبت جواب نہیں سنا،پریشان ہوئیں اوراپنی پریشانی کاان الفاظ میں اظہار کیا:"فواللہ،ماأنعم"یعنی:خدا کی قسم پیغمبرخدا (ص)نے نہیں فرمایا:"ہاں"بلکہ صرف یہ فرمایا:"تم نیکی پر ہو۔"

۷۔"مکانک،انت علی خیر"کی تعبیر
"...عن شہر بن حوشب، عن أُم سلمۃ:إن رسول اللّٰہ (ص)۔أخذ ثوباً فجلّلہ علی علیّ وفاطمۃوالحسن والحسین۔ ثمّ قرأت ہذہ الآیۃ:قالت:فجئت لأدخل معہم، فقال:مکانک،أنت علی

۱۔جامع البیان طبری،ج۲۲،ص۷،دارالمعرفۃ،بیروت۔تفسیرابنکثیرج۳ص۴۹۳،دارالمعرفۃ،بیروت
خیر"۱
اس حدیث میں ام سلمہ کہتی ہیں:پےغمبر خدا (ص) نے علی وفاطمہ،حسن و حسین)علیہم اسلام)کو اےک پارچہ کے نےچے قرار دیا اور اس کے بعد آیہ تطہیر ک قرات فرمائی۔ جب میں اس پارچہ کے نزدےک گئی تا کہ اس کے نےچے داخل ہو جاوں،تو آنحضرت (ص) نے فرمایا: اپنی جگہ پر بےٹھی رہو،تم خیر و نےکی پر ہو۔
۱۔تاریخ مدینۃ دمشق،ج۱۴،ص۱۴۱،دارالفکر۔اس حدیث کی سند یوں ہے:"أخبرنا أبوطالب بن أبی عقیل: أنا أبو الحسن الخلعی: أنا أبو محمد النحاس:أنا أبوسعید بن الآعرابی:ناأبو سعید عبدالرحمن بن محمدبن منصور:ناحسین الآشقر:نا منصور بن أبی الآسود،عن الآعمش،عن حبیب بن أبی ثابت ،عن شہر بن حوشب،عن أُم سلمۃ..."
سند کی تحقیق:"ابوطالب بن ابی عقیل بن عبدالرحمن ذہبی "نے اسے ایک دیندار بزرگ جانا ہے۔)سیراعلامالنبلاء،ج۲۰،ص۱۰۸،موسۃالرسالۃ)
"ابوالحسن الخلمی علی بن الحسین"ذہبی نے اس کی شیخ امام،فقیہ،قابل اقتداء اور مسند الدیار المصریۃ جیسے القاب سے تعریف کی ہے)سیراعلام النبلاء،ج۱۹،ص۷۴)
"ابومحمد النحاس اورذہبی"کا اس کے بارے میں کہنا ہے:شیخ امام،فقیہ،محدث، سچا اورمسندالدیار المصریہ تھا)سیر اعلام النبلاء ج۱۷،ص۳۱۳)
"ابو سعیدابن ا لآعرابی احمد بن محمدبن زیاد"اورذہبی نے اس کے بارے میں یہ تعبیرات استعمال کی ہیں:امام،محدث،قدوۃ)یعنی رہبری اور قیادت کے لئے شائستہ)سچا،حافظ اور شیخ الاسلام)سیر اعلام النبلاء ج۱۵،ص۴۰۷
"ابوسعید عبدالرحمن بن محمد بن منصور"ابن حبان نے کتاب الثقات ج۸،ص۳۸۳ موسۃالکتب الثقافیۃ میں اس کا نام لیا ہے۔
"حسین ا لآشقرالغزاری"ابن حبان نے اس کا نام کتاب الثقات میں لا یا ہے ۔اور احمدبن حنبل نے اس کے بارے میں کہا ہے:وہ میرے نظر میں جھوٹ بولنے والوں میں سے نہیں ہے اورابن معین سے اس کے سچے ہو نے کے بارے میں سوا ل کیا ۔اس نے جواب میں کہا:جی ہاں)تہذیب التہذیب،ج۲ ص۹۱ دارالفکر)
اس کے بارے میں بعض مذمتیں کی گئی ہیں،وہ اس کے مذہب کے بارے میں ہیں اورحجت نہیں ہیں۔"منصور بن ابی ا لآسود"ابن حجر نے اس توثیق)مورد اعتماد ہونے)کو ابن معین سے نقل کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں)مورد اعتماد افراد کے زمرہ میں ذکر کیا ہے۔)تہذیب التہذیب ،ج،۱۰ ص۲۷۱،دارالفکر،
"الآعمش" کے موثق اورسچے ہو نے میں کلام نہیں ہے اورصحیح بخاری وصحیح مسلم میں اس سے کا فیاحادیث نقل کی گئی ہیں اور اس کی راستگوئی کا یہ عالم تھا کہ بعض اہل سنت علمائے حدیث نے اس کے سچے ہو نے کومصحف سے تشبیہ دیدی ہے)تہذیب التہذیب ج،۴،ص۱۹۶،دارالفکر
"حبیب بن ابی ثابت"اس کے موثق اور راستگو ہو نے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے اور صحاح میں اس سے بہت ساری حدیثیں نقل ہوئی ہیں)تہذیب التہذیب ج۲،ص۱۵۶)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

''شہر بن حوشب''ابن حجر نے،معین،عجلی اور یقوب بن شیبة سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اسے موثق)قابل اعتماد وثوق) تعبیر کیا ہے)تہذیب التہذیب ج۴،ص۳۲۵،دارالفکر۔)
اےک دوسری حدیث میں یہ تعبیر نقل ہوئی ہے:''أنت بمکانک وانت خیر''۱ اےک اور تعبیرمیں آیا ہے ''اجلسی مکانک، فانک علی خیر'' ۲ اپنی جگہ پر بیٹھی رہو،تم خیر پر ہو۔

۸۔'' فوددت أنة قال :نعم''کی تعبیر
''عن عمرة الهمد انیة قالت: أتیت أ مّ سلمة فسلمت علیها،فقالت: من أنت ؟ فقلت :عمرة: یا أم المومنین أخبرینی عن هذا الرّجل الذّی قتل بین اظهرنا، فمحبٌ و مبغض۔ ترید علیّ بن أبی طالب۔ قالت أمّ سلمة:أتحبّینہ أم تبغضیبہ؟ قالت ما أحبّہ ولا أبغضہ فأنزل الله هذه الآیة إلی آخرها، ومافی البیت إلا جبرئیل ورسول الله (ص)۔ وعلیّ وفاطمہ و الحسن والحسین۔ علیهم السلام۔ فقلت : یا رسول الله، أنا من أهل البیت؟ فقال: إنّ لک عنداللهخیراً، فوددت أنہ قال: ''نعم'' فکان أحبّ إلی من تطلع علیہ الشمس و تغربہ''۳
'' عمرہ ہمدانیہ سے روآیت ہے کہ اس نے کہا : میں ام سلمہ کی خدمت میں گئی اور ان سے سلام کیا: انہوں نے پو چھا : تم کون ہو؟ میں نے کہا: میں عمرہ ہمدانیہ ہوں۔ عمرہ نے ام سلمہ سے کہا:اے ام المئومنین . مجھے اس شخص کے بارے میں کچھ بتایئے جسے کچھ مدت پہلے قتل کردیا گیا)مرادعلی بن ابےطالب علیہ السلام ہیں) بعض لوگ انھیں دوست رکھتے ہیں اور بعض دشمن۔
ام سلمہ نے کہا: تم انھیں دوست رکھتی ہو یا دشمن؟ عمرہ نے کیا: میں نہ انھیں دوست
۱۔ تارےخ مدینہ دمشق ،ج ۱۴،ص۱۴۵، دارالفکر ۲۔شواہد التنذیل، ج۲،ص۱۱۹
۳۔مشکل الا ثار،ج۱، ص۳۳۶، طبع مجلس دائرة المعارف النظامیہ بالهند
رکھتی ہوں اور نہ دشمن) بظاہر یہاں پر آیہ تطہیر کے نزول کے بارے میں چند جملے چھوٹ گئے ہیں اور اس کے بعدکی عبارت یہ ہے) اور خداوند متعال نے یہ آیت اس حالت میں نازل فر مائی کی جب گھر میں جبرئل، پےغمبر خدا (ص)، علی وفاطمہ، حسن و حسین)علیہم السلام) کے علاوہ کوئی موجود نہ تھا۔
میں نے کہا: یا رسول الله: کیا میں اہل بیت میں ہوں؟ آنحضرت (ص)نے فرمایا: تیرے لئے خدا کے پاس خیر و نےکی کی صورت میں جزا ہے۔
میری آرزو یہ تھی کہ)میرے سوال کے جواب میں) آنحضرت (ص) فرماتے: ''جی ہاں'' اور وہ میرے لئے اس سے بہتر تھا جس پر سورج طلوع و غروب کرتا ہے۔''

''فتنحّی لی عن أهل بیتی'' کی تعبیر
'' . . . عن ابی المعدل عطیة الطفاوي عن أبیہ، أنّ امّ سلمة، حدثتة قالت:بینارسول الله (ص) في بیتي، إذقال الخادم : إن علیا وفاطمہ بالسدَّة: قالت: فقال لي: قومیفتنحّي لیعن أهل بیتي فد خل عليّ و فاطمة و معهما الحسنوالحسین قالت: فقلت و أنا یا رسول الله؟ فقال: وأنت''۱
اس حدیث میں ام سلمہ سے روآیت ہے، انھوں نے کہا : رسول خدا (ص)میرے گھر میں تشریف فرما تھے کہ خادم نے کہا: علی اور فاطمہ)علیہماالسلام) دروازہ پرہیں۔ پےغمبر (ص) نے فرمایا: اٹھو اور میرے اہل بیت سے دور ہو جاؤ اس کے بعد علی او رفاطمہ حسن اور حسین (علیہم السلام) داخل ہوئے اور پےغمبر (ص) نے
۱۔ تارےخ مدینة دمشق، ج ۱۳،ص۲۰۳۔۲۰۲،دارلفکر
ان کے حق میں دعا کی: '' خدا وندا! میرے اہل بیت تیری طرف ہیں نہ کہ آگ کی طرف ''ام سلمہ نے کہا: یا رسول الله ! میں بھی ؟فرمایا: تم بھی۔
واضح ر ہے کہ پےغمبر خدا (ص) پہلے ام سلمہ کو)حدیث میں)اپنے اہل بیت کے مقابلہ میں قرار دیتے ہیں جو ان کے اہل بیت سے خارج ہو نے کا واضح ثبوت ہے۔ اس کے بعد انھیں دعا میں ےعنی آگ سے دور رہنے میں شرےک فرما تے ہیں۔

۱۰۔''إنک لعلی خیر، ولم ید خلنی معهم''کی تعبیر
'' . . . عن العوام ین حوشب، عن جمےع: التیمی انطلقت مع امّي، إلی عائشة، فد خلت أمّي، فذهبت لأدخل فحجتني، و سألتها أمّي عن عليّ فقالت: ماظنّک بر جل کانت فاطمة والحسن و الحسین إبناه، و لقد رآیت رسول الله التفع علیهم بثوب و قال: ''اللّهم هولائ أهلیأذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهیراً'' قلت: یا رسول الله، ألست من أهلک؟ قال:'' انّک لعلی خیر''،''لم ید

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

خلنیمعهم"١

"جمےع تیمی سے روآیت ہے کہ اس نے کہا: میں اپنی والدہ کے ہمراہ عائشہ کے پاس گیا . . . میری والدہ نے ان سے علی)علیہ السلام) کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے جواب میں کہا: تم کیا خیال کرتی ہو اس شخص کے بارے میں جس کی شرےک حیات فاطمہ (علیہماالسلام) اورجس کے بیٹے حسن و حسین)علیہماالسلام) ہوں۔میں نے دےکھا کہ پیغمبر (ص) نے اےک کپڑے کے ذریعہ ان پر سایہ کیا اور فرمایا: یہ میرے اہل بیت ہیں۔ خداوندا! ان سے برائی کو دور رکھ اور انہیں خاص

١۔شواھدالتنزیل،ج٢،ص۶٢۔۶١

طریقہ سے پاک و پاکےزہ قرار دے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے اہل سے نہیں ہوں؟ فرمایا: تم نےکی پر ہو۔ اور مجھے ان میں داخل نہیں کیا۔

١١۔"فواللّٰہ ماقال :انت معھم"کی تعبیر

"۔۔۔عن اُم سلمة۔۔۔ فجمعہم رسول اللّٰہ حولہ و تحتہ کسائ خیبریّ، فجلّلہم رسول اللّٰہ جمیعاً، ثمّ قال: اللّہمّ ہؤلاء أہل بیتی فأذہب عنہم الرجس وطہّرہم تطہیراً۔ فقلت: یارسول اللّٰہ،وأنا معہم؟ فواللّٰہ ما قال: "و أنت معہم" و لکنّہ قال: " إنّک علی خیر و إلی خیر" فنزلت علیہ:١

"اس حدیث میں بھی کہ جو ام سلمہ سے روایت ہے،پیغمبراکرم (ص)نے علی و فاطمہ،حسن وحسین(علیہم السلام) کو کساء کے نیچے قراردیااوران کے حق میں دعاکی۔ام سلمہ نے کہا:یارسول اللہ! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟)چونکہ مثبت جواب نہیں سنا اس لئے کہا:)خدا کی قسم آپ نے نہیں فرمایا:"تم بھی ان کے ساتھ ہو"لیکن فرمایا:"تم نیکی پر ہواورنیکی کی طرف ہو"۔اس کے بعد آیہء نازل ہوئی۔"

١٢۔إنّک لعلی خیر،وھؤلائ اھل بیتی"کی تعبیر

"۔۔۔عن عطائ بن یسار،عن اُمّ سلمة ۔رضی اللّٰہ عنہا ۔ أنّہا قالت: فی بیتی نزلت ہذہ الآیة: فأرسل رسول اللّٰہ (ص)إلی علی و فاطمة والحسن والحسین

١۔شواھد ا لتنزیل،ج٢،ص١٣۴۔١٣٣

۔۔۔ فقال: اللّہمّ ہؤلائ أھل بیتی۔ قالت اُمّ سلمة: یارسول اللّٰہ،ماأنامن أھل البیت ؟قال:إنّک لعلی خیر،وہؤلائ أہل بیتی اللّٰھمّ أہلی أحق۔"ھذا حدیث صحیح علی شرط البخاری،ولم یخرجاہ۔١

یہ حدیث بھی ام سلمہ نے روایت کی ہے کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)نے علی وفاطمہ ،حسن وحسین) علیہم السلام)کو بلاوابھیجا اوران کے آنے کے بعد فرمایا:

خدا وندا!یہ میرے اہل بیت ہیں ۔ام سلمہ نے کہایا رسول اللہ!کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟فرمایا:تم خیر ونیکی پر ہواوریہ میرے اہل بیت ہیں۔خداوندا!میرے اہل بیت سزاوار تر ہیں۔

حدیث کو بیان کرنے کے بعدحاکم نیشاپوری کا کہنا ہے:بخاری کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے،لیکن اس نے اسے ذکر نہیں کیا ہے۔

درعلی و فاطمہ پر آیہء تطہیر کی تلاوت

بعض حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ پیغمبرخداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرروزصبح یاروزانہ نماز پنچگانہ کے وقت در علی و فاطمہ) علیہما السلام) پر آکر آیہء تطہیرکی تلاوت فرماتے تھے۔یہ حدیثیں بھی چند مختلف گرہوں میں منقسم ہیں کہ موضوع کے طولانی ہو نے کے باعث ہم صرف ان کے عنا وین کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

بعض احادیث دلالت کرتی ہیں کہ یہ کام ایک ماہ٢ تک جاری رہا اور بعض احادیث اس

١۔المستدرک علی الصحیحین،تفسیر سورئہ احزاب ،ج٢،ص۴١۶،دارالمعرفة،بیروت

٢۔مندابی داؤد طیالسی ،ص٢٧۴،دارالکتاب ا للبنانی

کی مدت چالیس١ روز، بعض چھ مہینے، ٢ بعض سات مہینے٣،بعض آٹھ مہینے۴،بعض نو مہینے۵،بعض د س مہینے اوربعض احادیث میں اس کی مدت سترہ مہینے۶ بتائی گئی ہے۔

ان احادیث کے بارے میں دو نکتے قابل توجہ ہیں:

١ یہ حدیثیں) کہ ہرایک ان میں سے ایک خاص مدت کی طرف اشارہ کرتی ہے) ایک دوسرے سے منافات نہیں رکھتی ہیں کیونکہ ہرصحابی جتنی مدت آنحضرت صلی للہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا،اس نے اسی مدت کو بیان کیا ہے اوراحیاناً

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اگرایک صحابی نے دومختلف احادیث میں دو مختلف مدتیں بیان کی ہیں،تو ممکن ہے اس نے ایک مرتبہ کم مدت اوردوسری مرتبہ زیادہ مدت کا مشاہدہ کیا ہوگا۔
مثلاً ابوالحمراء نے ایک حدیث میں مذکورہ مدت کو چھ مہینے اوردوسری حدیث میں سات مہینے اورتیسری حدیث میں آٹھ مہینے،یادس مہینے یاسترہ مہینے کی مدت بیان کی ہے ان میں سے کوئی حدیث بھی ایک دوسرے سے منافات نہیں رکھتی ہے۔
۲۔پیغمبرخدا (ص) کا اتنی طولانی مدت تک اس عمل کاپے درپے انجام دینا اس حقیقت کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے کہ لفظ"اہل بیت کہ"جو اس وقت عرفی معنی میں استعمال ہوتا تھا اب اس کے جدید اوراصطلاحی معنی میں یعنی علی وفاطمہ،حسن وحسین علیہم السلام کے لئے یا
۱۔مجمع الزوئد ،ج۹،ص۲۶۴،ح۱۴۹۸۷،دارالفکر۔الدرالمنثور ج۶،ص۶۰۶شواہدالتنزیل ،ج۲،ص۴۴،موسة الطبع والنشر لوزرارة الارشاد الاسلامی
۲۔جامع البیان طبری، ج۲۲، ص۵۔۶، دارالمعرفة،بیروت۔مجمع الزوائد، ہیثمی ،ج۹، ص۲۶۶، ح۱۴۹۸۵۔انساب الاشراف،ج۲،ص۳۵۴۔۳۵۵ دارالفکر،المنتخب من مسند احمد،ج ۳،ص۴۹۲، دارالمعرفة،بیروت اوردوسری کتابیں۔
۳۔جامع البیان ،طبری،ج۲۲،ص۶،دارالمعرفة،بیروت۔تفسیر ابن کثیر،ج۳ ص۲۹۲،دارالمعرفة، بیروت۔ فتح القدیر،ج۴،ص۳۵۰،دارالکتب العلمیہ،بیروت
۴۔الدرالمنثور،ج۵،ص۶۱۳،وج۶،ص۶۰۶،دارالفکر۔
۵۔المنتخب من مسند بن حمید،ص۱۷۳،عالم المکتب۔ذخائر المقبی ص۲۵،موسةالوفاء، بیروت۔
الدرالمنثور،ج۶،ص۶۰۲،دارالفکر۔شوھدالتنزیل، ج۲،ص۲۷
۶۔مجمع الزوائد،ج۹،ص۲۶۷،ح۱۴۹۸۶،دارالفکر،شواھد التنزیل ،ج۲،۸۷
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضمیمہ کے ساتھ استعمال ہو کردر حقیقت ایک نئی حالت پیدا کرچکا ہے۔اس لفظ کے بارے میں یہ انتہائی مہم نکتہ آیہء تطہیر کے ذیل میں بیان کی گئی تمام احادیث مثلاًحدیث ثقلین وحدیث سفینہ اوران جیسی دوسری حدیثوں میں بہت زیادہ روشن و نمایاں ہے۔
آیہء تطہیر کا پنجتن پاک (علیہم السلام) کے بارے میں نازل ہونا
احادیث کا ایک اورگروہ ہے جن میں آیہء تطہیر کے نزول کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،علی وفاطمہ،حسن وحسین علیہم السلام کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ان میں سے بعض احادیث میں یہ مطلب خود پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے،جیسے یہ حدیث:
"--- عن ابی سعید الخدری قال: قال رسول اللّٰہ (ص)نزلت ہذہ الآیة فی خمسة:فیّ و فی علی و حسن وحسین وفاطمة ---۱
۱۔جامع لبیان ،طبری،ج۲۲،ص۵،دارالمعرفة۔بیروت میں اس حدیث کی سند یوں ہے:حدثنی محمد بن المثنی قال:ثنابکر بن یحیی بن زبان العنزی قال:ثنا)حدثنا) مندل،عن الأعمش عن عطیة عن أبی سعید الخدری۔
اس سند میں "بکر بن یحیی بن زبان" ہے۔چنانچہ ان کا نام تہذیب التہذیب،۱،ص۴۲۸ دارالفکر،میں درج ہے۔ابن حبان نے اسے "کتاب ا لثقات")جس میں ثقہ راوی درج کئے گئے ہیں)میں درج کیا ہے۔
ابن حجر نے"مندل")بن علی) کے بارے میں تہذیب التہذیب ،ج۱۰،ص۲۶۵،میں ذکر کیا ہے کہ یعقوب بن شیبہ اوراصحاب یحیی)بن معین)اور علی بن مدینی نے اسے حدیث میں ضعیف جانا ہے جبکہ وہ خیّر،فاضل اور راستگوہیں اوراسی کے ساتھ ساتھ وہ ضعیف الحدیث بھی ہیں ۔اس بیان سے واضح طور پر معلو م ہو تا ہے کہ جومذمتیں اس کے بارے میں ہوئی ہیں وہ اس کی احادیث کے جہت سے ہے اورجیسا کہ عجلی نے اس کے بارے میں کہا ہے،۔اس کے شیعہ ہونے کی وجہ سے ہیں۔
حدیث کا ایک اورراوی"اعمش")سلیمان بن مہران) ے کہ اس کے موثق ہونے کے بارے میں رجال کی کتا بوں میں کافی ذکرآیا ہے،من جملہ یہ کہ وہ راستگوئی میں مصحف کے مانند ہے)تہذیب التہذیب،ج۴،ص۱۹۶،دارالفکر)
حدیث کا ایک اورراوی "عطیہ بن سعد عرفی"ہے کہ اس کے بارے میں "لا و انت علی خیر" کی تعبیر کی تحقیق کے سلسلہ میں بیان کی گئی ۔
---ابی سعید خدری سے رایت ہے کہ پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)نے فرمایا: یہ آیت پنجتن پاک(علیہم السلام) کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جس سے مرادمیں،علی ،حسن،حسین اورفاطمہ)علیہم السلام)ہیں۔
دوسری احادیث میں بھی ابوسعید خدری سے ہی روایت ہے اس نے اس آیت کے نزول کو پنجتن پاک علیہم السلام سے مربوط جانا ہے۔جیسے یہ حدیث :

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

”عن أبی سعید قال: نزلت الآیة فی خمسة نفر - و سمّاہم - فی رسول اللّٰہ و علیّ و فاطمة و الحسن و الحسین علیہم السلام“۱
ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ اس نے کہا:آیہء پانچ افراد کے بارے میں نازل ہوئی ہے:رسول اللہ (ص)علی وفاطمہ،حسن وحسین (علیہم السلام) “
ابوسعید خدری سے اورایک روایت ہے کہ)عطیہ نے)کہا:میں نے اس سے سوال کیا:اہل بیت کون ہیں؟)ابوسعید نے جواب میں)کہا:اس سے مراد پیغمبر (ص)، علی وفاطمہ،حسن وحسین(علیہم السلام) ہیں۔۲
اس سلسلہ کی بعض احادیث ام سلمہ سے روایت ہوئی ہیں کہ آیہء شریفہ پنجتن پاک کے بارے میں نازل ہوئی ہے،جیسے مندرجہ ذ یل حدیث:
”... عن أم سلمة قالت: نزلت ہذہ الآیة فی رسول اللّٰہ(ص) و علیّ و فاطمة و حسن و حسین - علیہم السلام - :۳
۱۔تاریخ مدینةدمشق،ج۱۳،ص۲۰۶،دارالفکر
۲۔تاریخ مدینة دمشق،ج۱۳،ص۲۰۷،دارالفکر ۳۔تاریخ مدینة دمشق،ج۱،ص۳۳۲
”ام سلمہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا:یہ آیت)آیہء تطہیر) پیغمبر خدا (ص) علی و فاطمہ ،حسن و حسین)علیہم السلام)کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔“
آیہء تطہیر اوراس سے مربوط احادیث کے بارے میں دونکتے
اس سلسلہ میں مزید دواہم نکتے قابل ذکر ہیں:
۱۔اب تک جوکچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے یہ مطلب واضح ہوجاتا ہے کہ لفظ ”اہل بیت“میں ”بیت“سے مراد رہائشی بیت)گھر) نہیں ہے۔کیونکہ بعض افرادجیسے:ابی الحمراء، واثلہ،ام ایمن اورفضہ اس گھر میں ساکن تھے،لیکن ان میں سے کوئی بھی”اہل بیت“کی فہرست میں شامل نہیں ہے۔
نیزاس کے علاوہ”بیت“سے مراد نَسَب بھی نہیں ہے ۔کیونکہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا عباس ا وران کے فرزند،جن میں بعض نَسَب کے لحاظ سے علی علیہ السلام کی نسبت پیغمبرصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب تھے وہ بھی اہل بیت میں شامل نہیں ہیں)البتہ عباس کے بارے میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ سوالات کے باب میں اس پر بحث کریں گے)۔
بلکہ اس بیت)گھر)سے مرادنبوت کا”بیت“ہے۔کہ جس مینصرف ”پنجتن آل عبا داخل“ہیں اور وہ اس بیت)گھر)کے اہل اورمحرم اسرار ہیں۔اس سلسلہ میں آیہء شریفہ۱ نور خدا ان گھروں میں ہے جن کے بارے میں خداکی طرف سے اجازت ہے کہ ان کی بلندی کا اعتراف کیا جائے اوران میں خدا کانام لیا جائے)کے ذیل میں بیان کی گئی سیوطی ۲کی درجہ ذیل حدیث قابل توجہ ہے:
” أخرج ابن مردویہ عن أنس بن مالک و بریدہ قال: قرأ رسول اللّٰہ ہذہ الآیة:< فی بیوت أذن اللّٰہ أن ترفع> فقام إلیہ رجل
۱۔سورئہ نور/۳۶
۲۔الدرالمنثور،ج۶،ص۲۰۲،دارالفکر
فقال قال: أیّ بیوتٍ ہذہ یا رسول اللّٰہ؟ قال: بیوت الأنبیاء فقام إلیہ أبوبکر فقال: یا رسول اللّٰہ ہذا البیت منہا؟ البیت علی وفاطمة؟ قال: نعم من أفا ضلہا۔“
”ابن مردویہ نے انس بن مالک اوربریدہ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر (ص) نے اس آیت:< فی بیوت اُذن اللہ ...>کی قرأت فرمائی۔ایک شخص نے اٹھ کرسوال کیا:یہ جوبیوت)گھر)اس آیت میں ذکر ہوئے ہیں ان سے مرادکونسے گھر ہیں؟ پیغمبر اکرم (ص) نے جواب میں فرمایا:انبیاء)علیہما السلام)کے گھر میں۔ابوبکراٹھے اورکہا:یارسول اللہ!کیا ان میں علی و فاطمہ)علیہا السلام)کا گھر بھی شامل ہے؟ آنحضرت (ص)نے فرمایا:جی ہانوہ ان سے برتر ہے۔“
۲۔ان احادیث پر غورو خوض کرنے سے واضح ہوجاتا ہے کہ ان میں ایک حصر کا استعمال کیا گیاہے اور وہ حصر،حصراضافی کی ایک قسم ہے۔یہ حصر پیغمبراکرم (ص)کی بیویوں اورآپکے دوسرے ر شتہ داروں)جیسے عباس اوران کے فرزندوں)کے مقابلہ میں ہے یہ حصران احادیث کے منافی نہیں ہے،جن میں اہل بیت سے مراد چودہ معصومین علیہم السلام یعنی پیغمبر،علی وفاطمہ،حسن وحسین اوراوردوسرے نوائمہ معصومین)علیہم السلام)کو لیا گیا ہے ۔اول خودآیہء تطہیر کی دلیل سے کہ اس میں صرفپر اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ موضوع کا عنوان”اہل بیت“قراردیاگیا ہے۔ حدیث کساء میں صرف پنجتن پاک کا زیرکساء آنااورپیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط سے ان کے لئے دعا کیا جا نا اس بناپر تھا کہ اس وقت اس محترم خاندان سے صرف یہی پانچ افراد موجود تھے ورنہ شیعوں کے تمام ائمہ معصومین علیہم السلام،من جملہ حضرت مہدی علیہ السلام”اہل بیت“ کے مصداق ہیں۔
چوتھے امام حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک حدیث میں اپنے آپ کو”اہل بیت“کا مصداق جانتے ہوئے آیہء

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تطہیر سے استناد کیا ہے۔۱نیزشیعہ واہل سنت سے حضرت مہدی) عج) کے بارے میں نقل کی گئی بہت سی احادیث کے ذریعہ ان کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں شمار کیاگیا ہے۔۲
حدیث ثقلین)جس کے معتبر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے نیز متواتر ہے)میں پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید اوراپنے اہل بیت کے بارے میں فرمایا ہے:
''...فانّہا لن یفترقا حتی یردا علیّ الحوض ۳''
''یہ دو)قرآن مجیداوراہل بیت) ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک حوض کوثرپر مجھ سے ملیں گے۔''
اس بیان سے استفادہ ہوتا ہے قرآن مجید اور اہل بیت کے در میان لازم و ملزم ہو نے کا رابطہ قیامت تک کے لئے قائم ہے اور یہ جملہ اہل بیت کی عصمت پردلالت کر تا ہے اور اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ہرزمانے میں اہل بیت طاہرین میں سے کم ازکم ایک شخص ایسا موجود ہوگا کہ جو اقتداء اور پیروی کے لئے شائستہ وسزاوار ہو۔
اہل سنت کے علماء میں بھی بعض ایسے افراد ہیں کہ جنہوں نے حدیث ثقلین سے استد لال کرتے ہوئے اس مطلب کی تائید کی ہے کہ ہرزمانہ میں اہل بیت معصومین (ع)میں سے کوئی نہ کوئی ضرور موجود ہوگا۔۴
جن احادیث میں اہل بیت کی تفسیرچودہ معصومین(ع)سے کی گئی ہے،ان میں سے ہم
۱۔تفسیر ابن کثیر،ج۳،ص۴۹۳
۲۔کتاب منتخب الاثر کی طرف رجوع کیا جائے۔
۳۔حدیث کے مختلف طریقوں سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے ''کتاب اللہ واہل البیت فی حدیث الثقلین''کی طرف رجوع کیا جائے۔
۴۔جواھر العقدین،سمھودی،ص۲۴۴،دارالکتب العلمیہ البیروت۔''الصواعق المحرقۃ'' فصل ''اہل بیت حدیث ثقلین میں''ابن حجر۔
ایک ایسی حدیث کو نمونہ کے طور پر پیش کررہے ہیں،جس کو شیعہ۱اورسنی دونوں نے نقل کیا ہے:
ابراھیم بن محمد جوینی نے ''فرائد السمطین۲''میں ایک مفصل روایت درج کی ہے۔چونکہ یہ حدیث امامت سے مربوط آیات کی تفسیر کے سلسلہ میں دوسری کتابوں میں درج کی گئی ہے، اس لئے ہم یہاں پر اس سے صرف آیہء تطہیر سے مربوط چند جملوں کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔
اس حدیث میں حضرت علی علیہ السلام مہاجر وانصار کے بزرگوں کے ایک گروہ کے سامنے اپنے فضائل بیان کرتے ہوئے اپنے اوراپنے اہل بیت کے بارے میں نازل ہوئی قرآن مجید کی چندآیتوں کی طرف اشارہ فرماتے ہیں،من جملہ آیہء تطہیرکی طرف کہ اس کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام نے یوں فرمایا:
''...أیّہاالنّاس أتعلمون أنّ اللّٰہ أنزل فی کتابہ:< إنّما یرید اللّٰہ لیذہب عنکم الرجس أہل البیت و یطہّرکم تطہیراً> فجمعنی و فاطمۃ و ابنیّ الحسن و الحسین ثمّ ألقی علینا کساءً و قال: اللّٰہمّ ہؤلاء أھل بیتی و لحمی یؤلمنی ما یؤلمہم، و یؤذینی ما یؤذیہم، و یحرجنی ما یحرجہم، فأذہب عنہم الرجس و طہّرہم تطہیراً۔
فقالت أُمّ سلمۃ: و أنا یا رسول اللّٰہ؟ فقال: أنت إلی خیر إنّما أُنزلت فی)و فی ابنتی) و فی أخی علیّ بن أبی طالب و فی ابنیَّ و

۱۔کمال الدین صدوق،ص۲۷۴
۲۔مؤلف اور کتاب کے اعتبار کے بارے میں تفسیر آیہء ''اولوالامر''کا آخر ملاحظ ہو۔
فی تسعۃ من ولد ابنی الحسین خاصّۃ لیس معنا فیہا لأحد شرک۔
فقالوا کلّہم: نشہد أنّ أمّ سلمۃ حدّثتنا بذلک فسألنا رسول اللّٰہ فحدّثنا کما حدّثتنا أمّ سلمۃ...۱''
''اے لوگو!کیا تم جانتے ہو کہ جب خدا وند متعال نے اپنی کتاب سے آیہء: کو نازل فرمایا پیغمبر اکرم (ص)نے مجھے،فاطمہ اورمیرے بیٹے حسن وحسین)علیہم السلام)کوجمع کیا اور ہم پر ایک کپڑے کا سایہ کیا اورفرمایا:خداوندا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔جس نے انہیں ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا اورجس نے انہیں اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی ہے جس نے ان پرسختی کی اس نے گویا مجھ پر سختی کی ۔)خدا وندا!)ان سے رجس کو دور رکھ اورانہیں خاص طورپرپاک وپاکیزہ قرار دے۔
ام سلمہ نے کہا:یارسول اللہ!میں بھی؟)رسول خدا (ص)نے)فرمایا:تم خیر ونیکی پرہو، لیکن یہ آیت صرف میرے اورمیری بیٹی)فاطمہ زہرا)میرے بھائی علی بن ابیطالب(علیہ السلام) اور میرے فرزند) حسن و حسین علیہما السلام) اور حسین (علیہ السلام)کی ذریت سے نوائمہ معصومین کے بارے میں نازل ہوئی ہے اورکوئی دوسرااس آیت میں ہمارے ساتھ شریک نہیں ہے ۔اس جلسہ میں موجود تمام حضار نے کہا:ہم شہادت دیتے ہیں کہ ام سلمہ نے ہمارے سامنے ایسی حدیث بیان کی ہے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اورہم نے خود پیغمبر (ص) سے بھی پوچھا توانھوں نے بھی ام سلمہ کے مانند بیان فرمایا۔‘‘

۱۔فرائد السمطین،ج۱،ص۳۱۶،موسۃالمحمودی للطباعۃ والنشر،بیروت

آیہء تطہیرکے بارے میں چند سوالات اور ان کے جوابات
اس بحث کے اختتام پر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ آیہء تطہیر کے بارے میں کئے گئے چند سوالات کے جوابات پیش کریں:

پہلاسوال
گزشتہ مطالب سے جب یہ معلوم ہوگیا کہ اس آیہء کریمہ میں ارادہ سے مرادارادہ تکوینی ہے۔اگرارادہ تکوینی ہوگا تو یہ دلالت کرے گا کہ اہل بیت کی معنوی طہارت قطعی اورناقابل تغیر ہے۔کیا اس مطلب کو قبول کرنے کی صورت میں جبر کا قول صادق نہیں آتا ہے؟

جواب
خدا وند متعال کا ارادہ تکوینی اس صورت میں جبر کا سبب بنے گا جب اھل بیت کا ارادہ واختیار ان کے عمل انجام دینے میں واسطہ نہ ہو لیکن اگر خداوند متعال کاارادہ تکوینی اس سے متعلق ہو کہ اہل بیت اپنی بصیرت آگاہی نیز اختیارسے گناہ اور معصیت سے دور ہیں،تواراده کا تعلق اس کیفیت سے نہ صرف جبر نہیں ہوگا بلکہ مزیداختیار پر دلالت کرے گا اورجبر کے منافی ہوگا،کیونکہ اس فرض کے مطابق خدا وند متعال کے ارادہ کا تعلق اس طرح نہیں ہے کہ وہ چاہیں یا نہ چاہیں ،اپنے وظیفہ انجام دیں گے، بلکہ خدا وند متعال کے ارادہ کا تعلق ان کی طرف سے اطاعت کی انجام دہی اور معصیت سے اجتناب ان کے اختیار میں ہے اور ارادہ و اختیار کا پایا جا نا ہی خلاف جبر ہے۔
اس کی مزید وضاحت ےوں ہے کہ: عصمت درحقےقت معصوم شخص میں پائی جانے والی وہ بصیرت اور وہ وسےع و عمےق علم ہے، جس کے ذرےعہ وہ کبھی اطاعت الہیٰ سے منحرف ہو کر معصیت و گناہ کی طرف تمائل پیدا نہیں کرتا ہے اور اس بصیرت اور علم کی وجہ سے اس کے لئے گناہوں کی برائیاں اور نقصانات اس قدر واضح اور عیاں ہو جاتے ہیں کہ اس کے بعد اس کے لئے محال ہے کہ وہ گناہ کا مرتکب ہو جائے۔
مثال کے طور پرجب کوئی ادنی شخص یہ دیکھتا ہے کہ وہ پانی گندا اور بدبو دار ہے، تو محال ہے و ہ اسے اپنے اختیارسے پی لے بلکہ اس کی بصیرت و آگاہی اسے اس پانی کے پینے سے روک دے گی۔
دوسرا سوال
آیہء شرےفہ میں آیا ہے: ’’ اذھاب ‘‘ کے معنی لے جانا ہے اور اسی طرح ’’تطہیر‘‘ کے معنی پاک کر نا ہے اور یہ اس جگہ پر استعمال ہوتا ہے جہاں پر پہلے سے رجس وکثافت موجود ہو اور انھیں پاک کیا جائے ۔ اسی صورت میں ’’اذھابکا اطلاق،رجس کو دور کر نااور تطھیر‘‘ کااطلاق ’’پاک کرنا‘‘حقےقت میں صادق آسکتا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اہل بیت پہلے گناہوں سے آلودہ تھے لہذا اس آلود گی کو ان سے دور کیا گیا ہے اور انھیں اس آلودگی سے پاکےزہ قرار دیا گیاہے۔
جواب
جملہء میں لفظ ’’اذھاب ‘ ‘لفظ ’’ عن‘‘ سے متعدی ہوا ہے۔ اس کا معنی اہل بیت سے پلیدی اور رجس کو دور رکھنا ہے اور یہ ارادہ پہلے سے موجود تھا اور اسی طرح جاری ہے،نہ یہ کہ اس کے برعکس حال و کیفیت اہل بیت میں موجود تھی اور خداوند متعال نے ان سے اس حال و کیفیت)برائی) کو دور کیا ہے۔ اسی طرح اس سلسلہ میں تطہیر کا معنی کسی ناپاک چےز کو پاک کرنے کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اہل بیت کے بارے میں اس کا مقصد ان کی خلقت ہی سے ہی انھیں پاک رکھنا ہے۔ اس آیہء کریمہ کے مانند ۱ ’’اور ان کے لئے وہاں)بہشت میں) ایسی بےویاں ہیں جو پاک کی ہوئی ہوں گی‘‘ ’’اذھاب ‘‘اور’’تطھیر‘‘کے مذکورہ معنی کا ےقینی ہونا اس طرح ہے کہ اہل بیت کی نسبت خود پےغمبر صلی اللھعلیہ وآلہ وسلم کی طرف ےقینی ہے اوریہ بھی معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللھعلیہ وآلہ وسلم ابتداء ہی سے معصوم تھے نہ یہ کہ آیہ تطہیر کے نازل ہونے کے بعد معصوم ہوئے ہیں۔جب آنحضرت صلی اللھعلیہ وآلہ وسلم کے بارے میں مطلب اس طرح ہے اور لفظ ’’اذھاب‘‘ و ’’تطھیر‘‘ آپ میں سابقہ پلیدی اور نجاست کے موجود ہونے کا معنی نہیں ہے، اہل بیت کے دوسرے افراد کے بارے میں بھی قطعی طور پر اسی طرح ہونا چاہئے۔ ورنہ’’اذھاب‘‘ و ’’تطھیر‘‘ کے استعمال کا لازمہ پےغمبر صلی اللھعلیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خاندان کے بارے میں مختلف معنی میں ہوگا۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تیسرا سوال
اس آیہء شریفہ میں کوئی ایسی دلالت نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ طہارت ، اہل بیت میں)آیہء تطہیر کے نازل ہونے سے پہلے) موجود تھی بلکہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ خدا وند متعال اس موضوع کا ارادہ کرے گا کےونکہ ''یرید'' فعل مضارع ہے اور مستقبل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ۱بقرہ/۲۵

جواب
اول یہ کہ:کلمہ ''یرید'' جو خداوند متعال کا فعل ہے، وہ مستقبل پردلالت نہیں کرتا ہے اور دوسری آیات میں اس طرح کے کا استعمالات اس مطلب کو واضح کرتے ہیں کہ جےسے کہ یہ آیات: ۱ اور < واللہ یرید أن یتوب علےکم> ۲
اس وصف کے پےش نظر آیت کے معنی یہ نہیں ہے کہ خداوند متعال ارادہ کرے گا، بلکہ یہ معنی ہے کہ خداوند متعال بد ستوراراہ رکھتا ہے اور ارادہ الہیٰ مسلسل جاری ہے۔
دوسرے یہ کہ اس ارادہ کا پےغمبر اکرم (ص)سے مربوط ہونا اس معنی کی تاکید ہے، کےونکہ آنحضرت صلی اللھعلیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ایسا نہیں تھا کہ پہلے تطہیر کا ارادہ نہیں تھا اور بعد میں حاصل ہواہے۔ بلکہ آنحضرت (ص) پہلے سے اس خصوصی طہارت کے حامل تھے اور معلوم ہے کہ آنحضرت (ص)کے بارے میں ''یرید''کا استعمال اےک طرح اور آپ کے اھل بیت کے لئے دوسری طرح نہیں ہوسکتا ہے۔

چوتھا سوال
احتمال ہے کہ '' لےذھب'' میں ''لام'' لام علت ہو اور ''یرید'' کے مفعول سے مرادکچھ فرائض ہوں جو خاندان پےغمبرصلی اللھعلیہ وآلہ وسلم سے مربوط ہوں۔ اس حالت میں ارادہ تشرےعی اور آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ خداوند متعال نے آپ اہل بیت سے مربوط خصوصی تکالےف اور فرائض کے پےش نظر یہ ارادہ کیا ہے تاکہ برائی اور آلودگی کو آپ سے دور کرے اور آپ کو پاک و پاکےزہ قرار دے، اس صورت میں آیت اہل بیت کی عصمت پر دلالت نہیں کرے گی۔
۱۔ سورہ نساء /۲۶
۲۔ سورہ نساء /۲۷

جواب
پہلے یہ کہ: '' یرید'' کے مفعول کا مخدوف اور پوشدہ ہونا خلاف اصل ہے اور اصل عدم پوشیدہ ہو نا ہے۔ صرف دلیل اور قرینہ کے موجود ہونے کی صورت میں اس اصل کے خلاف ہونا ممکن ہے اور اس آیت میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔
دوسرے یہ کہ : ''لےذھب'' کے لام کے بارے میں چند احتمالات ہیں ان میں سے بعض کی بنا پر ارادہ کا تکونےی ہونا اور بعض کی بنا پر ارادہ کا تشرےعی ہونا ممکن ہے لیکن وہ احتمال کہ جو آیت میں متعین ہے وہ ارادہ تکوینی سے ساز گار ہے۔ اس کی دلیل وہ اسباب ہیں جو ارادہ تکوینی کے اسبات کے سلسلہ میں پیش کئے گئے ہیں من جملہ یہ کہ ارادہ تشرےعی کا لازمہ یہ ہے اس سے اھل بیت کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی، جبکہ آیہ ء کریمہ نے اھل بیت کی عظیم اور گراں بہا فضیلت بیان کی ہے جیسا مذکورہ احادیث اس کی دلیل ہیں۔
اس بنا پر آیہ شرےفہ میں لام سے مراد' ' لام تعد یہ '' اور مابعدلام ''یرید''کا مفعول ہے۔ چنانچہ ہم قرآن مجید کی دوسری آیات میں بھی مشاہدہ کرتے ہیں کہ ''یرید''کبھی لام کے ذریعہ اور کبھی لا م کے بغیر مفعول کے لئے متعدی ہوتا ہے ۔ قرآن مجید میں اس قسم کے متعدد مثالیں پائی جاتی ہیں۔ ہم یہاں پرا ن میں سے دو آیتوں کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں :
۱۔۱ اور آیہ ۲۔ اس سورہ مبارکہ میں اےک مضمون کے باوجود ''یرید'' اےک آیت میں'' أن ےعذبھم'' سے بلا واسطہ اور دوسری آیت میں لام کے ذر ےعہ متعدی ہوا ہے۔
۱۔ سور ہء توبہ/۵۵ ۲سورہ توبہ/۸۵
۲۔ ۱اور آیہء ۱۲اےک آیت میں ''یریدون'' ، ''أن ےطفئو'' پربلا واسطہ اور دوسری آیت میں لام کے واسطہ سے متعدی ہوا ہے۔

پانچواں سوال

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

آیہ شریفہ میں ''اھل البیت ''سے مراد فقط پنجتن نہیں ہیں بلکہ اس میں پیغمبر)صلی اللھعلیہ وآلہ وسلم) کے دوسرے رشتہ دار بھی شامل ہیں ۔ کیونکہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ پیغمبر صلی اللھعلیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا عباس اور ان کے فرزند وں کو بھی ایک کپڑے کے نیچے جمع کیا اور فرمایا: ''ھو لاء اھل بیتی'' اور ان کے بارے میں دعا کی۔

جواب
اہل بیت کی تعدادکو پنجتن پاک یا چودہ معصومین علیھم السلام میں منحصر کر نے کے حوالے سے اس قدراحادیث وروایات مو جود ہیں کہ اس کے سامنے مذکورہ حدیث کا کوئی اعتبار نہیں رہ جاتاہے۔
اس کے علاوہ وہ حدیث سند کے لحاظ سے بھی معتبر نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں ''محمدبن یونسی'' ہے کہ جس کے بارے میں ابن حجر نے ابن حبان سے نقل کیا ہے کہ وہ حدیث جعل کرتا تھا۔ شا ئد اس نے ایک ہزار سے زیادہ جھوٹی حدیثیں جعل کی ہیں۔ ابن عدی نے اس
پر حدیث گھڑنے کا الزام لگا یا ہے۔۳

۱۔سورہ توبہ/۳۲
۲۔سورہ صف/۸
۳۔ تہذیب،ج،ص۵۴۲،طبع ھندوستان
اس کے علاوہ حدیث کی سند میں '' مالک بن حمزہ'' ہے کہ بخاری نے اپنی کتاب '' ضعفا'' میں اسے ضعیف راویوں کے زمرہ میں درج کیا ہے۔ ۱
اس کے علاوہ اس کی سند میں '' عبداللھبن عثمان بن اسحاق'' ہے کہ جس کے بارے میں ابن حجرنے عثمان کا قول نقل کیا ہے اور کہا ہے : میں نے ابن معین سے کہا: یہ راوی کیسا ہے؟ اس نے کہا : میں اسے نہیں پہچانتا ہوں اور ابن عدمی نے کہا : وہ مجہول اور غیر معروف ہے۔
اس صورت حال کے پیش نظر یہ حدیث کسی صورت میں مذکورہ احادیث کے ساتھ مقابلہ نہیں کرسکتی ہے۔

چھٹا سوال
ام سلمہ جب پیغمبر اکر م (ص) سے سوال کرتی ہیں کہ: کیا میں بھی آپ کے اہل بیت میں شامل ہوں؟ تو آنحضرت (ص) فرماتے ہیں: '' أنت الیٰ خیر''یا '' أنت علیٰ خیر''اس کے معنی یہ ہیں کہ تمھیں اس کی ضرورت نہیں ہے کہ تمھارے لئے دعا کروں ، کیونکہ تمھارے لئے پہلے ہی سے قرآن مجید میں آیت نازل ہوچکی ہیں اور جملہ '' انت علی خیر'' کے معنی یہ ہیں کہ تمھاری حالت بہترہے۔ یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ام سلمہ اہلبیت میں داخل نہیں ہیں۔

جواب
سیاق آیت کے بارے میں کی گئی بحث سے نتیجہ حاصل کیا جاسکتا ہے کہ آیہ ء تطہیرکا سیاق اس سے پہلی والی آیتوں کے ساتھ یکسان نہیں ہے اور پیغمبر (ص) کی بیویاں اہل بیت میں داخل نہیں ہیں۔

۱۔ میزان الاعتدال،ج۲،ص۳۲۵، دارالمعرفہ،بیروت
جملہء ''علی خیر'' یا '' الیٰ خیر'' اس قسم کے موارد میں افضل تفضیل کے معنی میں نہیں ہے اور اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) کی بیویاں پنجتن پاک)علیہم السلام) سے افضل وبہتر ہوں۔ اس کے علاوہ خود ان احادیث میں اس مطلب کے بارے میں بہت سے قرائن موجود ہیں ، من جملہ ام سلمہ آرزو کرتی ہیں کہ کاش انھیں بھی اجازت ملتی تاکہ اہل بیت کے زمرہ میں داخل ہوجاتیں اور یہ اس کے لئے ان تمام چیزوں سے بہترتھا جن پر سورج طلوع و غروب کرتا ہے۔
پیغمبر اسلام (ص) کی بیویوں سے مربوط قرآن مجید کی آیتوں ، من جملہ آیہ ء تطہیر سے پہلی والی آیتوں اور سورئہ تحریم کی آیتوں کی شان نزول پر غور کرنے سے مذکورہ مطلب کی مکمل طور پر وضاحت ہوجاتی ہے۔ نمونہ کے طور پر سورہ تحریم کی درج ذیل آیتیں بیشتر تامل کی سزاوار ہیں۔
< إن تتو با إلی اللہ فقد صغت قلو بکما>۱ < عسی ربہ إن طلقکنّ أن یبد لہ أزواجاً خیراً منکنّ مسلمات مئومنات قانتات تائبات

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ساتواں سوال
احادیث میں آیا ہے کہ پےغمبر خدا (ص)نے آیہ تطہیر کے نازل ہونے کے بعد اپنے خاندان کے حق میں یہ دعا کی: " اللّٰھم أ ذھب عنھم الّرجس و طھّرھم تطھّیرا" "خداوندا: ان سے رجس وپلیدی کو دور کر اور انھیں خاص طور سے پاک و پاکےزہ قرار
۱۔سورہ تحرم/۴
۲۔ سورہ تحریم/۵
۳۔سورہ تحریم /۱۰
دے"آیہ کریمہ سے عصمت کا استفادہ کرنے کی صورت میں اس طرح کی دعا منا فات رکھتی ہے، کےونکہ آیہ کریمہ عصمت پر دلالت کرتی ہے اور عصمت کے حاصل ہونے کے بعدان کے لئے اس طرح دعا کرنا تحصیل حاصل اور بے معنی ہے۔

جواب
اول یہ کہ: یہ دعا بذات خود اس امر کی واضح دلیل ہے کہ ان کے لئے اس طہارت کے بارے میں خداوند متعال کا ارادہ ارادہ تکوینی تھا نہ تشرےعی ۔ کےونکہ " اذھاب رجس" اور "تطہیر " کا خدا سے جو مطالبہ کیا گیا ہے وہ قطعاً اےک تشرےعی امر نہیں ہے اور آنحضرت (ص) کی دعا ےقینا مستجاب ہے۔ اس لئے مذکورہ دعا آیہء تطہیر کے مضمون پر تاکید ہے۔
دوسرے یہ کہ عصمت اےک فیض اور لطف الہیٰ ہے جو خدا وند متعال کی طرف سے ان مقدس شخصیات کو ان کی زندگی کے ہرہر لمحہ عطا ہوتی رہتی ہے کےونکہ وہ بھی دوسری مخلوقات کے مانند ہر لمحہ خدا کے محتاج ہیں اور اےسا نہیں ہے کہ اےک لمحہ کی نعمت اور فےض الہیٰ انھیں دوسرے لمحہ کے فےض و عطیہ الہیٰ سے بے نیاز کردے۔
یہ اس کے مانند ہے کہ پےغمبر اسلام (ص) جملہ " إھد نا الصراط المستقیم"کو ہمےشہ تلاوت فرماتے تھے اور اس ہدآیت کو خدا وندمتعال سے طلب کرتے رہتے تھے ،باوجود اس کے کہ وہ اس ہدآیت کے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز تھے اور یہ تحصیل حاصل نہیں ہے بلکہ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ بندہ چاہے جس مقام پر بھی فائز ہو وہ ذاتی طور پر خدا کا محتاج ہوتا ہے اور اس احتیاج کا اظہار کرنا اور خدا وندمتعال سے دوسرے لمحات میں نعمت و الطاف الہیٰ کی درخواست کرنا بندہ کے لئے بذات خود اےک کمال ہے۔
اس بات کا علم کہ خدا وندمتعال مستقبل میں اس نعمت کو عطا کرے گا ، دعا کے لئے مانع نہیں بن سکتا ہے،کےونکہ خدا وندمتعال "اولواالباب" کی دعا کو بیان کرتا ہے کہ وہ کہتے ہیں :< ربّنا وآتنا ما و عدتنا علی رسلک و لا تخذنا ےوم القیامة إنّک ولا تخلف المےعاد> ۱ " پرور دگار جو تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ ہم سے وعدہ کیا ہے اسے ہمیں عطا کر اور روز قیامت ہمیں رسوانہ کر کیونکہ تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا " ہم دےکھتے ہیں اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ خدا وند متعال وعدہ خلافی نہیں کرتا اور مو منین کو دیا گیا وعدہ حتماً پور کرے گا ، پھر بھی اس سے اس طرح دعا کرتے ہیں۔
پےغمبر اکرم (ص) کی اھل بیت کے حق میں دعا بھی اسی طرح ہے کہ طہارت اور عصمت الہیٰ اگر چہ انھیں حاصل تھی اور آئندہ بھی یہ نعمت ان کے شامل حال رہتی، لےکن یہ دعا اس کی طرف توجہ مبذول کرانے کے لئے ہے کہ باوجود اس کے کہ یہ اھل بیت (ع) اس عظمت و منزلت پر فائز ہیں لےکن ہمےشہ اپنے کو خدا کا محتاج تصور کرتے ہیں اور یہ خدا وندمتعال ہے کہ جو ہر لمحہ عظیم اور گرانقدرنعمت انھیں عطا کرتا ہے۔
اس لئے آنحضرت (ص) کی دعا خواہ آیہ ء تطہیر نازل ہونے سے پہلے ہو یا اس کے بعد ، ان کی عصمت کے منافی نہیں ہے ۔

آٹھواں سوال
انبیاء علیہم السلام کی عصمت وحی کے تحفظ کے لئے ہے،انبیاء کے علاوہ کیا ضرورت ہے کہ ہم کسی کی عصمت کے قائل ہو ں؟
ا۔۷۱ سورہ آل عمران/۱۹۴

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جواب
اول یہ کہ : شےعہ عقیدہ کے مطابق مسئلہ امامت ، نبوت ہی کا ایک سلسلہ ہے اور یہ عہدہ نبوت کے ہم پلہ بلکہ اس سے بالاتر ہے۔۱ امام ، مسئلہ وحی کے علاوہ بالکل وہی کردار ادا کرتا ہے جو پےغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادا کرتے تھے۔
اس لحاظ سے شےعہ امامیہ کے نزدےک امام میں عصمت کا ہوناعقلی او ر نقلی دلیلوں کی بنیاد پر شرط ہے۔
دوسرے یہ کہ : عصمت کے لئے ملزم عقلی کا نہ ہونا اس کے عدم وجود کی دلیل نہیں بن سکتی ہے ۔ اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ: نبی اور امام کے لئے ، عقل لزوم عصمت کا حکم کرتی ہے اور ان کے علاوہ کسی اور کے لئے یہ حکم ثابت نہیں ہے۔ عصمت خدا کی اےک خاص نعمت ہے،خدا وندمتعال جسے چاہتا ہے اسے عطا کرتا ہے ۔ انبیاء اور ائمہ کی عصمت کے وجود پربرہان عقلی قائم ہے اور ان کے علاوہ اگر کسی کے لئے قرآن وسنت کی دلیل عصمت کو ثابت کرے تو اس پر ےقین کرنا چاہئے اور آیہء تطہیر پےغمبر اسلام (ص)،ائمہ علیہم السلام اور حضرت زہراء سلام اللھعلیہا کی عصمت کی دلیل ہے۔

نواں سوال
حدیث ثقلین کے بارے میں صحیح ۲ مسلم کی روآیت کے مطابق پےغمبر (ص) کے صحابی زید بن ارقم نے پےغمبر اکرم (ص)سے روآیت کی ہے کہ آنحضرت (ص) نے فرمایا: ”أنا تارک فےکم الثقلین: کتاب اللہ . . . و اھل بیتی “ زیدبن ا رقم سے سوال ہو تا ہے: آنحضرت

۱۔ اس سلسلہ میں مصنف کی کتابچہ ” امامت ، حدیث غدیر ، ثقلین اور منزلت کی روشنی ہیں“ کی طرف رجوع کیا جائے
۲۔صےحع مسلم، کتاب فضائل،باب فضائل علی بن ابطالب۔
(ص)کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا عورتیں)ازواج پیغمبر)بھی آنحضرت (ص) کے اہل بیت میں شامل ہیں؟جواب دیتے ہیں کہ : نہیں، سوال کرتے ہیں :پس آنحضرت کے اہل بیت کون ہیں؟جواب میں کہتے ہیں : آنحضرت (ص) کے اہل بیت وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ وہ علی ،عباس ،جعفر اورعقیل کی اولاد ہیں۔ اس بات کے پےش نظر اہل بیت کو کےسے پنجتن یا چودہ معصومین(ع)میں محدودکیا جا سکتا ہے؟

جواب
اول یہ کہ: یہ حدیث پےغمبر (ص) کی بےوےوں کو اہل بیت علیہم السلام کی فہرست سے خارج کرتی ہے۔
دوسرے یہ کہ :یہ حدیث بہت سے طرق سے نقل ہونے کے باوجود ےزید بن حیان پراس حدیث کی سند کا سلسلہ منتہی ہوتا ہے اوریہ حدیث آیہ شرےفہ اور دوسری بہت سی آحادیث کی دلالت سے مقابلہ کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے۔
تےسرے یہ کہ:بالفرض اگر اس کا صدور ثابت بھی ہو جائے تو بھی یہ اےک صحابی کا اجتہاد ہے اور یہ حجت نہیں بن سکتا۔
چوتھے یہ کہ: حدیث ثقلین بہت طرےقوں سے زید بن ارقم سے نقل ہوئی ہے اور اس میں جملہء: ”ماإن تمسکتم لن تضلّواأبداً وإنّھمالن ےفترقا حتّی یردا علیّ الحوض“ موجود ہے جو اہل بیت کی رہبری اور ان کے قرآن مجید سے لازم و ملزوم ہونے کو بیان کرتا ہے جو زیدبن ارقم کی مذکورہ تفسیر سے کسی بھی طرح سازگار نہیں ہے، کےونکہ مذکورہ تفسیر کی بنا پر خلفائے بنی عباس بھی اپنے تمام ترظلم و جرائم کے مرتکب ہونے کے باوجود اہل بیت کے زمرے میں شامل ہوجائیں گے اور یہ حدیث ثقلین کے الفاظ کے ساتھ سازگار نہیں ہے۔

دسواں سوال
بعض احادیث میں آیا ہے کہ جب ام سلمہ نے سوال کیا کہ : ” کیا میں بھی اہل بیت میں داخل ہوں ؟“ یا ” مجھے بھی ان کے زمرہ میں شامل کر لیجئے “ تو پےغمبر (ص) نے جواب دیا: ” ہاں انشاء اللہ“یا ےوں فرمایا: ” انت من اھلی“ اس لئے نہیں کہا جاسکتا ہے کہ : اہل بیت پنجتن پاک میں منحصر ہیں؟

جواب
بیان کی گئی بہت سی حدیثوں سے کلمہ ” اہل بیت“ کی اےک خاص اصطلاح ہے جس کے مطابق صرف پنجتن پاک کا ان

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

میں شامل ہونا اور دوسروں کی اس میں عدم شمولیت ثابت ہوتی ہے ۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ سوال میں اشارہ کی گئی احادیث میں ''اھل '' یا ''اہل بیت''سے مراد اس کے لغوی معنی ہوں گے جس میں آنحضرت (ص) کی بےویاں بھی شامل ہیں۔

ہم سوال میں اشارہ کی گئی احا دیث کے بارے میں اہل سنت کے فقہ و حدیث کے اےک امام، ابو جعفر طحاوی کے نظریہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں ۔ طحاوی ان افراد میں سے ہیں جو آیہء شرےفہ تطہیر میں '' اہل بیت '' کو پنجتن پاک علیہم السلام سے مخصوص جانتے ہیں اور پےغمبر اکرم (ص) کی ازواج کو اس آیہء شرےفہ سے خارج جانتے ہیں ۔ انھوں نے اپنی کتاب ''مشکل آلاثار'١'میں اےک اےسی حدیث نقل کی ہے جو اس بات پردلالت کرتی ہے کہ ام سلمہ نے کہا:''مجھے ان)اہل بیت) کے ساتھ شامل کر لیجئے تو'' پےغمبر اکر م (ص) نے فرمایا: '' انت من أھلی'' ''تم میرے اہل میں سے ہو'' اس کے بعد طحاوی کہتے ہیں:

'' فکان ذالک ممّا قد ےجوز أن ےکون إرادة أ نّھا من أھلہ، لأنّھا من

١۔مشکل الاثار،ج١،ص٣٣٣۔٣٣٢

أزواجہ و ازواجہ اھلہ''

ممکن ہے پےغمبراکرم (ص) کا مقصد یہ ہو کہ ام سلمہ آپ کی بےوےوں میں سے ایک ہے اور آنحضرت (ص) کی بےویاں آپ کے اہل ہیں۔

اس کے بعد طحاوی اس سلسلہ میں شاہد کے طور پر آٹھ حدیثیں نقل کرتے ہیں جو اس بات پر دلا لت کر تی ہیں کہ ام سلمہ آیہء تطہیر میں '' اہل بیت'' میں سے نہیں ہیں۔وہ مزید لکھتے ہیں :

'' فدلّ ماروینا فی ھذہ الآثار ممّا کان رسول اللہ (ص)إلی اُمّ سلمة، ممّا ذکر نا فیھالم یردأنھاکانت ممّااُریدبہ ممّافی الآیة المتلوة فی ھذاالباب،وأن المراد بما فیھاھم رسول اللہ (ص) و علیّ و فاطمة والحسن والحسین دون ماسواھم''١

یہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ ام سلمہ ان اہل بیت میں سے نہیں ہیں کہ جن کی طرف آیہ ء تطہیر اشارہ کرتی ہے ۔اورآیہ ء تطہیر میں موجود '' اہل بیت '' سے مراد صرف رسول خدا (ص) ، علی وفاطمہ،حسن و حسین)علیہم السلام) ہیں۔

طحاوی کی نظر میں اےک اوراحتمال یہ ہے کہ ''انت اھلی'' کا مقصد یہ ہے کہ تم میرے دین کی پیروی کرنے کی وجہ سے میرے اہل میں شمار ہوتی ہو، کےونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی داستان میں ان کا بےٹا ان کی اہل سے خارج ہے اور اس کے بارے میں کہا گیا : ٢ اس سے استفادہ کیاجاسکتا ہے کہ جو صاحب)ایمان اور) عمل صالح ہینوہ ان کے اہل ہیں۔

١۔ مشکل ا لآثار، ج١،ص٣٣۶

٢۔ سورئہ ہود/۴۶

طحاوی نے اس احتمال کو واثلہ کی حدیث بیان کرنے کے بعد پےش کیا ہے۔ واثلہ بھی ان صحابےوں میں سے اےک ہے، جس نے حدیث کساء کی روآیت کی ہے۔وہ اپنی روآیت میں پنجتن پاک کے کساء کے نےچے جمع ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے اور پےغمبر خدا (ص) کے بیان کو نقل کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''أللّھم ھولاء اھل بیتی واھل بیتی احق'' اس کے بعد کہتا ہے:میں نے کہا : یا رسول اللہ کیا میں بھی آپ کے اہل بیت میں شامل ہوں ؟ فرمایا: '' تم میرے اہل سے ہو''۔

طحاوی اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں:

'' واثلہ کا ربط، ام سلمہ کی بہ نسبت پےغمبر اکرم (ص) سے بہت دور کا ہے۔کےونکہ واثلہ)پےغمبر خدا (ص) کے گھر کا اےک خادم ہے)بنی لیث کا اےک شخص ہے اور قرےش میں شمار نہیں ہوتا ہے اور ام سلمہ) پےغمبر (ص) کی بےوی) قرےش سے ہیں۔ اس کے باوجود ہم دےکھتے ہیں کہ آنحضرت (ص)واثلہ سے فرماتے ہیں : '' تم میرے اہل میں سے ہو'' لہذا اس کے یہ معنی ہیں کہ تم میرے دین کی پیروی کرنے کی خاطر اور مجھ سے ایمان رکھنے کے سبب ہم اھل بیت کے زمرہ میں داخل ہو۔

بیہقی نے بھی '' السنن الکبریٰ ''١ میں واثلہ کی حدیث کو نقل کیا ہے اور کہاہے:

'' وکانّہ جعل فی حکم الأھل، تشبیھا بمن ےسحق ھذاالابسم لا تحقےقاً''

''گویا اس حدیث میں واثلہ کو تشبیہ کے لحاظ سے آنحضرت (ص) کے اہل کے حکم میں قرار دیاگیا ہے نہ اس لئے کہ وہ حقےقی طور پر اہل بیت کا مصداق تھا۔''

اس لئے بہت سی حدیثیں کہ جو اہل بیت کے دائرہ کو منحصر کرنے کے سلسلہ مینوارد ہوئی ہیں اس میں کوئی رکاوٹ نہیں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہے۔
۱۔السنن الکبریٰ ، ج۲،ص۵۲،دارالمعرفۃ،بیروت

گیارہواں سوال
آیہء < إنّما یرید اللہ...> اس آیت کے مانند ہے: < مایریداللہ لےجعل علےکم من حرج ولکن یرید لےطھّرکم ولیتمّ نعمتۃ علےکم> ۱ ےعنی: " خدا تمہارے لئے کسی طرح کی زحمت نہیں چاہتا ، بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک و پاکےزہ بنادے اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کردے "۷ اور اسی طرح آیہء < إنّما یرید اللہ...>اس آیت کے مانند ہے: ۲ ےعنی " تاکہ تمھیں پاکےزہ بنادے اور تم سے شےطان کی کثافت کو دور کردے "
اگر آیہء تطہیر عصمت پر دلالت کرتی ہے تو مذکورہ دو آیتوں کی بناپرہمیں بہت سارے اصحاب کی عصمت کے قائل ہونا چائیے۔

جواب
پہلافقرہ وہ ہے جو وضو کی آیت کے آخر میں آیا ہے۔ آیہ شرےفہ ےوں ہے:
۳
۱۔ سورہ مائدہ/۶
۲۔سورہ انفال/۱۱
۳۔ سورئہ مائدہ/۶
اس آیہء کریمہ میں خدا وند متعال وضو، غسل اور تیمم کا حکم بیان کرنے کے بعد فرما تا ہے: "خدا وندمتعال) ان احکام کی تشرےع سے) تمہارے لئے کسی طرح کی زحمت نہیں چاہتا ہے، بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمھیں)وضویا غسل یا تیمم سے) پاک و پاکےزہ بنادے"۔ یہ حدث پاک کرنا ہے جو وضو یا غسل یا تیمم سے حاصل ہوتاہے ، اور اس کا آیہ ء تطہیر کی مطلق طہارت تکوینی سے کوئی ربط نہیں ہے۔
دوسری آیت میں بھی "رجز اللشیطان "یعنی شےطان کی نجاست سے مرا دوہ جنابت ہے جس سے جنگ بدر میں مسلمان دو چار ہوئے تھے اور خدا وندمتعال نے ان کے لئے بارش نازل کی اور انہوں نے بارش کے پانی سے غسل کیا اوراپنے جنابت کے حدث کو غسل سے برطرف کیا۔ اس آیت میں اےک خاص طہارت بیان کی گئی ہے اور اس طہارت کا تعلق ان صحابہ سے ہے جو جنگ بدر میں موجود تھے اور جنھوں نے بارش کے پانی سے غسل کرکے یہ طہارت حاصل کی تھی لہذا آیہ تطہیر سے استفادہ ہونے والی مطلق تکوینی طہارت سے اس کا کو ئی ربط نہیں ہے۔

امامت اورائمہ معصومین کی عصمت

ساتواں باب :
امامت آیہ " علم الکتاب" کی روشنی میں

و یقول الّذین کفرو الست مرسلاً قل کفی باللہ شھیداً بینی و بینکم ومن عندہ علم الکتاب>
سورہ رعد/۴۳
" اور یہ کافر کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں تو کہدےجئے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان رسالت کی گواہی کے لئے خدا کافی ہے اور وہ شخص کافی ہے جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے۔"
یہ آیہ شرےفہ ان آیتوں میں سے ہے جن میں امیرالمئومنین حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں اےک بڑی فضیلت بلکہ احتجاج۱ کی روآیت کے مطابق سب سے بڑی فضیلت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس لئے مناسب ہے اس کے معنی میں مزید غور وخوض کیا جائے۔
اس آیت میں پہلے کفار کی طرف سے پےغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا انکار بیان کیا گیا ہے ۔ اس کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے دو گواہ ذکر کئے گئے ہیں ایک خدا وند عالم کی ذات اور دوسرے وہ کہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔
آیت کی دلالت کو واضح کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بحث کو درج ذیل دو محوروں پر جاری رکھا جا ئے
۱۔ خداوندمتعال کی گواہی کس طرح سے ہے؟
۲۔من عندہ علم الکتابسے مراد کون ہے؟

۱۔مصباح الھدایة،ص ۴۳

خدا وند عالم کی گواھی:
اس آیہء شریفہ میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے پہلے گواہ کے طور پر خدا وندمتعال کا ذکرہوا ہے۔ خدا وند متعال کی اس گواہی کے دوفرض ہیں:
۱۔ممکن ہے یہ گواہی قولی ہو اور گفتگو و کلام کے مقولہ سے ہو اس صورت میں وہی آیتیں جو آنحضرت کی رسالت کو بیان کرتی ہیں خداوندمتعال کی اس گواہی کی مصداق ہوں گی، جیسے :< والقران الحکیم انّک لمن المرسلین> ۱ " قرآن حکیم کی قسم آپ مرسلین میں سے ہیں"
۲۔ ممکن ہے یہ گواہی فعلی ہو اور خدا وندمتعال نے اسے معجزہ کی صورت میں پیغمبر اکرم (ص) کے ذریعہ ظاہر کیا ہو، یہ معجزے آنحضرت (ص) کی رسالت کے سلسلہ میں دعویٰ کے لئے اےک قوی سند ، واضح دلیل اور گو یا گواہ ہیں، خاص کر قرآن مجید ، جو آنحضرت (ص) کاایک لافانی معجزہ ہے اورہر زمانہ میں باقی رہنے والا ہے اوران معجزات کی حیثیت ایک طرح سے خداوندمتعال کے فعل کی سی ہے جو پیغمبر خدا (ص) کی رسالت پر گواہ ہیں۔

من عندہ علم الکتاب - سے مرادکون ہے؟
دوسرے محورمیں بحث اس جہت سے ہوگی کہ " کتاب" سے مراد کیا ہے؟ اور جس کے پاس " کتاب کا علم" ہے ، وہ کون ہے؟ اس سلسلہ میں چند احتمالات پائے جاتے ہیں کہ ہم ان پر بحث کریں گے:
پہلا احتمال :" کتاب"سے مرادقرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی کتابیں ہیں اور کتاب کے عالم سے مرادعلمائے یہودو نصاریٰ ہیں:
اس صورت میں اس آیہ شریفہ کے معنی ےوں ہوں گے: " کہدےجئے اے پیغمبر! ہمارے
۱۔۔ سورہ لمین/۱۔۲
اورتمہارے درمیان رسالت کی گواہی کے لئے کافی ہے خدا وندمتعال اور وہ لوگ جن کے پاس گزشتہ آسمانی کتابوں کا علم ہے جیسے علمائے یہودونصاری چونکہ ان کتابوں میں پیغمبر)صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نام آیا ہے اور آنحضرت کی رسالت بیان ہوئی ہے ۔ اسی لئے علمائے یہودو نصاری اس مطلب سے آگاہی رکھتے ہیں اور اس پر گواہ ہیں۔
یہ احتمال صحیح نہیں ہے، کےونکہ اگر چہ علمائے یہودونصاری اپنی آسمانی کتابوں کے عالم تھے ، لےکن وہ کافر تھے اور ہر گز اپنے خلاف گواہی دینے کے لئے حاضر نہیں تھے۔
دوسرا احتمال : " کتاب "سے مراد وہی قرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی کتابیں ہیں اور ان کے عالم سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا شمار پہلے علمائے یہودونصاری ٰمیں ہوا کر تا تھالےکن بعد میں اسلام قبول کرکے وہ مسلمان ہوگئے تھے، جیسے : سلمان فارسی ، عبداللہ بن سلام اور تمیم الداری۔ یہ لوگ اےک جہت سے توریت اور انجیل جیسی گزشتہ آسمانی کتابوں کا علم رکھتے تھے اور اےک جہت سے آمادہ تھے تاکہ اسلام کی حقانیت اور پیغمبر اسلام (ص) کی رسالت کے بارے میں جو کچھ انہیں معلوم ہے اس کی گواہی دیں۔
یہ احتمال بھی صحیح نہیں ہے کےونکہ سورہ رعد اور من جملہ زیر بحث آیہء شریفہ جو اس سورہ کی آخری آیت ہے ، مکہ میں نازل ہوئی ہے اور مذکورہ افراد مدینہ میں مسلمان ہوئے ہیں۔ اس لئے اس کاکوئی مفہوم نہیں ہے جو ابھی کافر ہیں اور مسلمان نہیں ہوئے ہیں اپنے دین کے خلاف گواہی دینے کے لئے مدعو ہوجائیں۔
شبعی اور سعید بن جبیر سے نقل ہوئی روآیت کے مطابق انہوں نے بھی مذکورہ احتمال ےعنی " من عندہ علم الکتاب" سے عبداللہ بن سلام کو مراد لینا اس کو مسترد کر دیا ہے ۔ اس کی دلیل یہ پےش کی ہے کہ یہ سورہ مکی ہے اور عبداللہبن سلام مدینہ میں مسلمان ہوا ہے۔۱
تیسرا احتمال: " من عندہ علم الکتاب" سے مقصود خداوندمتعال اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۱۔ معالم التنزیل ، ج ۳۔، ص ۴۶۴، ۴۶۵۔ الاتقان ، ج ۱، ص ۳۶، دار ابن کثیر بیروت
"کتاب"سے مرادلوح محفوظ ہے اور "من عند ہ علم الکتاب" کا " اللہ" پر عطف ہونا صفت کا اسم ذات پر عطف ہونے کے باب سے ہے۔ اس صورت میں معنی ےوں ہوتا ہے: خداوندمتعال اور وہ شخص جو لوح محفوظ)جس میں تمام کائنات کے حقائق ثبت ہیں) کا علم رکھتا ہے، وہ تمہاری رسالت پر گواہ ہے۔
اول یہ کہ : جملہء میں بظاہر عطف یہ ہے کہ " من عندہ علم الکتاب" خدا وندمتعال کے علاوہ ہے کہ جس کا ذکر ابتداء میں پہلے گواہ کے طور پرآیا ہے۔
دوسرے یہ کہ: عربی ادبیات میں صفت کا عطف ، صفت پر موصوف کے سلسلہ میں مشہور اور رائج ہے۔ قرآن مجید میں بھی اس قسم کا استعمال پایاجاتا ہے، جیسے :آیہء شرےفہ : < تنزیل الکتاب من اللہالعزےز العلیم غافر الذّنب وقابل التوب...> ۱ میں "غافرالذّ نب"گناہ کو بخشنے والا) اور "قابل التوب")توبہ کو قبول کرنے والا) دوصفتیں ہیں جو حرف عطف کے فاصلہ سے اےک دوسرے کے بعدہیں اور خدا وندمتعال کے لئے بیان ہوئی ہیں۔ لےکن جن مواقع پر پہلے اسم ذات ذکر ہوا ہے، کبھی بھی مشہور اور رائج استعمالات میں صفت اس پر عطف نہیں ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ : آیہ کریمہ میں " من عندہ علم الکتاب" سے مرادخدا وندمتعال ہے۔
چوتھا احتمال: کتاب سے مراد " لوح محفوظ" ہے اور " جس کے پاس کتاب کا علم ہے اس سے مراد امیرلمومنین علی علیہ السلام ہیں۔
اب ہم اس احتمال پر بحث و تحقیق کرتے ہیں۔
۱۔ سورہ غافر/۲

لوح محفوظ اور حقائق ہستی
قرآن مجید کی متعدد آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کے تمام حقائق اےک مجموعہ کی شکل میں موجود ہیں کہ قرآن مجید نے اسے " کتاب مبین" ۱ یا " امام مبین" ۲ یا " لوح محفوظ" ۳ کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ من جملہ سورہ نمل میں فرماتا ہے: < وما من غائبة فی السّماء والارض إلّا فی کتاب مبین> ۴ ےعنی: اور آسمان و زمین میں کوئی پوشیدہ چےزایسی نہیں ہے جس کا ذکر کتاب مبین) لوح محفوظ) میں نہ ہو۔
اس بنا پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا لوح محفوظ میں درج شدہ حقائق سے آگاہی حاصل کی جاسکتی ہے؟ اور اگر یہ ممکن ہے تو کون لوگ ان حقائق سے با خبر اور آگاہ ہیں اور کس حد تک؟

مطہّرون اور لوح محفوظ سے آگاہی
اس سلسلہ میں ہم سورہ واقعہ کی چند آیتوں پر غوروخوض کرتے ہیں:
) سورہ واقعہ/ ۷۵۔--۷۹)
ان آیات میں، پہلے ستاروں کے محل و مدارکی قسم کھائی گئی ہے۔ اس کے بعد اس قسم کی عظمت و اہمیت پر زور دیا گیا ہے اور اس کی نشاندھی کی گئی ہے۔ اس نکتہ پرتو جہ کرنا ضروری ہے کہ قسم کا معیار اور اس کی حیثیت اس حقیقت کے مطابق ہونا چا ہئیے کہ جس کے متعلق یا جس کے
۱۔۔ سورہ یونس/۶۱، سورہ سبا/۱۳، سورہ نمل/۷۵
۲۔ سورہ یسین/۱۲
۳۔ سورہ بروج/ ۲۲
۴۔ سورہ نمل/۷۵
اثبات کے لئے قسم کھائی جارہی ہے ۔ اگر قسم با عظمت اور بااہمیت ہے تو یہ اس حقیقت کی اہمیت کی دلیل ہے کہ جس کے لئے قسم کھائی گئی ہے۔
جس حقیقت کے لئے یہ عظیم قسم کھائی گئی ہے، وہ یہ ہے: -< إنّہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون لایمسّہ الّا المطہرون> ےعنی بیشک یہ بہت ہی با عظمت قرآن ہے جسے اےک پو شیدہ کتاب میں رکھاگیا ہے اسے پاک و پاکےزہ افراد کے علاوہ کوئی چھو بھی نہیں سکتا ہے۔) اس کے ساتھ رابطہ نہیں کرسکتا ہے۔)آیہ شرےفہ کا یہ جملہ < لا یمسّہ الّاالمطہرون> بہت زیادہ قابل غور ہے۔
ابتدائی نظر میں کہاجاتا ہے کہ بے طہارت لوگوں کا قرآن مجید سے مس کرنا اور اس کے خط پر ہاتھ لگانا حرام ہے، لےکن اس آیہ شرےفہ پر عمیق غور وفکر کرنے سے یہ اہم نکتہ و اضح ہو جاتا ہے کہ مس سے مراد مس ظا ہری نہیں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہے اور " مطھرون" سے مراد باطہارت)مثلاً باوضو) افراد نہیں ہیں ۔ بلکہ مس سے مراد مس معنوی)رابطہ)
اور"مطھرون " سے مرادوہ افراد ہیں جنہیں خدا وندمتعال نے خاص پاکےزہ گی عنآیت کی ہے، اور "لایمسہ" کی ضمیر کتاب مکنون)لوح محفوظ) کی طرف پلٹتی ہے ۔
آیہ کریمہ سے یہ معنی)مس معنوی) استفادہ کرنے کے لئے چند نکات کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے:
۱۔ جملہء "لا یمسہ " کا ظہور اخبار ہے نہ انشاء ، کےونکہ بظا ہر یہ جملہ دوسرے اوصاف کے مانند کہ جو اس سے قبل ذکر ہوئے ہیں، صفت ہے اور انشاء صفت نہیں بن سکتا ہے، جبکہ آیت میں غیر مطہرون کے مس سے حکم تحریم)حرمت) کا استفادہ اس بنا پر کیا جاتا ہے کہ جملہ "لا یمسہ " انشاء ہو ، نہ اخبار۔
۲۔ " لایمسہ" کی ضمیر بلا فاصلہ " کتاب مکنوں" کی طرف پلٹتی ہے ، کہ جو اس جملہ سے پہلے واقع ہے نہ قرآن کی طرف کہ جواس سے پہلے مذکور ہے اور چند کلمات نے ان کے درمیان فاصلہ ڈال دیا ہے۔
۳۔ قرآن مجید کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اےک پوشیدہ اور محفوظ کتاب میں واقع ہے کہ جس تک عام انسانوں کی رسائی نہیں ہے اور یہ مطلب اس کے ساتھ مس کرنے سے کوئی تناسب نہیں رکھتا ہے۔
۴۔ طہارت شرعی ، ےعنی وضو)جہاں پر وضو واجب ہو) یا غسل یا تیمم)جہاں پر ان کا انجام دینا ضروری وفرض)رکھنے والے کو " متطھرّ" کہتے ہیں نہ "مطھّر"۔
اس تشرےح سے واضح ہوجاتا ہے کہ جو کچھ جملہ ء " لا یمسہ الّا المطھرون " سے استفادہ ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ " مطھر") پاک قرار دئے گئے)افراد کے علاوہ کوئی بھی "کتاب مکنون")لوح محفوظ) کو مس نہیں کرسکتا ہے، یعنی اس کے حقائق سے آگاہ نہیں ہوسکتا ہے۔
اب ہم دےکھتے ہیں کہ اس خصوصی طہارت کے حامل افراد کون لوگ ہیں اور "مطھرون" سے مرادکون لوگ ہیں کہ جو " لوح محفوظ" سے اطلاع حاصل کرتے ہیں؟

" مطھرون "سے مرادکون ہیں؟
کیا " مطھرون"کی اصطلاح فر شتوں سے مخصوص ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے اشارہ کیا ہے ۔ ۱ یایہ کہ اس میں عمومیت ہے یعنی وہ افراد جو خدا کی جانب سے خصوصی طہارت کے حامل ہیں وہ بھی اس میں شامل ہو سکتے ہیں؟ یہ اےک ایسا سوال ہے جس پر بحث کرنے کی ضرورت ہے:
حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت ، اور خدا کی جانب سے انھیں جانشین مقرر کیا جا نا نیز
۱۔جیسے " روح المعانی" ج ۱۵۴،۲۷،دار احیاء التراث العربی، بیروت
"اسماء"الہی کا علم رکھنا یعنی اےک ایسی حقیقت سے آگاہی کہ جس کے بارے میں ملا ئکہ نے بھی لا علمی کا اظہار کیا۔
پھر حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ملائکہ کو سجدے کا حکم دینا و غیرہ ان واقعات اور قرآنی آیات ۱ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت معلوم ہو جاتی ہے کہ خاص علوم سے آگاہی اور تعلیم حاصل کرنے کی صلاحیت انسان کامل میں ملائکہ سے کہیں زیادہ ہے۔
مذکورہ ان صفات کے پےش نظر کوئی دلیل نہیں ہے کہ جملہ کو فرشتوں سے مخصوص کیا جائے جبکہ قرآن مجید کے مطابق خدا کے ایسے منتخب بندے موجود ہیں جو خاص طہارت و پاکےزگی کے مالک ہیں۔

آیہ تطہیر اور پیغمبر کا محترم خاندان

) سورہ احزاب/۳۳)
" بس اللہ کا ارادہ ہے اے اہل بیت : کہ تم سے ہرطرح کی برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکےزہ رکھے جو پاک و پاکےزہ رکھنے کا حق ہے"
یہ آیہ شرےفہ دلالت کرتی ہے کہ پےغمبر اکرم (ص) کا خاندان خدا وندمتعال کی طرف سے اےک خاص اور اعلی قسم کی پاکےزگی کا مالک ہے۔ آیہ کریمہ میں " تطھیرا" کا لفظ مفعول مطلق نوعی ہے جو اےک خاص قسم کی طہارت و پاکےزگی کو بیان کرتا ہے۔
ہم یہاں پر اس آیہ شرےفہ سے متعلق مفصل بحث کرنا نہیں چاہتے، اس لئے کہ آیت تطہیر سے مربوط باب میں اس پر مکمل بحث گزر چکی ہے، اور اس کا نتےجہ یہ ہے کہ پےغمبر اکرم (ص)کے اہل بیت کہ جن میں سب سے نمایاں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام ہیں، اس آیہ شریفہ کے مطابق خداکی طرف سے خاص طہارت و پاکیزگی کے مالک

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہیں اور
۱۔ سورہ بقرہ/۳۴۔۳۰
''مطھرون'' میں شمار ہوتے ہیں ۔ وہ لوح محفوظ کے حقائق سے آگاہی رکھ سکتے ہیں۔

''آصف بر خیا'' اور کتاب کے کچھ حصہ کا علم
ہم جانتے ہیں کہ خدا وندمتعال نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اےک ایسی وسیع سلطنت عطا کی تھی کہ انسانوں کے علاوہ جنّات اور پرندے بھی ان کے تابع تھے ۔ اےک دن جب جن وانس ان کے گرد جمع تھے حضرت سلیمان نے ان سے کہا: تم میں سے کون ہے جو بلقیس کے مسلمان ہونے سے پہلے اس کے تخت کو میرے پاس حاضر کردے؟جنّات میں سے اےک عفریت نے سلیمان نبی سے کہا:قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھے ہیں تخت کو آپ کے پاس حاضر کردوں گا۔
قرآن مجید فرماتا ہے ۱ '' کتاب کے کچھ حصہ کا علم رکھنے والے اےک شخص نے کہا: میں اتنی جلدی تخت بلقیس کو آپ کے پاس حاضر کردوں گا کہ آپ کی پلک بھی جھپکنے نہیں پائے گی اور اسی طرح اس نے حاضر کیا ۔
جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہ کتاب '' لوح محفوظ ''ہے اور شےعہ و سنی احادیث کے مطابق مذکورہ شخص حضرت سلیمان کا وزیر '' آصف بر خیا'' تھا ۔ قرآن مجید سے استفادہ ہوتا ہے آصف کی یہ غیر معمولی اور حیرت انگےز طاقت وصلاحیت کتاب)لوح محفوظ) کے کچھ حصہ کا علم جاننے کے سبب تھی۔
واضح رہے کہ طہارت و پاکےزگی کے چند مراحل ہیں۔ جس قدر طہارت کامل تر ہوگی اسی اعتبار سے علم وقدرت میں بھی اضا فہ ہو گا۔
جب ہمیں آیہ کریمہ سے یہ معلوم ہوگیا کہ لوح محفوظ کے حقایق کا علم خدا کی خاص طہارت کے نتیجہ میں حاصل ہوتا ہے اور آیہ تطہیر نے اس خاص طہارت اور پاکیزگی کو اہل بیت علیہم السلام کے لئے ثابت کیا ہے، وہ بھی ایک ایسی تطہیر جو
۱۔سورہ نمل/۴۰

۲۔کچھ اردو قوال بھی ہیں کہ تفاسیر کی طرف رجوع کرنا چاہئے
پیغمبر اکرم (ص) کی تطہیر کے ہم پلہ ہے۔لہذا ان صفات کے پیش نظربعید نہیں ہے کہ امیرالمؤمنین علی علیہ السلام اور دوسرے ائمہ معصومین) علیہم السلام) لوح محفوظ کے تمام حقائق کا علم رکھتے ہوں اس لئے ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ ثعلبی کہ جو اھل سنت ۱کے نزدیک تفسیر کے استاد نیزحافظ اور امام کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں اور اہل سنت کے ائمہ رجال۲ کے مطابق جن کی روایتیں صحیح اورقابل اعتماد جانی جاتیں ہیں ، تفسیر''الکشف و البیان''۳ میں اور حاکم حسکانی۴ تفسیر شواہد التنزیل۵میں، ابوسعید خدری، عبداللہ بن سلام اور ابن عباس جیسے چند اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ ''من عندہ علم الکتاب''سے مراد امیر المومنین علی، علیہ السلام ہیں۔
بلکہ ابو سعیدخدریاور عبداللھبن سلام سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے پیغمبر اکرم (ص) سے سوال کیا کہ '' من عندہ علم الکتاب''سے مراد کون ہے؟ جواب میں پیغمبر (ص)نے علی علیہ السلام کو'' من عندہ الکتاب''کے مصداق کے طور پر پیش کیا۔ اسی مطلب کو)من عندہ علم الکتاب،سے مرادعلی علیہ السلام ہیں)سعید بن جبیر ،ابی صالح نیزمحمد بن حنفیہ سے بھی نقل کیا گیا ہے۔
اسی طرح کئی طریقوں سے نقل کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن عطاء کہ جو امام باقر علیہ السلام کے ہمراہ تھے، جب انھوں نے عبداللہ بن سلام کے بیٹے کو دیکھا تو امام باقر علیہ السلام سے سوال کیا: کیا یہ)عبداللھبن سلام کا بیٹا) اس شخص کا بیٹا ہے جس کے پاس کتاب کا علم تھا؟ حضرت نے فرمایا: نہیں،''من عندہ علم الکتاب''سے مراد)عبداللھبن سلام نہیں ہے، بلکہ) امیر
۱۔اہل سنت کے علم رجال کے جلیل القدرامام ذہبی نے '' سیر اعلام النبلاء'' ج۱۷، ص۴۳۵ میں ثعلبی کے بارے میں کہا ہے : '' الامام الحافظ العلامة شیخ التفسیر''، ۲۔ عبدالغافر نیشابوری کتاب'' تاریخ نیشاپوری'' ص۱۰۹ میں اس کے بارے میں کہتا ہے: الثقة الحافظ. . . و ہو صحیح النقل موثوق بہ، ۳۔ الکشف وا لبیان، ج۵، ص ۳۰۳۔۳۰۲، داراحیا التراث العربی، بیروت، ۴۔ذہبی کی عبادت کو ہم نے آیہ صادقین کی تفسیر میں اس کے متقن، محکم اسناد کے عالی ہونے کے سلسلہ میں ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ۵۔'' شواہد التنزیل'' با تحقیق شیخ محمد باقر محمود، ج۱، ص۴۰۰
المؤمنین علی بن ابیطالب علیہ السلام ہیں۔
اس کے علاوہ ابن شہر آشوب۱نے اپنی ''کتاب مناقب۲'' میں کہا ہے:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

" محمدبن مسلم، ابوحمزہ ثمالی اور جابربن یزید نے امام باقر(علیہ السلام) سے اسی طرح علی بن فضل،فضیل بن یسار اور ابو بصیر نے امام صادق(علیہ السلام) سے نیز احمد بن محمدحلبی اور محمد بن فضیل نے امام رضا(علیہ السلام) سے روایت نقل کی ہے اور اس کے علاوہ موسی بن جعفر(علیہ السلام)، زیدبن علی، محمد بن حنفیہ، سلمان فارسی، ابوسعید خدری اور اسماعیل سدی سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں خداوند متعال کے قول: کے بارے میں کہا ہے کہ:"من عندہ علم الکتاب"سے مراد علی بن ابیطالب (علیہ السلام) ہیں۔"

شیعہ احادیث میں مختلف طریقوں سے آیا ہے کہ " من عندہ علم الکتاب"سے مراد امیرالمومنین علی علیہ السلام اور دوسرے ائمہ معصو مین علیہم السلام ہیں۔ نمونہ کے طور پر مندرجہ ذیل حدیث پر غور فرمائیے: ثقۃ الاسلام کلینی نے اصول کافی ۳ میں معتبر سند سے بریدبن معاویہ سے کہ جو امام باقر علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے روایت کی ہے انھوں نے حضرت سے عرض کی:"آیہ کریمہ میں"من عندہ علم الکتاب" سے مراد کون ہے؟حضرت نے فرمایا:اس سے صرف ہم اھل بیت معصومین(ع) کا قصد کیا گیا ہے اور علی) علیہ السلام) پیغمبراکرم (ص) کے بعدسب سے مقدم اورہم میں افضل ترین فرد ہیں۔

۱۔ ہم نے آیہ صادقین کی تفسیر میں اس)شہر آشوب) کی صداقت کے بارے میں ابن ابی طما کی زبانی زہبی کی ستائش بیان کی ہے۔

۲۔ مناقب، ابن شہر آشوب، ج۲، ص۲۹، موسسہ انتشارات علامہ قم،

۳۔ اصول کافی، ج۱،ص۱۷۹

احادیث میں جس کے پاس کتاب کا علم ہے)علی بن ابیطالب علیہ السلام اور دوسرے ائمہ معصومین) اور جس کے پاس کتاب کا کچھ علم موجود ہے)آصف برخیا) کے در میان دلچسپ موازنہ کیا گیا ہے:

عن أبی عبد الله قال: " الذي عنده علم الكتاب" ہو امیرالمؤمنین ـ علیہ السلام ـ و سئل عن الذي عنده علم من الكتاب أعلم أم الذي عنده علم الكتاب؟ فقال: ما كان علم الّذي عنده علم من الكتاب عند الذي عنده علم الكتاب إلّا بقدر ما تأخذ البعوضة بجناحها من مائ البحر . ۱

یعنی: امام صادق) علیہ السلام) نے فرمایا:

"جس کے پاس کتاب کا علم تھا علی بن ابیطالب(علیہ السلام) تھے۔ سوال کیا گیا: کیا وہ شخص جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا یعنی آصف برخیازیادہ عالم تھا یا وہ جس کے پاس مطلق کتاب کا علم تھا)یعنی حضرت علی علیہ السلام)امام نے فرمایا:جس کے پاس کتاب کا تھوڑا ساعلم تھا،اس کاموازنہ اس شخص سے کہ جس کے پاس مطلق کتاب کا علم تھا ایسا ہے جیسے مچھرکے بھیگے ہوئے پر کا موازنہ سمندرسے کیاجائے۔"

یہ بحث وگفتگواس بناپرتھی کہ جب"من عندہ علم الکتاب"میں"کتاب"سے مرادلوح محفو ظ ہولیکن اگر"الکتاب"سے مرادجنس کتاب ہو،اس بنا پرکہ" الف ولام"جنس کے لئے ہے اور کوئی خاص چیز مد نظرنہ ہوتوہرکتاب اس میں شامل ہو سکتی ہے حتی لوح محفوظ بھی اس کے مصادیق میں سے ایک ہوگا،اس میں گزشتہ آسمانی کتابیں اور قرآن مجید سبھی شامل ہیں۔

۱۔ نورالثقلیب،ج۴،ص۸۸۔۸۷

اس صورت میں بھی"من عندہ علم الکتاب"سے مرادحضرت علی علیہ السلام ہی ہوں گے کیونکہ حضرت کالوح محفوظ کے حقائق سے آگاہ ہونا آیہ کریمہ"لایمسہ الّا المطہرون"کوآیہ تطہیرکے ساتھ ضمیمہ کرنے سے معلوم ہوجا تا ہے،اورحضرت کاقرآن مجید کے تمام ابعاد سے واقف ہو نابہت سی دلیلوں من جملہ حدیث ثقلین۱کے ذریعہ ثابت ہے۔

اس لئے اس حدیث شریف میں آیا ہے کہ پیغمبراکرم)صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)کے اہل بیت)علیہم السلام)ہرگزقرآن مجید سے جدا نہیں ہوں گے اور یہ حضرت علی علیہ السلام کے قرآن مجید کے تمام علوم سے آگاہی رکھنے کی دلیل ہے۔

کیونکہ اگرحضرت قرآن مجید کے کسی پہلوکو نہیں جانتے ہیں تو گو یاوہ اس اعتبار سے قرآن مجید سے اتنا دور ہو گئے ہیں اور یہ حدیث میں بیان کئے گئے مطلب کے خلاف ہے۔

آسمانی کتا بوں کے متعلق حضرت علی علیہ السلام کے علم کے بارے میں شیعہ اور اہل سنت کی احا دیث کی کتا بوں میں ایا ہے، من جملہ مندرجہ ذیل حدیث سے جوخود حضرت سے نقل کی گئی ہے:

" لو ثنّيت لي الوسادة لحكمت بين أهل التوراة بتوراتهم، و بين أهل الإنجيل بإنجيلهم، و بين أهل الزبور بزبورهم"۲

"اگر میرے لئے مسند قضا بچھادی جائے تو میں اہل توریت کے لئے توریت سے، اہل انجیل کے لئے انجیل سے اور اہل زبو ر کے لئے زبور سے فیصلہ کروں گا۔"

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۱۔ سنن الترمذی،ج۵ص۶۲۲ مسنداحمد،ج۳،ص۹۵،۲۶،۱۷،۱۴وج۵،ص۱۸۹۔۱۸۸خصائص امیرالمؤمنین علی نسائی ص ۸۵۔۸۴

۲۔فرائد السمطن،ج۱،ص۳۴۱۔۳۳۳۔شواہد التنزیل ج۱،ص۳۶۶،ح۳۸۴

منابع کی فہرست

(الف)

۱۔القرآن الکریم

۲۔ الاتقان،سیوطی،۹۱۱ئھ۔،دار ابن کثیر، بیروت، لبنان.

۳۔ احقاق الحق، قاضی سید نوراللہ تستری، شہادت۱۰۱۹ئہ۔

۴۔ احکام القرآن، جصاص،ت۷۳۰ئہ۔، دارالکتاب العربی، بیروت.

۵۔ احکام القرآن، ابوبکر ابن العربی المعافري، ت۵۴۶ئہ۔

۶۔ اربعین، محمد بن ابی الفوارس، مخطوط کتابخانہ آستان قدس، رقم۸۴۴۳

۷۔ ارجح المطالب، عبداللہ الحنفي، ت۱۳۸۱ئہ۔، طبع لاہور)بہ نقل احقاق الحق)

۸۔ ارشاد العقل السلیم، ابو السعود، ت۹۵۱ء، داراحیاء التراث العربی،بیروت، لبنان.

۹۔ اسباب النزول،و احدی النیسابوری، ت۴۶۸ئہ۔، دارالکتاب العلمیة، بیروت، لبنان.

۱۰۔ اسد الغابة فی معرفة الصحابة، ابن اثیر،ت۶۳۰ئہ۔ داراحیائ التراث العر بی،بیروت،لبنان

۱۱۔ الإصابة فی تمییز الصحابة، احمد بن علی، ابن حجر عسقلانی،ت۸۵۲ئہ۔، دارالفکر.

۱۲۔ اضوائ البیان،شنقیطی،ت۳۹۳ئہ۔، عالم الکتب، بیروت.

۱۳۔اعیان الشیعة، سیدمحسن الامین، ت حدود۱۳۷۲ئہ۔،دارالتعارف للمطبوعات، بیروت.

۱۴۔ الامامة و السیاسة، ابن قتیبة دینوری، ت۲۷۶ء ہ۔، منشورات الشریف الرضی،قم.

۱۵۔انساب الاشراف،احمد بن یحیی بلاذری،ت۲۷۹ئہ۔،دارالفکر.

۱۶۔ایضاح المکنون، اسماعیل باشا،ت۴۶۳ئہ۔، دارالفکر.

(ب)

۱۷۔ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ت۱۱۱۱ئہ۔ مؤسسة الوفاء، بیروت.

۱۸۔ بحر العلوم، نصر بن محمد سمرقندی، ت۳۷۵ئہ۔، دارالکتب العلمیة،بیروت.

۱۹۔ البحر المحیط، ابوحیان اندلسی، ت۷۵۴ء،المکتبة التجاریة
احمد الباز، مکة المکرمة.

۲۰۔ البدایة و النہایة، ابن کثیر الدمشقی،ت۷۷۴ئہ۔،دارالکتب العلمیة، بیروت.

۲۱۔ البرہان، سید ہاشم بحرانی، ت۱۱۰۷ئہ۔، مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان.

۲۲۔ البہجة المرضیة، سیوطی، ت۹۱۱ئہ۔، مکتب المفید)ت)

۲۳۔ التاج الجامع للاصول، منصور علی ناصف، ت۱۳۷۱ئہ۔، دار احیائ التراث العربی، بیروت.

۲۴۔ تاج الفردوس، محمد مرتضی حسینی زبیدی، ت۱۲۵۰ء ہ۔، دار الہدایة للطباعة والنشر و التوزیع، دارمکتبة الحیاة، بیروت

۲۵۔ تاریخ الاسلام، شمس الدین ذہبی، ت۷۴۸ئہ۔، دارالکتاب العربی.

۲۶۔ تاریخ بغداد، احمد بن علی خطیب بغدادی، ت۴۶۳ء ہ۔، دارالفکر.

۲۷۔ تاریخ طبری، محمد بن جریر طبری،ت۳۱۰ئہ۔، مؤسسة عزالدین للطباعة والنشر، بیروت، لبنان.

۲۸۔ تاریخ مدینة دمشق، ابن عساکر، ت۵۷۱ئہ۔، دارالفکر، بیروت.

۲۹۔ تاریخ نیسابور، عبدالغافر نیشابوری،ت۵۲۹ہ۔.

۳۰۔ تذکرة الحفّاظ، ذہبی، ت۷۴۸ئہ۔، دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان.

۳۱۔ تذکرة الخواص، سبط بن جوزی ت۶۵۴ئہ۔، چاپ نجف.

۳۲۔التسہیل لعلوم التنزیل، ابن حزی الکلبی، ت۷۹۲ئہ۔، دارالکتاب العربی، بیروت.

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۳۳۔ تفسیر ابن ابی حاتم، عبد الرحمن بن محمد بن ادریسی الرازی، ت۳۲۷ھ۔، المکتبة المصریة، بیروت۔
۳۴۔ تفسیر البیضاوی، قاضی بیضاوی،ت۷۹۱ئہ۔
۳۵۔ تفسیر الخازن)لباب التأویل)، علاء الدین بغدادی، ت۷۲۵ئہ۔، دارالفکر۔
۳۶۔ تفسیر علی بن ابراہیم قمی، متوفی اواخر قرن سوم ہ۔، مطبعہ نجف۔
۳۷۔ تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر، ت۷۷۴ئہ۔، دارالمعرفة، بیروت۔
۳۸۔ التفسیر الکبیر، فخر رازی، ت۶۰۶ئہ۔، دار احیائ التراث العربی بیروت، لبنان۔
۳۹۔ تفسیر الماوردی، محمد بن حبیب ماوردی بصری، متوفی۴۵۰ھ۔، دارالمعرفة، بیروت۔
۴۰۔ تفسیر النسفی)مدارک التنزیل وحقائق التأویل) حاشیہ تفسیر خازن، عبداللہ النسفی،ت۷۱۰ئہ۔، دارالفکر۔
۴۱۔ تفسیر المنار، رشید رضا،ت۱۳۵۴ئہ۔، دارالمعرفة، بیروت۔
۴۲۔ تلخیص المستدرک، ذہبی، ت۷۴۸ئہ۔،دارالمعرفة، بیروت۔
۴۳۔ تہذیب التہذیب، ابن حجر عسقلانی، ت۸۵۲ئہ۔، دارالفکر۔
۴۴۔تہذیب الکمال، مزّی، ت۷۴۲ئہ۔، مؤسسة الرسالة، بیروت۔
)ج)
۴۵۔جامع الاحادیث، سیوطی،ت۹۱۱ئہ۔، دارالفکر۔
۴۶۔جامع البیان، محمد بن جریر طبری، ت۳۱۰ئہ۔، دارالمعرفة، بیروت، لبنان۔
۴۷۔جامع احکام القرآن، قرطبی، ت۶۷۱ئہ۔،دارالفکر۔
۴۸۔ الجامع الصحیح الترمذی، محمد بن عیسی ت۲۷۹ئہ۔، دارالفکر۔
۴۹۔جمع الجوامع، سیوطی، ت۹۱۱ئہ۔
۵۰۔جمہرةاللغة،ابن درید،ت۳۲۱ئہ۔
۵۱۔الجواہر الحسان ابوزید الثعالبی ت۸۷۶ء ہ۔، داراحیاء التراث العربی، بیروت۔
۵۲۔ جواہر العقدین، سمہودی، ت۹۱۱ئہ۔، دارالکتب العلمیة، بیروت۔
)ح)
۵۳۔الحاوی للفتاوی سیوطی، ت۹۱۱ئہ۔، مکتبة القدس قاہرة)بہ نقل احقاق الحق)
۵۴۔حاشیة الشہاب علی تفسیر البیضاوی احمد خفاجی مصری حنفی، ت۱۰۶۹ئہ۔،دار احیائ التراث العربی، بیروت۔
۵۵۔حاشیہ الصاوی علی تفسیر الجلالین، شیخ احمد الصاوی المالکی، ت۱۲۴۱ئہ۔، دارالفکر۔
۵۶۔حلیة الاولیاء، ابونعیم اصفہانی، ت۴۳۰ئہ۔، دارالفکر۔
)خ)
۵۷۔ خصائص أمیرالمؤمنین علیہ السلام، احمد بن شعیب نسائی ت۳۰۳ئہ۔، دارالکتاب العربی۔
۵۸۔خصال، محمد بن علی بن بابویہ قمی)صدوق)، ت۳۸۱ئہ۔، دفتر انتشارات اسلامی۔
(س)
۵۹۔سفینة البحار، شیخ عباس قمی ت۱۳۵۹ئہ۔، انتشارات کتابخانہ محمودی۔
۶۰۔السنن الکبری، ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، ت۴۵۸ئہ۔، دارالمعرفة، بیروت، لبنان۔
۶۱۔السنن الکبری، نسائی، ت۳۰۳ئہ۔، دارالکتب العلمیة، بیروت۔
۶۲۔سیر اعلام النبلاء، ذہبی، ت۷۴۸ئہ۔، مؤسسة الرسالة، بیروت، لبنان۔
۶۳۔ السیرة النبویة و الآثار المحمدیة)حاشیة السیرة الحلویة)، سیدزینی دحلان، ت۱۳۰۴ئہ۔، دار احیائ التراث العربی، بیروت، لبنان۔
۶۴۔ السیرة النبویة، ابن ہشام،ت۲۱۸ئہ۔، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔
)ش)
۶۵۔شرح التجرید، قوشجی، ت۸۷۹ئہ۔
۶۶۔شرح السنة، بغوی، ت۵۱۰ئہ۔، المکتب الاسلامی، بیروت۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۶۷. شرح المقاصد، تفتازانی، ت۷۹۳ئہ۔،منشورات الشریت الرضی.
۶۸.شرح المواقف،جرجانی،ت۸۱۲ئئہ۔، منشورات الشریف الرضی.
۶۹. شرح التنزیل، حاکم حسکانی، ت اواخر القرن الخامس، مؤسسة الطبع و النشر.
)ص(
۷۱.صحاح اللغة، جوہری، ت۳۹۳ئہ۔.
۷۲.صحیح ابن حبان، محمد بن حبان بستی، ت۳۵۴ئہ۔، مؤسسة الرسالة.
۷۳. صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، ت۲۵۶ئہ۔، دارالقلم، بیروت، لبنان۔دارالمعرفة، بیروت،لبنان.
۷۴. صحیح مسلم، مسلم بن حجاج نیشابوری، ت۲۶۱ئہ۔، مؤسسة عز الدین للطباعة و النشر، بیروت، لبنان.
۷۵. الصلاة و البشر،فیروز آبادی ،ت۸۱۷ئھجری دارالکتب العلمیہ،بیروت،لبنان.
۷۶.الصواعق المحرقة، ابن حجر ہیتمی،ت۹۵۴ئہ۔،مکتبة القاہرة.
)ط(
۷۷. الطبقات الکبری، ابن سعد، ت۲۳۰ئہ۔،داربیروت للطباعة والنشر.
۷۸. الطرائف، علی بن موسی بن طاووس،ت۶۶۲ئہ۔، مطبعة الخیام،قم.
(ع)
۷۹.العمدة، ابن بطریق، ت۵۳۳ئہ۔، مؤسسة النشرالاسلامی.
۸۰.عوالم العلوم، سید ہاشم بحرانی، ت۱۱۰۷ئہ۔، مؤسسة الامام المہدی علیہ السلام.
۸۱.عیون خبارالرضا، صدوق، ت۳۸۱ئہ۔.
)غ(
۸۲.غایة المرام، سید ہاشم بحرانی،ت۱۱۰۷ئہ۔.
۸۳.غرائب القرآن،نیشابوری ت۸۵۰ئہ۔، دارالکتب العلمیة بیروت.
۸۴.فتح الباری، ابن حجر العسقلانی، ت۸۵۲ئہ۔.
۸۵. فتح القدیر، شوکانی، ت۱۲۵۰ئہ۔، داراکتاب العلمیة بیروت لبنان.
۸۶.فرائد السمطین، ابراہیم بن محمد بن جوینی،ت۷۲۲ئہ۔، مؤسسة المحمودی للطباعة والنشر، بیروت.
۸۷.الفصول المہمة، ابن صباغ مالکی،ت۸۵۵ئہ۔.
۸۸.فضائل الصحابة، سمعانی، ت۵۶۲ئہ۔.
)ق(
۸۹.القاموس المحیط، فیروزآبادی،ت۸۱۷ئہ۔، دارالمعرفة، بیروت.
۹۰.قواعد فی علوم الحدیث، ظفر احمد تہانوی شافعی، تحقیق ابوالفتاح ابوغدة.
)ک(
۹۱. الکافی، کلینی، ت۳۲۹ئہ۔، دارالکتب الاسلامیة.
۹۲.کتاب الثقات، ابن حبان، ت۳۵۴ء ہ۔، مؤسسة الکتب الثقافیة، بیروت.
۹۳.کتاب العین، خلیل بن احمد فراہیدی، ت۱۷۵ئہ۔، مؤسسة دارالہجرة.
۹۴.الکشاف، زمخشری، ت۵۸۳ئہ۔، دارالکتاب العربی، بیروت.
۹۵.الکشف و البیان، ثعلبی نیسابوری، ت۴۲۷ئیا۴۳۷ئہ۔، داراحیائ التراث العربی،بیروت، لبنان.
۹۶. کفایة الطالب، محمد بن یوسف گنجی شافعی، ت۶۵۸ئہ۔، داراحیائ تراث أہل البیت.
۹۷.کمال الدین، محمد بن علی بن بابویہ، ت۳۸۱ئہ۔.
۹۸.کنز العمال، متقی ہندی، ت ۹۷۵ئہ۔، مؤسسة الرسالة، بیروت.
)ل(
۹۹.اللباب فی علوم الکتاب، عمر بن علی بن عادل الدمشقی الحنبلی، متوفی بعد ۸۸۰ئہ۔، دار الکتب العلمیة، بیروت.
۱۰۰.لسان العرب، ابن منظور، ت۷۱۱ئہ۔، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان.

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

)م(
۱۰۱۔ما نزل من القرآن فی علی،ابوبکر الشیرازی، ت۴۰۷ئہ۔
۱۰۲۔ ما نزل من القرآن فی علی، ابو نعیم اصفہانی، ت۴۳۰ئہ۔)بہ نقل احقاق)
۱۰۳۔المتفق و المتفرق خطیب بغدادی، ت۴۶۳ئہ۔)بہ واسطہ کنزالعمال)
۱۰۴۔ مجمع البحرین، طریحی، ت۱۰۸۵ئہ۔، دفتر نشر فرہنگ اسلامی۔
۱۰۵۔مجمع البیان،طبرسی، ت۵۶۰ئہ۔، دارالمعرفۃ،بیروت۔
۱۰۶۔ مجمع الزوائد،ہیثمی، ت۸۰۷ئہ۔،دارالکتاب العربی۔دارالفکر، بیروت۔
۱۰۷۔المستدرک علی الصحیحین،حاکم نیشابوری، ت۴۰۵ئہ۔، دارالمعرفۃ، بیروت۔
۱۰۸۔مسند ابی داوود طیالسی،ت۲۰۴ئہ۔،دارالکتاب اللبنانی۔
۱۰۹۔مسند ابی یعلی موصلی،ت۳۰۷ئہ۔
۱۱۰۔مسند احمد،احمد بن حنبل،ت۲۴۱ئہ۔، دارصادر،بیروت۔دارالفکر۔
۱۱۱۔مسند اسحاق بن راہویہ، ت۲۳۸ئہ۔،مکتبۃ الایمان، مدینۃ المنورۃ۔
۱۱۲۔مسند عبد بن حمید،ت۲۴۹ئہ۔، عالم الکتب۔
۱۱۳۔مشکل الآثار، طحاوی، ت۳۲۱ئہ۔،ط مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ بالہند۔
۱۱۴۔ المصباح المنیر احمد فیومی، ت ۷۷۰ ہ۔ طبع مصطفی البابی الحلبی و اولادہ بمصر۔
۱۱۵۔مصباح الہدایۃ، بہبہانی، ط سلمان فارسی،قم۔
۱۱۶۔المصنف،ابن ابی شیبۃ،ت۲۳۵ئہ۔
۱۱۷۔مطالب السؤول ابن طلحۃ نصیبی شافعی، ت۶۵۲ئہ۔
۱۱۸۔معالم التنزیل، بغوی،ت ۵۱۰ئہ۔
۱۱۹۔المعجم الاوسط، طبرانی،ت۳۶۰ئہ۔،مکتبۃ المعارف الریاض۔
۱۲۰۔المعجم الصفیر، طبرنی، ت۳۶۰ئہ۔
۱۲۱۔المعجم الکبیر، طبرانی،ت۳۶۰ئہ۔
۱۲۲۔ المعجم المختص بالمحدثین، ذہبی، ت۷۴۸ئہ۔، مکتبۃ الصدیق سعودی۔
۱۲۳۔معجم مقاییس اللغۃ، ابن فارسی بن زکریا القزوینی الرازی،ت ۳۹۰ہ۔
۱۲۴۔معرفۃ علوم الحدیث، حاکم نیشابوری، ت۴۰۵ئہ۔، دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔
۱۲۵۔المعرفۃ والتاریخ، یعقوب بن سفیان بن بسوی،ت۲۷۷ئہ۔
۱۲۶۔مغنی اللبیب، ابن ہشام،ت۷۶۱ئ ہ۔، دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔
۱۲۷۔المفردات،راغب اصفہانی،ت۵۰۲ئہ۔
۱۲۸۔مقتل الحسین، خوارزمی، ت۵۶۸ئہ۔، مکتبۃ المفید۔
۱۲۹۔المناقب،موفق بن احمد خوارزمی،ت۵۶۸ئہ۔
۱۳۰۔مناقب ابن مغازلی شافعی،ت۴۸۳ئہ۔،المکتبۃ الاسلمۃ۔
۱۳۱۔مناقب آل ابی طالب، ابن شہر آشوب،ت۵۸۸ئہ۔،ذوالقربی۔
۱۳۲۔منتہی الارب عبدالرحیم بن عبدالکریم الہندی ت۱۲۵۷ئہ۔
۱۳۳۔المیزان، محمد حسین طباطبائی، ت۱۴۰۲ئہ۔، دارالکتب الاسلامیۃ۔
۱۳۴۔میزان الاعتدال، ذہبی، ت۷۴۸ئہ۔، دارالفکر۔
)ن(
۱۳۵۔نہج البلاغہ۔
۱۳۶۔نظم درر السمطین، محمد بن یوسف زرندی حنفی، ت ۷۵۰ئ ہ۔، مطبعۃ القذاء)بہ نقل احقاق)
۱۳۷۔النہایۃ، ابن اثیر جزری، ت۶۰۶ئہ۔، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت، لبنان۔
۱۳۸۔نور الابصار،شبلنجی،ت۱۳۰۸ئہ۔،دارالفکر۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

١٣٩ـنورالثقلين، الهويزی،ت ١١١٢ئہـ، المطبعة العلمية، قم.
)ى(
١٤٠ـينابيع المودة، شيخ سليمان حنفی قندوزی .

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com